قال تعالیٰ:

﴿ ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِٱلۡمُهۡتَدِينَ ١٢٥ ﴾ [النحل:۱۲۵]

دعوت الی اللہ

کس کو۔ اور کیسے؟

تالیف

ڈاکٹر سعید بن علی بن وہف القحطانی حفظہ اللہ

ترجمہ

ابو عبد اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ مدنی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

دعوت الی اللہ

کس کو اور کیسے؟

تالیف

ڈاکٹر سعید بن علی بن وہف القحطانی حفظہ اللہ

اردو ترجمہ

ابو عبد اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ مدنی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

نام کتاب	:	دعوت إلى الله - کس کو اور کیسے؟
تالیف	:	ڈاکٹر سعید بن علی بن وہف القحطانی حفظہ اللہ
اردو ترجمہ	:	ابو عبد اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی
سنہ اشاعت	:	شعبان 1436ھ مطابق جون 2015ء
تعداد	:	دو ہزار
ایڈیشن	:	اول
صفحات	:	360
ناشر	:	شعبۂ نشر واشاعت، صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی
قیمت	:	

ملنے کے پتے:

- دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی: 14-15، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی-400070۔ ٹیلیفون: 022-26520077
- مکتبہ دار التراث الاسلامی: لیک پلازا، نزد مسجد دار السلام، کوسہ، ممبرا، تھانہ-400612
- مسجد دار التوحید: چودھری کمپاؤنڈ، واونجہ پالا روڈ، واونجہ، تعلقہ پنویل، ضلع رائے گڈھ-410208۔ فون: 9773026335
- مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ، بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینۃ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع: رتناگری-415709، فون: 02356-264455
- جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ، بھیونڈی: 226526 / 225071

فہرست مضامین

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الأمين، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

اللہ کے بندے مسلم ہوں یا غیر مسلم، ان کو اللہ کی طرف دعوت کیسے دی جائے؟ اس کا جواب بڑا آسان اور اصولی ہے۔ دعوت کا طریقہ انبیاء کے طریقے اور منہج کے مطابق ہونا چاہئے جو من جانب اللہ طے کیا گیا ہے؛ جس کی پیروی امت کے اسلاف کرام نے کی ہے جو قیامت تک کے لئے دعاۃ، طلبۃ العلم اور کارکناں دعوت کے لئے محفوظ اور عمدہ نمونہ ہے۔

اس دعوتی منہج کو دلائل کتاب وسنت اور آثار ثابتہ کی روشنی میں مفصل پیش کرنے کی ایک عرصے سے فکر دامن گیر تھی کیونکہ کار دعوت میں لگے اردو داں طبقہ کے سامنے میری دانست میں کوئی اصولی ورہنما کتاب مفصل نہیں تھی جس میں پوری وضاحت کے ساتھ اپنوں اور غیروں میں دعوت کا طریقہ دلائل و براہین کے ساتھ بیان کیا گیا ہو۔ اللہ کی توفیق ہوئی جماعت کے نوجوان فاضل وممتاز عالم شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ کو، آپ نے عالم اسلام کے مشہور ومعتبر داعی، مربی اور عظیم مولف کی ایک عظیم تصنیف ''الحکمۃ فی الدعوۃ الی اللہ'' کو اس تقاضے کے پیش نظر منتخب کیا اور یقیناً یہ انتخاب اہل علم واصلاح کو قبول ہوگا۔ پھر آپ نے اس کے مختلف اجزاء کا عام فہم اور علمی اسلوب وزبان میں ترجمہ پیش کیا، الحمد للہ اب یہ علمی ودعوتی دستاویز صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے شعبہ نشر واشاعت کی طرف سے آپ کے ہاتھ میں پہنچ رہی ہے۔ فجزاہ اللہ خیرا۔

میدان دعوت میں کام کرنے والی تنظیموں اور افراد کی کمی نہیں ہے، بلکہ اب تو بہت سارے نااہل بھی آزادانہ طریقہ واسلوب لے کر جیسے شوق فرما رہے ہیں اور ہوا پرستوں کی پیروی میں اپنے

مطلب کے لئے نصوص دعوت کو نئے نئے معانی پہنا رہے ہیں! اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرمائے۔ایسے نازک حالات میں اس طرح کے علمی دستاویز اور رہنمائی کی مزید شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی تاکہ ہر خاص وعام کے سامنے دعوت کا حکیمانہ وصحیح طریقہ واضح ہو کر آجائے اور ان فکرمندوں کی بے چینیاں کم ہوسکیں جن کے پاس مفصل علمی مواد نہیں تھا،اور مخلصین دعوت اس سے فائدہ اٹھائیں۔یقیناً اللہ ہی کی توفیق سے اعمال صالحہ انجام پذیر ہوتے ہیں۔

تربیت اور دعوت کا عمل لوگوں کے شوق وطلب کو سامنے رکھ کر اصولوں کو قربان کرکے نہیں کیا جاسکتا۔بلکہ یہ نفسانیت کے بجائے فکرمندی کے ساتھ قربانی وجانفشانی کا عملِ شرف وسعادت ہے،ہم میں سے ہر ایک کو یہ معیار قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

قد وگیسو میں قیس وکوہ کن کی آزمائش ہے

جہاں ہم ہیں وہاں دارورسن کی آزمائش ہے

''ادع إلی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی أحسن'' میں دعوت کے طریقہ واسلوب کو بیان کرکے ہر داعی کو اس کا پابند کردیا گیا ہے۔اس لئے آزادروی کے بجائے دعوت کے ربانی اصول وضوابط اور پیغمبرانہ نمونوں کی پیروی ہونی چاہئے۔

اللھم وفقنا لما تحب وترضی...ولا توفیق الا باللہ.

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی دعوت واصلاح اور تربیت وتزکیہ کے میدان میں معتبر ومستند اہل علم کے کارواں ومعاونین کے ساتھ علمی واصولی راہ پر بحمد اللہ گامزن ہے۔اس کی جانب سے ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ جماعت وملت اور بالخصوص دعوت وتربیت کی راہ میں لگے ہوئے لوگوں کی خالص دستوری رہنمائی کی جائے۔اور اہل علم شاہد ہیں کہ جمعیت کے شعبہ نشر واشاعت سے کئی ایک اہم علمی واصولی اور مختلف دعوتی تقاضوں کو پورا کرنے والی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔یہ دستاویز بھی اسی مبارک سلسلے کی ایک سنہری کڑی ہے۔فالحمد للہ علی ذلک.

اس موقع پر ہم ذمے داران جمعیت اس کتاب کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کے بے پایاں شکر گزار ہیں، اس کے بعد اپنے عزیز فاضل شیخ عنایت اللہ مدنی کی جمعیت اور جماعت کے لئے شب وروز کی علمی ودعوتی جدوجہد کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور باری تعالیٰ سے مزید برکت کے لئے دعا گو ہیں۔ بالخصوص تالیف وترجمہ کے میدان میں ان کی کارکردگی قابل تحسین ہے۔ یہ کتاب ''دعوت الی اللہ -کس کو اور کیسے؟'' ان کے اہم عنوانات پر ترجمہ کی ہوئی کتابوں میں ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ جسے صوبائی جمعیت کے شعبہ نشرواشاعت سے شائع کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ ہر ایک کے لئے اسے مفید، نفع بخش اور قابل قبول بنائے۔ اور جن ذمے داران واحباب کا اس کی اشاعت کے سلسلے میں تعاون رہا ہے رب العالمین اسے قبول فرمائے۔ ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم

والسلام

آپ کا دینی بھائی

عبدالسلام سلفی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

۳؍رمضان ۱۴۳۶ھ-۲۱؍جون ۲۰۱۵ء

عرض مترجم

دعوت الی اللہ ایک اہم دینی ذمہ داری کے ساتھ نہایت صالح قول وعمل اور تقرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے، یہی انبیاء ورسل علیہم السلام کا مقصد بعثت، مشن اور فریضۂ منصبی رہا ہے۔ اس مشن کی اہمیت اور تقدس کے لئے یہی کافی ہے کہ جہاں انبیاء ورسل علیہم السلام اور ان کے وارثین ومتبعین کو دعوت کا مشن دیا گیا ہے، انہیں اس کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، اور جہنم سے انذار اور جنت کی بشارت کا حکم دیا گیا ہے وہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے متعدد آیات میں ''دعوت'' کا لفظ خود اپنی ذات کے لئے استعمال فرمایا ہے؛ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سب سے پہلے خود ہی اپنی جنت ومغفرت کا داعی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۖ ﴾ [البقرۃ:۲۲۱]۔

یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت کی طرف اور اپنی بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے۔

نیز ارشاد ہے: ﴿ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ ﴾ [یونس:۲۵]۔

اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف تم کو بلاتا ہے۔

اسی طرح ارشاد ہے: ﴿ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ ﴾ [ابراہیم:۱۰]۔

وہ تو تمہیں اس لئے بلا رہا ہے کہ تمہارے گناہ معاف فرمادے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو دعوت کا فریضہ ومشن عطا کیا، ارشاد ہے:

﴿ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٦٥﴾ ﴾ [النساء:۱۶۵]۔

ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوشخبریاں سنانے اور آگاہ کرنے والا تاکہ لوگوں کی کوئی حجت رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے۔

اس طرح رسول کریم محمد ﷺ اور آپ کی امت کا مشن دعوت بتلاتے ہوئے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ ﴾ [یوسف:۱۰۸]۔

آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے۔ میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین

اور اعتماد کے ساتھ۔ (نیز دیکھئے: الأحزاب: ۴۵، ۴۶، والنحل: ۱۲۵)۔

اور دعوت کے معنیٰ خلق الٰہی جن وانس کو اللہ کی طرف بلانے کے ہیں، اس میں کسی مومن وکافر کی کوئی تفریق نہیں ہے، نہ ہی دعوت اور اصلاح کے معنی میں من مانی تفریق کی کوئی گنجائش ہے، اس کی سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دعوتی مشن سے متعلقہ آیات میں مفعول (مدعو) کا ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ تعمیم کی غرض سے اسے حذف فرمادیا ہے ①۔

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ وَحُذِفَ الْمَفْعُولُ لِلتَّعْمِيمِ لِكَوْنِهِ بُعِثَ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً“②۔

اپنے رب کی راہ کی طرف بلائیے، اور تعمیم کے لئے مفعول کو حذف کردیا گیا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ تمام لوگوں کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں۔

اسی طرح علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اسی پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”يَقُولُ تَعَالَى اٰمِرًا رَسُولَهُ مُحَمَّدًا ﷺ أَنْ يَدْعُوَ الْخَلْقَ إِلَى اللَّهِ {بِالْحِكْمَةِ}“③۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول محمد ﷺ کو حکم دے رہا ہے کہ وہ ساری مخلوق کو حکمت سے اللہ کی طرف بلائیں۔

اور دعوت برائے کفار اور اصلاح برائے مسلمین کے اس شبہہ کا دوٹوک ازالہ کرتے ہوئے علامہ عبدالرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ليكن دعاؤك للخلق مسلمهم وكافرهم إلى سبيل ربك المستقيم المشتمل على العلم النافع والعمل الصالح {بِالْحِكْمَةِ} أي كل أحد على حسب حاله وفهمه وقوله وانقياده“④۔

آپ کی دعوت مسلمانوں اور کافروں تمام مخلوق کو علم نافع اور عمل صالح پر مشتمل اپنے رب کے راہ مستقیم کی طرف حکمت سے ہونی چاہئے، یعنی ہر ایک کو اس کی حالت، سوجھ بوجھ، گفتگو اور تابعداری کے

---

① دیکھئے: الأحزاب: ۴۵-۴۶، والنحل: ۱۲۵، والحج: ۶۷، والقصص: ۸۷، والشوری: ۱۵، ویوسف: ۱۰۸، الرعد: ۳۶۔

② فتح القدیر للشوکانی، ۳/ ۲۴۲۔

③ تفسیر ابن کثیر تحقیق سامی سلامہ، ۴/ ۶۱۳۔

④ تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، از علامہ سعدی، ص ۴۵۲۔

اعتبار سے دعوت دیں۔

چنانچہ دعوت کے اسی وسیع معنیٰ کی وضاحت کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی الفاظ استعمال فرمائے ہیں، مثلاً تبلیغ، توصیل، اعلام، اصلاح، وصیت وغیرہ [1]۔

اب جس طرح اس دعوت کی اہمیت ہے اسی طرح طریقۂ دعوت، اسلوب دعوت، انداز دعوت وغیرہ کی اہمیت اور اس کی معرفت بھی ناگزیر ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود انبیاء علیہم السلام کو طریقہ دعوت سکھایا اور متعدد آیات میں ان کی توجیہ و رہنمائی فرمائی، کیونکہ اس کے بغیر دعوت کا صحیح تصور اور اس میں کما حقہ کامیابی ممکن نہیں، علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واذا كَانَت الدعْوَة الى الله اشرف مقامات العَبْد واجلها وافضلها فَهِيَ لَا تحصل الا بِالْعلمِ الَّذِي يَدْعُو بِهِ واليه، بل لَا بُد فِي كَمَال الدعْوَة من الْبلُوغ فِي الْعلم الى حد يصل اليه السَّعْي" [2]۔

چونکہ دعوت الی اللہ بندے کا بلند و بالا اور افضل ترین مقام ہے، اس لئے جب تک اُسے جس چیز کے ذریعہ اور جس کی طرف بلانا ہے اُس کا علم نہ ہو جائے دعوت ممکن نہیں، بلکہ کمال دعوت کے لئے علم کے اس مقام تک پہنچنا ضروری ہے جہاں تک کوشش سے رسائی ہو سکے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور نبینا محمد ﷺ کو حسب ضرورت اور بتقاضائے حالات وظروف اور خلق الٰہی کے مختلف ایمانی وغیر ایمانی طبقات کی رعایت کرتے ہوئے، حکمت، عمدہ موعظت، بحث ومناظرہ، دلیل و برہان، نرمی، ملائمت، شیریں زبانی، تنبیہ، ترہیب، انذار، تبشیر، وعد، وعید، حکیمانہ قطع تعلق، حدود، قصاص، زبان، قلم، ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ دعوت پیش کرنے کا حکم دیا ہے، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اپنی قولی و عملی سنت وسیرت کے ذریعہ دعوت الی اللہ کا زندہ نمونہ پیش کر دیا ہے۔

زیر نظر کتاب عالم اسلام کی معروف علمی و دعوتی شخصیت، سیکڑوں کتابوں کے مصنف، صاحب "الحصن المسلم" فضیلۃ الشیخ دکتور سعید بن علی بن وہف القحطانی حفظہ اللہ کے ملحدین، بت پرست کفار ومشرکین، اہل کتاب یہود ونصاریٰ اور گنہ گار مسلمانوں کو دعوت کے طریقۂ کار سے متعلق چار علیحدہ مختصر رسائل کا یکجا اردو ترجمہ ہے

---

[1] دیکھئے:

[2] مفتاح دار السعادۃ، از ابن القیم ۱ / ۱۵۴، والتفسیر القیم از ابن القیم، ص ۳۳۲۔

اور یہ چاروں رسائل دراصل شیخ موصوف کے نوسو سے زائد صفحات پر مشتمل علمی رسالہ ''الحکمۃ فی الدعوۃ إلی اللہ تعالی'' کا حصہ ہیں، جسے موصوف نے سنہ ۱۴۱۰ھ میں ایم۔اے کی ڈگری کے حصول کے لئے امام محمد بن سعود اسلامی عالمی یونیورسٹی کو پیش کیا تھا، اور پھر اہمیت اور افادۂ عامہ کے پیش نظر انہیں الگ الگ رسالوں میں شائع کیا گیا۔ فجزاہ اللہ خیراً

ڈاکٹر صاحب نے حسب عادت اپنی دیگر تالیفات کی طرح ان رسائل میں بھی نہایت آسان اسلوب اور سلیس پیرائے میں ملحدین، بت پرست کفار و مشرکین، اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور گنہ گار مسلمانوں کو دعوت کے طریقے کی وضاحت فرمائی ہے اور اسے کتاب و سنت کے نصوص، استدلال و استنباط، آثار سلف اور علماء محققین کے اقوال سے آراستہ کیا ہے اور ساتھ ہی مدعوین، بالخصوص مادہ پرستوں الحادیوں اور یہود و نصاریٰ کے شبہات و اشکالات کا خوب ازالہ کیا ہے اور مسکت دلائل کی روشنی میں ان کی تردید کی ہے۔

رسائل کی اہمیت، حالات کی نزاکت، اور موضوع کے متعلق اردو کتابوں کی نایابی یا کمیابی کے سبب راقم کے ذہن میں ان رسائل کو اردو جامہ پہنانے کا داعیہ پیدا ہوا، مجھے امید ہے کہ یہ کتاب ان شاء اللہ اردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہوگی اور دعاۃ و مبلغین کے لئے مفید اور کارآمد ثابت ہوگی، بالخصوص موجودہ مادہ پرستی اور آزادروی کے ماحول میں جب کہ سلفی منہجی دعوت کو خارجی مشکلات کے ساتھ بہت سے داخلی مشکلات کا بھی سامنا ہے، سلفی دعوت کے نام پر ایک طرف اسٹیجوں، بینروں، بلند بانگ دعووں، متعالمین، دخلاء، اور میڈیائی بنیادوں پر نااہلوں اور نام نہاد دعوت کے تاجروں کی پذیرائیاں ہیں تو دوسری طرف اغیار کو دعوت کے نام پر علم و بصیرت، نصوص کتاب و سنت اور عقیدہ و منہج کے اصولوں سے آشنا و نا آشنا، رامائن، مہابھارت، بھگوت گیتا، چہار وید، اور بائبل وغیرہ کے اشلوک و اصحاح از بر کر کے توحید و رسالت اور آخرت ثابت کرنے والے زر پرست چتر ویدیوں اور بزعم خویش اسے ہی حقیقی دعوت باور کرانے والے اور عوام کالانعام رویبضہ کی داد و تحسین اور سستی شہرت کے بھوکے عناصر کی بھی کچھ کمی نہیں، الا من رحم اللہ۔ جبکہ اسلامی دعوت کے اصولوں میں اس کی گنجائش نہیں، سوائے چند اضطراری اور الزامی صورتوں میں۔ فاللھم سلم سلم

علامہ محمد امان علی جامی رحمہ اللہ سابق صدر شعبۂ عقیدہ، دراسات علیا، جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ فرماتے ہیں:

''ینزل الداعیة الجدید المیدان لیدعو إلی الله ولیس لدیه أي تصور للدعوة في أسلوبها

وسياستها وادابها ودراسة أحوال المدعويين، فيتخط خبط عشواء يميناً ويساراً على حساب الدعوة الإسلامية المظلومة التي أصبحت تكية يتعيش منها كل محتاج إلى العيش. هل يقوم بواجب الدعوة أو لايقوم؟ هذا السؤال غير وارد"[①]۔

ایک نیا داعی دعوت الی اللہ کے لئے میدان دعوت میں اترتا ہے، اسے دعوت کے اسلوب، اس کی نزاکت، آداب اور مخاطبین کے حالات کا سرے سے کوئی تصور نہیں ہوتا، چنانچہ وہ مظلوم اسلامی دعوت کے نام پر جو کہ روزی روٹی اور سامان زندگی کے محتاج ہر شخص کی پناہ گاہ بن چکی ہے، خبطی بنا دائیں بائیں آزادانہ گھومتا ہے۔ وہ دعوتی فریضہ ادا کرتا ہے یا نہیں! اس سوال سے کوئی سروکار نہیں۔ فاللہ المستعان

میں اس توفیق پر سب سے پہلے رب ذوالجلال کا بے پایاں شکر گزار ہوں، بعدہ تہ دل سے ممنون ہوں صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی کے امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ کا، منہجی دعوت کے اصول وضوابط کے سلسلہ میں جن کی حد درجہ فکرمندی اور توجہ کے سبب اس کتاب کی اشاعت عمل میں آئی، فجزاہ اللہ خیرا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین

اس کے بعد اپنے والدین بزرگوار کا شکر ادا کرتا ہوں جن کی انتھک تعلیمی وتربیتی کوششوں کی بدولت دین اسلام کی ادنیٰ سی خدمت کا شرف حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ انہیں دنیا وعقبیٰ کی بھلائیوں سے نوازے اور اسے ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، اسی طرح اپنے اہل خانہ، اساتذۂ کرام نیز جملہ معاونین کا شکر ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ (آمین)

اخیر میں دعا گو ہوں کہ الہ العالمین اس کتاب سے ہر خاص وعام کو فائدہ پہنچائے اور اس کے مولف، مترجم، ناشر اور صوبائی جمعیت کے جملہ ذمہ داران و دیگر معاونین کو جزائے خیر دے، اور ان کے لئے ذریعۂ نجات بنائے اور تمام لوگوں کو اخلاص قول وعمل کی توفیق بخشے، آمین۔

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی
(صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)
(inayatullahmadani@yahoo.com)

ممبئی
۱۷/ جون ۲۰۱۵ء

① مشاکل الدعوۃ والدعاۃ فی العصر الحدیث، از علامہ محمد امان جامی رحمہ اللہ، ص ۲۵۔

پہلا رسالہ:

ملحدین کو اللہ کی طرف دعوت دینے کا طریقہ

کتاب وسنت کی روشنی میں

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

مقدمہ

إن الحمد للّٰه، نحمده، ونستعينه، ونستغفره، ونعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده اللّٰه فلا مضل له، ومن يُضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا اللّٰه وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، صلى اللّٰه عليه وعلى اله وأصحابه وسلم تسليماً كثيراً، أما بعد:

یہ ''ملحدین کو اللہ کی طرف دعوت دینے کے طریقے'' کے بارے میں ایک مختصر رسالہ ہے، جس میں میں نے اختصار کے ساتھ اُنہیں اللہ کی طرف بلانے کے اسالیب اور طریقے بیان کئے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ اس معمولی کوشش کو مبارک، نفع بخش اور اپنے رخ کریم کے لئے خالص بنائے، اور اس کے ذریعہ مجھے میری زندگی اور موت کے بعد نفع پہنچائے، اور جس تک بھی یہ رسالہ پہنچے اُسے اُس سے نفع پہنچائے؛ کیونکہ وہ سب سے بہتر ذات ہے جس سے سوال کیا جاتا ہے اور انتہائی کریم ہے جس سے امید وابستہ کی جاتی ہے، اور وہ ہمارے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

اللہ تعالیٰ رحمت، سلامتی اور برکت نازل فرمائے اپنے بندے اور رسول، ہمارے نبی محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر، اور آپ کے آل واصحاب اور قیامت تک آنے والے ان کے سچے متبعین پر۔

مؤلف

تحریر کردہ: بوقت چاشت بروز جمعرات

25/2/1425ھ

تمہید: لوگوں کو اُن کا مقام دینا

حکیم و دانا داعی وہ ہوتا ہے جو ماحول، لوگوں کے احوال اور ان کے عقائد و نظریات کا دراسہ کرے اور گہرائی سے اس کا جائزہ لے، اور لوگوں کو اُن کے مقام و مرتبہ اور حیثیت پر رکھے۔ اور پھر اُنہیں اُن کی عقل، سوجھ بوجھ، سمجھ، طبیعت، اخلاق و کردار، اُن کے علمی و سماجی معیار نیز اُن کے لئے موزوں و مناسب وسائل کے ذریعہ اُنہیں اللہ کی دعوت دے۔ اسی لئے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

"حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ، أَتُحِبُّونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللَّهُ وَرَسُولُه "(١)۔

لوگوں سے وہی بیان کرو جو وہ جان سکیں، کیا تم پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے۔

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نُنَزِّلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ "(٢)۔

ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم لوگوں کو اُن کا مقام دیں۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"مَا أَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِيثًا لَا تَبْلُغُهُ عُقُولُهُمْ إِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةً "(٣)۔

تم جن لوگوں سے بھی کوئی ایسی بات بیان کرو گے جہاں تک ان کی عقل کی رسائی نہ ہو، تو ان میں سے کچھ لوگ فتنہ (آزمائش) میں پڑ جائیں گے۔

---

(١) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قومٍ کراہیۃ أن لا یفھموا، ١/ ٢٢٥، حدیث (١٢٧)۔

(٢) صحیح مسلم بشرح نووی، مقدمہ، ١/ ٥٥، وسنن ابوداود مع عون المعبود، ١٣/ ١٩١۔

(٣) صحیح مسلم، مقدمہ، باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع، ١/ ١١۔

اور یہ چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داعیان سے بھی بیان فرمائی، چنانچہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف -بحیثیت داعی، معلم اور قاضی- بھیجتے ہوئے اُن سے فرمایا:

''إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ ....'' الحديث ①۔

یقیناً تم قوم اہل کتاب کے پاس آؤ گے ۔۔۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے عقیدہ سے پہلے ہی آگاہ فرمادیا جن کے پاس وہ جانے والے تھے، تاکہ وہ ان کے حال سے واقف ہوں، اُن کے لئے تیاری کریں، اور ان کے سامنے اُن کے مناسب چیز پیش کریں جس سے ان کے حال کی اصلاح ہو سکے۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

''يَا عَائِشَةُ لَوْلاَ قَوْمُكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ لَنَقَضْتُ الكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ: بَابٌ يَدْخُلُ النَّاسُ وَبَابٌ يَخْرُجُونَ ''②۔

اے عائشہ! اگر تمہاری قوم کفر سے ابھی جلد ہی نہ نکلی ہوتی تو میں کعبہ کو توڑ دیتا (اور نئی تعمیر میں) اس کے دو دروازے بناتا: ایک سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے نکلتے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مفاسد اور برائیوں میں پڑنے سے بچاؤ کی خاطر اس مصلحت کو چھوڑ دیا③۔

معلوم ہوا کہ جہاں دعوت دینی ہے اس جگہ اور وہاں کے ماحول کا دراسہ کرنا بڑی اہمیت کا

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الزکاۃ، باب لاتؤخذ کرائم أموال الناس فی الصدقۃ، ۳/ ۳۲۲، حدیث (۱۴۵۸)، الفاظ اسی کے ہیں، وصحیح مسلم کتاب الایمان، باب الدعاء إلی شہادۃ أن لاإلٰہ إلا اللہ وشرائع الاسلام ۱/ ۵۰، حدیث (۱۹)۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب العلم، باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ أن یقصر فہم بعض الناس عنہ فیقعوا فی أشد منہ، ۱/ ۲۲۴، حدیث (۱۲۶)، وصحیح مسلم کتاب الحج، باب نقض الکعبۃ وبنائھا، حدیث (۱۳۳۳، و۴۰۱، ۴۰۲)۔

③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ فساد میں پڑنے سے حفاظت کی خاطر مصلحت چھوڑ دینی چاہئے، اور بڑے منکر میں پڑنے کے اندیشے سے چھوٹے منکر کا انکار ترک کر دینا چاہئے، دیکھئے: فتح الباری، ۱/ ۲۲۵۔

حامل ہے، کیونکہ ایک داعی کے لئے اپنی دعوت میں مدعووین کے اعتقادی، نفسیاتی، سماجی ومعاشرتی اور اقتصادی حالات سے واقفیت اور اسی طرح گمراہی اور انحرافات کے مقامات اور جگہوں سے آگاہی ضروری ہے۔ساتھ ہی مدعووین کی زبان، ان کے لب ولہجہ اور عادات واطوار کی معرفت نیز ان کی مشکلات، اخلاقی حالت، تہذیب وثقافت، بحث وتکرار کا معیار، اور ان کے ماحول میں پھیلے ہوئے شبہات اور ان کے مذاہب وافکار کا بخوبی علم رکھنا ضروری ہے [1]۔

اور ایک حکیم داعی اپنے ماحول کا بخوبی علم رکھتا ہے، جن حالات وظروف میں دعوت دے رہا ہے اس کا اندازہ رکھتا ہے، لوگوں کی ضروریات، جذبات اور تمام تر احوال کی رعایت کرتا ہے۔

اور داعی الی اللہ اپنی دعوت میں کامیاب نہیں ہوسکتا، نہ ہی اپنی تبلیغ میں باتوفیق اور اپنے قول وفعل میں نیک باز ہوسکتا ہے جب تک کہ اسے اپنے مدعوین ومخاطبین کا علم نہ ہو، بایں طور کہ کیا یہ معاشرہ گناہ گار مسلمانوں کا ہے یا ان مسلمانوں کا ہے جن میں بدعات وخرافات کا دور دورہ ہے؟ کیا یہ معاشرہ اہل کتاب کا ہے؟ اور اگر اہل کتاب کا ہے تو آیا وہ یہودی ہیں یا نصاریٰ؟ کیا یہ معاشرہ طبیعت پرست ملحدین اور مادہ پرست دہریوں کا ہے؟ یا پھر بت پرست مشرکین کا ہے؟؟

چنانچہ جب داعی کو ان تمام باتوں کا علم ہو جائے تو ان تمام قسم کے لوگوں کو الگ الگ کیسے دعوت دے؟ انہیں پہلے کیا پیش کرے اور بعد میں کیا پیش کرے؟ اور کن مسائل کو دیگر مسائل پر اولیت واہمیت دے؟ اور کون سے ضروری افکار ہیں جنہیں پیش کرے اور اُن سے آغاز کرے؟

بہرکیف ایک باحکمت داعی کی مثال ایک باحکمت ڈاکٹر جیسی ہوتی ہے جو مرض کی تشخیص کرتا ہے، اسے جانتا اور اس کی تعیین کرتا ہے، پھر مریض اور اس کے مرض کی حالت کے مطابق مناسب دوا تجویز کرتا ہے، اور اس میں مریض کے قوت وضعف، اور اس کے علاج برداشت کرنے کی

---

(1) دیکھئے: شرح صحیح مسلم از امام نووی، ۱/ ۶/ ۷، ۱۹۷، وفتح الباری، ۱/ ۲۲۵، وکیف یدعو الداعیۃ، از عبد اللہ ناصح العلوان، ص ۷، ۷، ۳۷، ۴۷، ۱۵۵، وزاد الداعیۃ إلی اللہ، از شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، ص ۷۔

صلاحیت کی خوب رعایت کرتا ہے، کبھی مریض کو آپریشن کی حاجت ہوتی ہے، چنانچہ مریض کی صحتیابی کی خاطر اس کے مرض کو جڑ سے ختم کرنے کے لئے اس کا پیٹ چاک کرتا ہے یا کوئی عضو کاٹتا ہے، یہی مثال ایک باحکمت داعی کی بھی ہے جو سماج و معاشرہ کی بیماریوں کا جائزہ لیتا ہے، مرض کی تحدید کرتا ہے، اور اس کا علاج طے کرتا ہے، اسی طرح شبہات اور رکاوٹوں پر غور کر کے اس کا ازالہ کرتا ہے، پھر صحیح صاف اسلامی عقیدہ کے مسائل سے شروع کرتے ہوئے اس کے سامنے مناسب مضمون پیش کرتا ہے، ساتھ ہی مخاطب کو شوق دلاتا رہتا ہے تاکہ اس کی دعوت کی تسلیم وقبولیت کا باعث ہو۔

پہلا مبحث: الحاد کا مفہوم

اصل میں الحاد کے معنیٰ کسی چیز سے میلان، ظلم و زیادتی اور جھگڑا و تکرار وغیرہ کے ہیں، کہا جاتا ہے: ''لحد في الدين لحداً، وألحد إلحاداً'' اس شخص کے لئے جو مائل ہوجائے، مڑ جائے، جھگڑا تکرار کرے اور ظلم و زیادتی کرے [1]۔

اور ''لحد'' اس گڑھے کو کہا جاتا ہے جسے میت کو رکھنے کے لئے قبر کے گوشے میں بنایا جاتا ہے؛ کیونکہ اسے قبر کے درمیانی حصہ سے کنارہ کی طرف کر دیا جاتا ہے [2]۔

اور ''الحاد'' حق سے میلان اور مختلف اعتقادات اور فاسد تاویل کے ذریعہ حق سے انحراف کو کہا جاتا ہے، اور اللہ کی راہ سے منحرف اور اس کے حکم کے برعکس کرنے والے کو

① دیکھئے: القاموس المحیط، فصل لام، باب دال، ص ۴۰۱، والمعجم الوسیط، مادہ لحد، ۲/ ۸۱۷، ومختار الصحاح، مادہ لحد، ص ۲۴۷، وفتح القدیر از امام شوکانی، ۲/ ۵۱۸، ۲/ ۲۶۸۔

② النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، از امام ابن الاثیر، ۴/ ۲۳۶۔

''ملحد'' کہا جاتا ہے(۱)۔

اور اس مبحث میں ملحدین سے مراد اِس دَور کا اصطلاحی معنیٰ ہے، یعنی وہ لوگ جو اس کائنات کے کسی رب کے وجود کے منکر ہیں جو اس کا خالق ہو، اس میں تصرف کرنے والا ہو، اپنے علم و حکمت سے اس کے معاملہ کی تدبیر و انتظام کرتا ہو، اور اس میں ہونے والے احداث و وقائع اُسی کے ارادہ و قدرت سے انجام پاتے ہوں، اور وہ کائنات یا اس کے اولین مادہ کو ازلی سمجھتے ہوں، اور اس میں ہونے والی تبدیلیوں کو ازخود یا مادہ کی طبیعت اور اس کے قوانین کے تقاضوں کے مطابق قرار دیتے ہوں، اسی طرح ظاہری زندگی اور اس کے تحت پائے جانے والے بلند ترین انسانی شعور و افکار کو مادہ کی ذاتی پیش رفت اور ترقی کا نتیجہ سمجھتے ہوں(۲)۔

دوسرا مبحث: فطری دلائل

''فطر'' کے معنیٰ شگاف کے ہیں، اس کی جمع ''فطور'' آتی ہے(۳)، ارشاد باری ہے:

﴿فَٱرۡجِعِ ٱلۡبَصَرَ هَلۡ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ ۝٣﴾ [الملک: ۳]۔

دوبارہ (نظریں ڈال کر) دیکھ لے کیا کوئی شگاف بھی نظر آ رہا ہے۔

اور ''فطر اللہ العالم'' کا معنیٰ ہے اللہ نے دنیا کو آغاز میں وجود بخشا(۴)، اور ''فطر الخلق'' کا معنیٰ ہے اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا اور انہیں شروع کیا(۵)۔

---

(۱) دیکھئے: الاجوبۃ المفیدۃ لمہمات العقیدۃ، از شیخ عبد الرحمن بن محمد الدوسری ص ۴۰۔
(۲) کواشف زیوف المذاہب المعاصرۃ، از عبد الرحمن المیدانی ص ۴۰۹۔
(۳) دیکھئے: المعجم الوسیط، مادہ 'فطر' ۲/ ۶۹۴، ومختار الصحاح، مادہ 'فطر' ص ۲۱۲۔
(۴) دیکھئے: المعجم الوسیط، مادہ 'فطر' ۲/ ۶۹۴۔
(۵) دیکھئے: القاموس المحیط، فصل فاء، باب راء، ص ۵۸۷۔

﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ﴾ [الانعام:۷۹]۔

میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔

اور "فطرت"، وہ خلقت ہے جس پر پہلے پہل ہر موجود کی پیدائش ہوئی ہے (۱)، اسی طرح وہ خلقت جس پر بچہ اپنی ماں کے رحم میں پیدا ہوتا ہے، اسی طرح فطرت دین اسلام (۲)، اور اس سلیم طبیعت کو بھی کہا جاتا ہے جس میں کسی قسم کا عیب وخلل نہ ہو (۳)، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَا تُنْتَجُ البَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ" (۴)، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ﴿فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ﴾ [الروم:۳۰] (۵)۔

ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جانور صحیح سالم بچہ جنتا ہے۔ کیا تم نے کوئی کان کٹا ہوا بچہ بھی دیکھا ہے؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو تلاوت کیا۔ "یہ اللہ تعالیٰ کی فطرت

---

(۱) دیکھئے: المعجم الوسیط، مادہ فطر، ۲/ ۶۹۴۔

(۲) القاموس المحیط، فصل فاء، باب راء، ص ۵۸۷۔

(۳) دیکھئے: المعجم الوسیط، مادہ فطر، ۲/ ۶۹۴۔

(۴) یعنی چوپایہ بچے کو کامل الخلقت جنتا ہے، لہٰذا اگر اُسے ایسے ہی چھوڑ دیا جائے تو وہ عیب سے خالی ہوگا، لیکن لوگ اس میں تصرف کرتے ہیں، مثلاً اس کا کان کاٹ دیتے ہیں، چنانچہ وہ اصل سے خارج ہو جاتا ہے، یہ ایک واقعی تشبیہ اور واضح توجیہ ہے، دیکھئے: فتح الباری، ۳/ ۲۴۹۔

(۵) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبی فمات ھل یصلیٰ علیہ وھل یعرض علی الصبی الاسلام؟ ۳/ ۲۱۹، حدیث (۱۳۵۸)، نیز دیگر جگہوں پر بھی اسے روایت کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں: ۳/ ۲۱۹، ۲۴۹، ۸/ ۵۱۲، ۱۱/ ۴۹۳۔ وصحیح مسلم، کتاب القدر، باب معنیٰ کل مولود یولد علی الفطرۃ، وحکم موت أطفال الکفار وأطفال المسلمین، ۴/ ۲۰۴۷، حدیث (۲۶۵۸)۔

ہے جس پر لوگوں کو اس نے پیدا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی خلقت میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔

چنانچہ ملحدین کے ساتھ حکمت کی بات یہ ہے کہ داعی اپنی دعوت میں ان کے لئے فطری دلائل کا استعمال کرے، چنانچہ ان کے سامنے اس بات کی وضاحت کرے کہ بچہ ایک طرح کی جبلت اور ایسی طبیعت پر پیدا ہوتا ہے جو دین کی قبولیت کے لئے تیار اور آمادہ رہتی ہے، لہٰذا اگر اسے اسی پر چھوڑ دیا جائے تو وہ بدستور اُسی پر قائم رہے گا' اُسے چھوڑ کر دوسری چیز قبول نہ کرے گا، اُس سے کسی بشری آفت یا تقلید وغیرہ کی بنا پر ہی کوئی اعراض کرنے والا اعراض کرسکتا ہے۔۔۔ورنہ ہر بچہ اللہ کی معرفت اور اس کے اعتراف و اقرار پر پیدا ہوتا ہے، اسی لئے آپ کو ایسا کوئی نہ ملے گا جو اس بات کا اقراری نہ ہو کہ اُس کا کوئی صانع اور بنانے والا ہے، گرچہ اُسے کسی دوسرے نام سے موسوم کرے یا اُس کے ساتھ کسی دوسرے کی پرستش کرے[1]۔

اللہ کی فطرت جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے' کا مقصد اسلام کی فطرت[2]، باطل عقائد سے سلامتی اور صحیح عقائد کی قبولیت ہے؛ کیونکہ اسلام کی حقیقت اللہ واحد کی مکمل تابعداری اور اُس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''**كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ؟**''۔

جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جانور صحیح سالم بچہ جنتا ہے، کیا تم نے کوئی کان کٹا ہوا بچہ بھی دیکھا ہے؟

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے کہ جس طرح جسم سلامت ہوتا ہے اسی طرح دل بھی نقص وعیب سے سلامت ہوتا ہے' اور عیب بعد میں آتا اور طاری ہوتا ہے[3]، نبی کریم ﷺ کا

---

(۱) دیکھئے: النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، از ابن الاثیر، ۳/ ۴۵۷، وفتح الباری، ۳/ ۲۴۸-۲۵۰۔

(۲) امام بخاری رحمہ اللہ نے پورے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ فطرت اسلام ہے، دیکھئے: بخاری مع فتح الباری، کتاب التفسیر، باب لا تبدیل لخلق اللہ، ۸/ ۵۱۲۔

(۳) دیکھئے: فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۴/ ۲۴۵، وفتح الباری، ۴/ ۲۴۵۔

ارشاد گرامی ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے):

''وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ، وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ ، وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ، وَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يُشْرِكُوا بِي مَا لَمْ أُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا... ''①۔

میں نے اپنے سب بندوں کو مسلمان پیدا کیا ہے (یا گناہوں سے پاک یا استقامت پر اور ہدایت کی قابلیت پر اور بعضوں نے کہا کہ مراد وہ عہد ہے جو دنیا میں آنے سے پہلے لیا تھا) پھر ان کے پاس شیطان آئے اور ان کو ان کے دین سے ہٹا دیا (یا ان کے دین سے روک دیا) اور جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال کی تھیں، وہ حرام کیں اور ان کو میرے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیا جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے حق کے ساتھ فطرت کی ایک مثال بیان فرمائی ہے جس سے اس کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے، فرماتے ہیں:

''حق کے ساتھ فطرت کی مثال آفتاب کے ساتھ آنکھ کی روشنی جیسی ہے، چنانچہ ہر آنکھ والے کو اگر بلا حجاب چھوڑ دیا جائے تو سورج ضرور دیکھے گا، اور پیش آنے والے یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت وغیرہ باطل اعتقادات کی مثال اس آڑ اور پردہ جیسی ہے جو انسان کی نگاہ اور سورج کے دیدار کے درمیان حائل ہوتے ہیں، اسی طرح ہر صحیح سالم احساس والا شیرینی پسند کرتا ہے سوائے اس کے جس کی طبیعت میں فساد بپا ہو جائے جو اس کی طبیعت کو بگاڑ دے، اور نتیجہ یہ ہو کہ مٹھاس اس کے منہ میں کڑوا محسوس ہونے لگے''②۔

فرمان نبوی ''يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ '' (فطرت پر پیدا ہوتا ہے) کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی

---

① صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب الصفات التی یعرف بھا فی الدنیا أھل الجنۃ وأھل النار، ۴/ ۲۱۹۷، حدیث (۲۸۶۵)۔

② درء تعارض العقل والنقل، ۹/ ۳۷۵، ومجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، ۴/ ۲۴۷۔

ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت دین کا علم رکھتا ہے اور عملی طور پر اسلام کا عقیدہ رکھتا ہے؛ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاللَّهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٧٨﴾﴾ [النحل:۷۸]۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا ہے کہ اس وقت تم کچھ بھی نہ جانتے تھے، اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے کہ تم شکر گزاری کرو۔

بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی فطرت دین اسلام کی معرفت، اس کی محبت، حق کی چاہت وقبولیت، اور ربوبیت کے اقرار کی متقاضی ہوتی ہے، اور اگر اُسے بلا معارض اور تبدیلی کرنے والے کے آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ مسلمان ہی ہوگا، اُسے چھوڑ کر دوسری چیز قبول نہ کرے گا، جیسا کہ بچہ اپنے جسم کے لئے مناسب وموزوں چیز دودھ پینے کی محبت پر پیدا ہوتا ہے' یہاں تک کہ کوئی پھیرنے والی چیز اسے پھیر دے، اور یہی وجہ ہے کہ فطرت کو دودھ سے تشبیہ دی گئی ہے' چنانچہ فطرت اللہ کی معرفت، اس کی محبت اور اس کی توحید کو مستلزم ہے [۱]۔

اور اس پر صحیح مسلم کی روایت دلالت کرتی ہے:

''مَا مِنْ مَوْلُودٍ يُولَدُ إِلَّا وَهُوَ عَلَى هَذِهِ الْمِلَّةِ حَتَّى يُبَيِّنَ عَنْهُ لِسَانُهُ'' [۲]۔

جو بھی بچہ پیدا ہوتا ہے اسی ملت پر ہوتا ہے' یہاں تک کہ اس کی زبان اس کی وضاحت کرتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اُس نے بنی آدم کی نسلوں کو ان کے باپ کی پشتوں

---

① دیکھئے: شرح صحیح مسلم از امام نووی، ۱۶/ ۲۰۸، وفتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۴/ ۲۴۷، ۱۶/ ۳۴۴، ۴/ ۲۴۹، وفتح الباری، ۳/ ۲۴۸-۲۵۰۔

② صحیح مسلم، کتاب القدر، باب معنی: کل مولود یولد علی الفطرۃ، ۴/ ۲۰۴۸، حدیث (۲۳، ۲۶۵۸)۔

سے اس حال میں نکالا تھا کہ وہ اپنی ذات کے سلسلہ میں اس بات پر گواہ تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کا رب اور مالک ہے، نیز یہ کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنۢ بَنِيٓ ءَادَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا۟ بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَآ ۛ﴾ [الاعراف:۱۷۲]۔

اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں! ہم سب گواہ بنتے ہیں۔

اس سے یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کسی پیشگی غور و فکر یا تعلیم کے بغیر اپنے خالق حقیقی کے ایمان پر پیدا ہوا ہے [۱]۔

اس کی بخوبی وضاحت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ایک عقلمند اگر ذرا بھی اپنی ذات اور اپنی عقل کی طرف رجوع کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ اپنے وجود، اپنی بقاء اور حالات کی تبدیلیوں میں خالق سبحانہ وتعالیٰ کا محتاج ہے [۲]، اور اگر مخلوقات کا مشاہدہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ سب کے سب تمام چیزوں میں خالق کے محتاج ہیں، تخلیق و ایجاد میں اُس کے محتاج ہیں، اپنی بقاء، روزی اور امداد رسانی میں اس کے محتاج ہیں، اسی طرح منافع کے حصول اور نقصانات کے دفعیہ میں اُس کے محتاج ہیں۔

چنانچہ لوگوں کے حالات کا اس وقت جائزہ لیں جب انہیں مصائب و مشکلات نے گھیر لیا ہو، وہ ہلاکت و تباہی کے شکار اور خطرات سے دو چار ہو گئے ہوں، کہ تمہیں اُن کے دل کیسے اللہ سے وابستہ

---

① دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۲۶۲، ۳/ ۴۳۳، و درء تعارض العقل والنقل، ۸/ ۴۸۷، و جامع الرسائل، از امام ابن تیمیہ، ۱/ ۱۱، وأضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، از امام شنقیطی، ۲/ ۳۳۷۔

② دیکھئے: کتاب الداعی إلی الاسلام از عبد الرحمن الانباری ص ۲۱۱، و درء تعارض العقل والنقل، ۳/ ۱۱۳۔

دکھائی دیتے ہیں، ان کی آوازیں اللہ سے مانگنے میں بلند نظر آتی ہیں اور ان کے دل اللہ کی مدد کے منتظر ہوتے ہیں، وہ اللہ کے سوا دائیں بائیں متوجہ نہیں ہوتے [①]۔

اس کی مزید وضاحت اس حقیقت سے بھی ہوتی ہے کہ مخلوق پیش آمدہ حوادث میں سے جب کسی حادثہ کا مشاہدہ کرتی ہے جیسے بادل کی گرج، زوردار چیخ اور کڑک، بجلیاں اور زلزلے، کوہ آتش فشاں، تیز و تند ہوا، موسلا دھار بارش، نہروں کا سیلاب اور سمندروں اور دریاؤں کی موجوں کی طغیانی وغیرہ، جب مخلوق ان چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہے تو اللہ کو پکارتی ہے، اسی سے سوال کرتی ہے اور اسی کی محتاج ہوتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ یہ نت نئے حوادث ازخود وقوع پذیر نہیں ہوتے بلکہ وجود میں لانے والی ایک ذات ہے جس نے انہیں وجود بخشا ہے، گرچہ کہ انہیں تمام موجودات کے بارے میں اس کا علم ہے؛ لیکن جن چیزوں کے وقوع کے وہ عادی ہیں اُن سے مانوس ہیں، برخلاف نت نئے حوادث کے، حالانکہ اگر صرف انسانی تخلیق کو لے لیا جائے تو اس بات کی ایک بڑی نشانی ہے، چنانچہ ہر ایک جانتا ہے کہ اُس نے خود کو پیدا نہیں کیا ہے، نہ اس کے ماں باپ نے اسے وجود بخشا ہے، نہ ہی اور کسی انسان نے اسے ایجاد کیا ہے، اور یہ بھی جانتا ہے کہ کوئی نہ کوئی اس کا خالق ضرور ہے، اور وہ خالق موجود ہے، زندہ ہے، علم والا ہے، طاقتور ہے، سننے والا ہے، دیکھنے والا ہے، حکمت والا ہے، اور محافظ و نگہبان ہے [②]، ارشاد باری ہے:

﴿ وَفِىٓ أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾ ﴾ [الذاریات:۲۱]۔

اور خود تمہاری ذات میں بھی، تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔

اور اس منکر اور ہٹ دھرم انسان کو یاد دلاتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَإِذَا مَسَّكُمُ ٱلضُّرُّ فِى ٱلْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّآ إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّىٰكُمْ

① دیکھئے: الریاض الناضرۃ والحدائق النیرۃ الزاھرۃ، ص ۲۵۱، ۲۵۲۔

② دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۳ / ۱۲۲، ۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۷۔

إِلَى ٱلْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ ٱلْإِنسَٰنُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾ ﴾ [الاسراء:٦٧]۔

اور سمندروں میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں تم پکارتے تھے سب گم ہو جاتے ہیں صرف وہی اللہ باقی رہ جاتا ہے، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ ٱللَّهِ ۖ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ ٱلضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْـَٔرُونَ ﴿٥٣﴾ ﴾ [النحل:٥٣]۔

تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں، اب بھی جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آجائے تو اسی کی طرف نالہ وفریاد کرتے ہو۔

چنانچہ فرمان باری سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ لوگ خوشحالی میں گرچہ اس فطرت سے غافل ہوتے ہوں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ بدحالی و دشواری میں اللہ ہی کی پناہ لیتے ہیں، کیونکہ انہیں فطری طور پر اس بات کا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مشکلات اور پریشانیاں دور کرتا ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں، چنانچہ وہ زبانِ گفتگو اور زبانِ حال دونوں سے اللہ ہی سے سوال کرتے ہیں، خلاصۂ کلام اینکہ یہ چیزیں محض اسی لئے پیش آتی ہیں کہ پوری مخلوق فطری طور پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ربوبیت اور وحدانیت کی معترف ہے، نیز یہ کہ وہی نفع ونقصان کا مالک ہے، ہر چیز کی بادشاہت اسی کے ہاتھ میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جن کی فطرت فاسد عقائد کی بنیاد پر بگڑ گئی ہو[1]۔

---

(١) دیکھئے: الریاض الناضرۃ والحدائق النیرۃ الزاھرۃ، ص ٢٥٢، وعقیدۃ المسلمین، از بلیھی، ١/ ٧٠، وشرح أصول الایمان، از علامہ محمد بن صالح العثیمین، ص ١٥۔

تیسرا مبحث: عقلی دلائل و براہین

چونکہ مادہ پرستان، نظریہ طبیعت کے حاملین اور دہریہ حضرات کھلم کھلا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اس لئے انہیں اللہ کی طرف دعوت دینے میں حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کے سامنے قطعی اور ٹھوس عقلی دلائل و براہین پیش کئے جائیں، جن کی تفصیل حسب ذیل مسالک میں ہے:

پہلا مسلک: حکیمانہ عقلی تقسیم:

اللہ عزوجل کے وجود اور اس کی ربوبیت کے ہر منکر کے خلاف ایک ایسے امر سے استدلال کیا جانا چاہیئے کہ اس کے لئے حق کے تسلیم اور اس کی تابعداری یا پھر عقل وخرد سے نکل کر جنون اور منحرف فطرتوں میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہ جائے، چنانچہ اللہ کے وجود و ربوبیت کے ہر منکر سے کہا جائے:

عقلی طور پر چیزوں کی تقسیم صرف تین ہو سکتی ہے، جن کا کوئی چوتھا نہیں:

۱۔ یا تو یہ تمام مخلوقات کسی موجد یا خالق کے بغیر از خود وجود میں آجائیں، اور یہ چیز محال و ناممکن ہے، عقلیں بدیہی طور پر اسے باطل اور غلط قرار دیتی ہیں، اور یہ بات بھی یقینی طور پر معلوم ہے کہ ایسا گمان کرنے والا شخص عقل و دانش کی بہ نسبت جنون و پاگل پنی سے زیادہ قریب ہے؛ کیونکہ ہر عقلمند شخص اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ کوئی بھی چیز کسی موجد و خالق کے بغیر از خود وجود میں نہیں آسکتی، بلکہ ہر وجود میں آنے والی شے کے لئے کوئی نہ کوئی موجد ناگزیر ہے، اس کے انکار کی کوئی صورت نہیں، کیونکہ موجد و خالق کے بغیر کسی چیز کا وجود میں آنا حس، مشاہدہ اور فطرت سلیمہ کی روشنی میں باطل و محال ہے۔

۲۔ یا تو یہ بڑی بڑی مخلوقات خود ہی اپنے آپ کی موجد ہوں، یہ بھی عقلی طور پر بداہتۃً محال اور

ممنوع ہے، اور ہر عقلمند یقینی طور پر جانتا ہے کہ کوئی چیز خود اپنے آپ کی موجد و خالق نہیں ہو سکتی؛ کیونکہ اپنے وجود سے قبل وہ چیز خود معدوم تھی تو خالق کیونکر ہو سکتی ہے؟

لہٰذا جب یہ دونوں صورتیں عقلی وفطری طور پر باطل قرار پائیں اور ان کا محال ہونا عیاں ہوگیا تو (حسب ذیل) تیسری صورت طے پائی:

٣۔ وہ یہ کہ ان تمام تر مخلوقات خواہ علوی ہوں یا سفلی نیز ان تمام حوادث کا کوئی موجد ضرور ہے جہاں تخلیق، بادشاہت اور تدبیر کی انتہا ہو جاتی ہے، اور وہ ہر چیز کے خالق اللہ کی ذات با عظمت ہے، جو ہر چیز میں تصرف کرنے والا اور تمام امور کا مدبر ہے [1]، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس عقلی دلیل اور قطعی برہان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿أَمْ خُلِقُوا۟ مِنْ غَيْرِ شَىْءٍ أَمْ هُمُ ٱلْخَـٰلِقُونَ ﴿٣٥﴾﴾ [الطور:٣٥]۔

کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟

اسی لئے جبیر بن مطعم نبی کریم ﷺ کی زبانی اس آیت کریمہ کو سن کر بہت زیادہ متاثر ہو گئے تھے، فرماتے ہیں:

''میں نے نبی کریم ﷺ کو مغرب میں سورۂ طور کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، جب آپ اس آیت کریمہ پر پہنچے:

﴿أَمْ خُلِقُوا۟ مِنْ غَيْرِ شَىْءٍ أَمْ هُمُ ٱلْخَـٰلِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا۟ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ ٱلْمُصَۣيْطِرُونَ ﴿٣٧﴾﴾ [الطور:٣٥-٣٧]۔

---

(1) دیکھئے: الفصل فی الملل والأهواء والنحل، از امام ابن حزم، ١/ ٦٦، ودرء تعارض العقل والنقل، ٣/ ١١٣، والریاض الناضرة، از علامہ سعدی، ص ٢٤٧، وتفسیر السعدی، ٧/ ١٩٥، وأضواء البیان از امام شنقیطی، ٤/ ٣٦٨، وشرح اصول الایمان، از علامہ محمد بن صالح العثیمین، ص ١٥۔

کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ کیا انہوں نے ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں۔ یا کیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں؟ یا (ان خزانوں کے) یہ داروغہ ہیں۔

تو قریب تھا کہ میرا دل اُڑ جائے ① یہ پہلا موقع تھا جب ایمان میرے دل میں جاگزیں ہوا"② ۔

لہٰذا مخلوق کے لئے خالق ضروری ہے، مصنوع (بنی ہوئی شيء) کے لئے کاریگر ضروری ہے، اور کام کے لئے کرنے والا ضروری ہے، اور یہ تمام مسائل نہایت واضح، روشن اور بدیہی مسائل ہیں جن کی معلومات میں تمام اہل دانش شریک ہیں، نیز یہ عقلی بنیادوں پر طے شدہ عظیم ترین امور ہیں، لہٰذا جو ان میں تردد کرے یا ان کی دلالت میں شک کرے وہ خود اپنی گمرہی اور بدعقلی و بے عقلی کی دلیل ہے③ ۔

دوسرا مسلک: عدم کسی چیز کی تخلیق نہیں کرسکتا:

ملحدین کو دعوت دینے میں ایک داعی کو جن عقلی قواعد سے غافل نہیں ہونا چاہئے ان میں سے یہ قاعدہ بھی ہے کہ: عدم کسی چیز کا خالق نہیں ہوتا، چنانچہ عدم جس کا وجود ہی نہیں، وہ اپنی عدم موجودگی کے باعث کچھ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

اور اگر ایک عقلمند روزانہ پیدا ہونے والی مخلوقات خواہ انسان ہو یا حیوان میں غور کرے اسی طرح

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب التفسیر، سورۃ الطور، باب حدثنا عبداللہ بن یوسف، ۸ / ۶۰۳، حدیث (۴۸۵۴)۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المغازی، باب حدثنی خلیفہ، حدثنا محمد بن عبداللہ الأنصاری، ۷ / ۳۲۳، حدیث (۴۰۲۳)۔

③ دیکھئے: الریاض الناضرۃ، از عبدالرحمن بن ناصر السعدی ص ۲۴۷، ومنهاج الجدل في القرآن الكريم، از ڈاکٹر زاہر بن عواض الالمعی ص ۱۳۸۔

کائنات میں حدوث پذیر ہواؤں، بارش، روز وشب، نیز ہر لمحہ آفتاب و ماہتاب اور ستاروں سیاروں وغیرہ کی منظم حرکات میں فکر کرے، اگر عقلمند ان چیزوں میں اور لمحہ لمحہ کائنات میں وجود پذیر دیگر ٹھوس تبدیلیوں میں تامل کرے تو عقل قطعی ثابت کر دے گی کہ یہ ساری چیزیں عدم کی کارکردگی کا نتیجہ نہیں، بلکہ موجود خالق سبحانہ وتعالیٰ کی کاریگری کا نتیجہ ہیں ①۔

تیسرا مسلک: خاموش طبیعت کے بس میں کچھ نہیں، اور جس کے پاس خود کوئی چیز نہ ہو وہ دوسروں کو نہیں دے سکتا:

تمام عقلمندوں کے یہاں یہ چیز معلوم ہے کہ جس کی ملکیت میں مال نہیں ہوتا لوگ اس سے مال کا سوال نہیں کرتے، اسی طرح جاہل سے علم نہیں آتا؛ کیونکہ جس کے پاس خود کوئی چیز نہ ہو وہ دوسروں کو نہیں دے سکتا۔

لہٰذا جو یہ گمان کرے کہ طبیعت ② نے اُسے پیدا کیا ہے یا کچھ بھی پیدا کیا ہے وہ عقل کا مخالف اور حق کا دشمن ہے، کیونکہ کائنات خود گواہی دے رہی ہے کہ اُس کا خالق حکمت والا، علم والا، خبر رکھنے والا، ہدایت دینے والا، روزی رساں، حفاظت کرنے والا، مہربان، اور تنہا اور اکیلا ہے، جبکہ جامد طبیعت ان میں سے ایک ذرہ کی بھی مالک نہیں ہے۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ جو بھی اس بات کے قائل ہیں کہ طبیعت کسی چیز کی خالق ہے عقل کے تقاضوں کے خلاف ہیں؛ کیونکہ طبیعت کے پاس کوئی تجربہ نہیں، اُن کے پاس تجربہ ہے، طبیعت کا

---

① دیکھئے: حاشیۃ ثلاثۃ الاصول محمد بن عبدالوھاب، از عبدالرحمن بن قاسم، ص ۲۹، والایمان از زندانی مع مجموعہ اہل علم، ص ۲۱، وکتاب التوحید از زندانی، ۱/۲۱۔

② مادہ پرستوں کے یہاں طبیعت مادہ کے معنیٰ میں ہے اور مادہ طبیعت کے معنیٰ میں، یعنی یہی مخلوقات اپنی موجودہ صفات کے ساتھ۔ دیکھئے: موقف الاسلام من نظریۃ مارکس، از احمد عوایشہ، ص ۱۲۸، الایمان از زندانی، ص ۳۶۔

کوئی ارادہ نہیں، اُن کے پاس ارادہ ہے، طبیعت کے پاس کوئی علم نہیں، اُن کے پاس علم ہے! تو کیا اُنہیں اتنا بھی علم نہیں کہ جس کے پاس خود کوئی چیز نہ ہو وہ دوسروں کو نہیں دے سکتا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَٱسْتَمِعُوا۟ لَهُۥٓ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَن يَخْلُقُوا۟ ذُبَابًا وَلَوِ ٱجْتَمَعُوا۟ لَهُۥ ۖ وَإِن يَسْلُبْهُمُ ٱلذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ ٱلطَّالِبُ وَٱلْمَطْلُوبُ ﴿٧٣﴾﴾ [الحج:۷۳]۔

لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے، ذرا کان لگا کر سن لو! اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے، گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے، بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے۔

لہٰذا خالق کا مطلق طور پر کامل و مکمل ہونا ضروری ہے، بایں طور کہ وہ:

۱۔دوسروں سے بے نیاز ہو۔ ۲۔اول ہو جس کا آغاز نہ ہو۔

۳۔آخر ہو جس کی انتہا نہ ہو۔ ۴۔کوئی وقت اسے محدود نہ کر سکے۔

۵۔کوئی جگہ اسے محدود نہ کر سکے۔ ۶۔ہر چیز پر قادر ہو۔

۷۔ہر چیز کا جاننے والا ہو، جو ہو چکا، اور جو ہوگا اور جو نہیں ہوا اگر ہوتا تو کیسے ہوتا۔

اور یہ تمام خصوصیتیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے لئے ممکن ہیں جو تمام وجوہ سے کامل و مکمل ہے، اور الحمد للہ اس سے مادہ پرستوں کا قول ساقط ہو جاتا ہے؛ کیونکہ مادہ میں اس میں سے کوئی صفت نہیں پائی جاتی[1]۔

---

[1] دیکھئے: موقف الاسلام من نظریۃ مارکس، از احمد عوایشہ، ص ۱۲۵، ۱۸۲، ۱۸۷، ومذکرۃ فی العقیدۃ الاسلامیۃ، از ڈاکٹر ناصر بن عقیل الطریفی، ص ۹۔

چوتھا مسلک: اندھے اتفاق کے بس میں کوئی زندگی نہیں:

ملحدین صدفہ[1] کا عقیدہ رکھتے ہیں، یعنی تمام اشیاء اور مخلوقات کی موجودہ تکوین و تنظیم صدفہ اور مقابلہ کے طور پر ہوئی ہے، قصد وارادہ اور تدبیر کے طریقہ سے نہیں ہوئی ہے۔

ان لوگوں کے ساتھ حکمت کی بات یہ ہے کہ ان سے کہا جائے: اس دنیا کو یہ عجیب نظام اور حکیمانہ ترتیب و تنظیم کہاں سے حاصل ہوئی جس سے عقلیں حیران و ششدر ہیں؟ یہ چیز اتفاق و مصادفہ اور محض اچانک کی طرف کیسے منسوب کی جاسکتی ہے؟ اور وہ اجزاء اپنی شکلوں کے اختلاف اور اپنے مصادر و قواعد کے جداگانہ ہونے کے باوجود کیسے اکٹھا ہوئے، اور کیسے ان کی حفاظت کی گئی اور اپنی ہم آہنگی پر وہ کیسے باقی رہے، نیز بار بار ان میں کیسے تجدد پیدا ہوا؟

یقینا جو اس نظام یا اس ٹھوس اور انوکھی کاریگری کے بارے میں یہ کہتا یا عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ سب محض صدفہ کے طور پر ہوا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو حروف ہجاء: ا، ب، ت۔۔۔ ایک صندوق میں ڈال دے اور پھر اس صندوق کو اس لالچ میں ہلائے کہ یہ حروف از خود ایک دوسرے سے جڑ جائیں اور اس سے ایک بلیغ قصیدہ تیار ہو جائے، یا ہندسہ میں کوئی دقیق کتاب تیار ہو جائے! کیا یہ کھلی بیوقوفی اور کم عقلی نہیں ہے؟ کیونکہ اگر وہ اس صندوق کو مستقل سالہا سال اور زمانہ تک بھی ہلاتا رہے گا تو اسے حروف ہی ملیں گے۔

اسی طرح اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو یہ کہتا ہے کہ: ایک اندھے آدمی کے لئے ایک لوحہ میں ایک سوئی چبھا دی گئی اور اسے ایک ہزار سوئیاں دیدی گئیں اور اس سے کہا گیا کہ: ان سوئیوں کو یکے بعد دیگرے پھینکو تا کہ پہلی سوئی لوحہ میں چبھوئی ہوئی سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے اور

---

[1] عربی زبان میں صدفہ: جب کوئی کسی کو کسی پیشگی وعدہ یا توقع کے بغیر یکایک پالے یا اُس سے اچانک ملاقات ہو جائے تو اُسے "مصادفہ" کہا جاتا ہے، دیکھئے: المعجم الوسیط، مادہ: صدف، ۲ / ۵۱۰۔

دوسری سوئی پہلی سوئی کے سوراخ میں داخل ہوجائے، اسی طرح تیسری سوئی دوسری سوئی کے سوراخ میں، محض صدفہ کے طور پر داخل ہوجائے!! تو کیا کوئی عقلمند اس کام اور اسی طرح اس سے پہلے عمل کی تصدیق کرے گا؟ کسی عقلمند کا اس کی تصدیق کرنا ممکن نہیں، کیونکہ یہ ایک محال صورت ہے جسے نہ عقلیں تسلیم کرسکتی ہیں نہ ہی اس کا اقرار، تو بھلا کوئی عقلمند اس بات کی تصدیق کیونکر کرسکتا ہے کہ یہ پوری کائنات جس کا ذرہ ذرہ انوکھی کاریگری اور نظم وضبط سے آراستہ ہے اس کا وجود یونہی محض صدفۃً ہوگیا ہو؟؟

یقیناً ان تخیلات کی تصدیق کرنے والی مخلوق پاگل ہے عقلمندوں کی طرف اسے منسوب نہیں کیا جاسکتا، نہ ہی اُسے کبھی عقلمندوں میں شمار ہی کیا جاسکتا ہے۔

﴿أَفِى ٱللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ﴾ [ابراہیم:۱۰]۔

کیا حق تعالیٰ کے بارے میں تمہیں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔

اس میں اس بات کی قطعی اور یقینی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے، نیز یہ کہ صدفہ کا نہ کوئی وجود ہے نہ ہی اللہ کی مخلوقات میں کوئی تصرف، اور اس سے صدفہ کے قائلین ہٹ دھرم ملحدین کے شبہات باطل ہوجاتے ہیں، والحمد للہ ①۔

پانچواں مسلک: حکیمانہ عقلی مناظرے:

ملحدین اور مادہ پرست طبیعیوں کی دعوت میں حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان سے حکیمانہ عقلی مناظرے کئے جائیں جو ان کے سامنے حق کی وضاحت کریں اور انہیں اس بات کے تسلیم واقرار پر مجبور کردیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی حق ہے اور مشرکین اللہ کے سوا جسے پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔

---

① دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۳/ ۱۲۹، والاسلام یتحدی، از وحید الدین خان، ص ۶۵، وعقیدۃ المؤمن، از ابو بکر الجزائری ص ۴۴، ومنهاج الجدل فی القرآن الکریم، از ڈاکٹر زاہر بن عواض الالمعی ص ۱۴۲۔

جن مناظروں میں مسلمانوں نے ملحدین کو لاجواب کر دیا ان میں سے وہ مناظرہ بھی ہے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ملحدین کی ایک جماعت کے ساتھ مناظرہ کیا اور انہیں مغلوب کر دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حق کی طرف پلٹ آئے اور اُن کے ہاتھوں پر مسلمان ہو گئے (۱)۔

چھٹا مسلک: سببیت کا مبدا:

واقع اور صحیح سالم عقلیں اس بات پر گواہ ہیں کہ انسان نے جب سے اس دنیا میں آنکھیں کھولا ہے کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی چیز کسی سبب کے بغیر وقوع پذیر ہو جائے، یہاں تک کہ واقع کے اعتبار سے یہ چیز ایسی ہو گئی کہ عقل انسانی اس کے خلاف تصور ہی نہیں کرتی، اور اس کے اقرار کی نفی وہی کرتا یا کرسکتا ہے جس کی عقل مفقود یا مریض ہو جیسے نیم پاگل لوگ ہوا کرتے ہیں، یا پھر ناقص عقل جیسے وہ بچہ جو برتن توڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ خود سے ٹوٹ گیا ہے (۲)۔

---

(۱) یہ مناظرہ مکمل طور پر (اصل کتاب: الحکمۃ فی الدعوۃ الی اللہ، ص ۴۴۲ میں) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مواقف میں گزر چکا ہے۔ [وہ مناظرہ یہ ہے: بتایا جاتا ہے کہ ملحدین کی ایک جماعت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس آئی، اور انہوں نے کہا: خالق کے وجود کی کیا دلیل ہے؟ امام صاحب نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو، کیونکہ میرا ذہن ایک بڑے عجیب وغریب مسئلہ میں الجھا ہوا ہے! انہوں نے پوچھا: وہ کیا؟ آپ نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ دریائے دجلہ میں عجیب وغریب مختلف قسم کے ساز وسامان سے لدی ہوئی ایک بہت بڑی کشتی خود سے جارہی ہے اور واپس آرہی ہے، نہ اسے کوئی حرکت دینے والا ہے کوئی نگہبان! ان لوگوں نے حیران ہو کر کہا: کیا آپ پاگل ہو گئے ہیں؟ کہا: کیوں؟ انہوں نے کہا: یہ بات کوئی عقلمند تسلیم ہی نہیں کرسکتا!! آپ نے فرمایا: تو آپ لوگوں کی عقلوں نے بھلا کیسے تسلیم کر لیا کہ قسم قسم کے عجیب حوادث سمیت یہ دنیا، اور یہ گھومنے چلنے والا فلک از خود چلتا ہے، اور یہ حوادث بغیر کسی انجام دہندہ کے از خود وقوع پذیر ہوتے ہیں اور یہ حرکت کرنے والی چیزیں بلا کسی محرک کے یونہی حرکت کرتی ہیں؟ یہ سن کر وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے (مترجم)] نیز دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۳/ ۱۲۷، والریاض الناضرۃ، از امام سعدی، ص ۲۵۸، وعقیدۃ المسلمین از بلیہی، ۱/ ۱۲۳، ومنہاج الجدل، ص ۱۳۹۔

(۲) دیکھئے: موقف الاسلام من نظریۃ مارکس، ص ۲۸۴-۲۸۸۔

اسی لئے ایک اعرابی نے بھی اس سببیت کو اچھی طرح سمجھ لیا، جب اس سے پوچھا گیا: رب سبحانہ وتعالیٰ کے وجود کی کیا دلیل ہے؟ تو اس نے کہا: سبحان اللہ! مینگنی اونٹ پر دلالت کرتی ہے اور نشان قدم چلنے پر دلالت کرتا ہے، تو یہ برجوں والا آسمان، کشادہ راستوں والی زمین، موج مارتے سمندر، تاریک شب اور روشن دن کیا یہ چیزیں باریک بیں باخبر اللہ پر دلالت نہیں کرتیں ①۔

لہٰذا مخلوق کے لئے خالق ضروری ہے اور ہر اثر کے لئے موثر ضروری ہے اور واقع ہونے والی چیز کے لئے موجد ضروری ہے، اور اسی کا نام قیاس شمول ہے۔

اور قیاس تمثیل یہ ہے کہ جیسے کہا جائے: یہ واقع ہونے والی شے ہے لہٰذا اس کے لئے موجد ضروری ہے ②۔

اور اس قاعدہ کی بنیاد پر ہماری یہ دنیا زمین، آسمان، انسان، حیوان، شب و روز، آفتاب وماہتاب وغیرہ کے لئے کوئی موجد ومحدث ضروری ہے، پھر جس طرح یہ دنیا بلا سبب وجود میں نہیں آئی ہے اسی طرح اس کی بقا کے لئے بھی کوئی سبب درکار ہے جو اس کی حفاظت کرے اور اسے باقی رکھے، اور اس کی قدرت صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہے جو تنہا غالب ہے ③۔

ساتواں مسلک: صنعت میں غور وفکر صنعت کار کے بعض صفات پر دلالت کرتا ہے:

جن قواعد سے ملحدین کی تردید کی جا سکتی ہے ان میں سے یہ قاعدہ بھی ہے کہ صنعت میں غور وفکر صنعت کار کے بعض صفات پر دلالت کرتا ہے؛ کیونکہ صنعت میں پائی جانے والی ہر چیز صنعت کار

---

① دیکھئے: الریاض الناضرۃ، ص ۲۵۸، ومنہاج الجدل فی القرآن الکریم، ص ۱۳۹، وموقف الاسلام من نظریۃ مارکس، ص ۲۸۸۔
② دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۳/ ۷۳، ۱۲۱-۱۲۷۔
③ دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۳/ ۱۲۱، ومذکرۃ فی العقیدۃ الاسلامیۃ، از ڈاکٹر ناصر الطریفی، ص ۹۔

کی قدرت، یا علم، یا تجربہ یا اس کی حکمت پر دلالت کرتی ہے۔

اور یہیں سے ہمیں اس بات کا علم ہوتا ہے کہ صنعت میں غور وفکر صنعت کار کے بعض صفات پر دلالت کرتا ہے۔

جب یہ بات معلوم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی ربوبیت کے منکر سے کہا جائے گا: ذرا اپنی پیدائش اور اپنی ذات میں غور کرو اور دیکھو کہ تمہاری تخلیق کا آغاز منی قطرہ سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے ہوا، پھر ہڈیاں بنیں اور ہڈیوں پر گوشت چڑھائے گئے، یہاں تک کہ تم تمام ظاہری و باطنی اعضاء سے آراستہ مکمل انسان بن گئے۔ کیا یہ غور وفکر تمہیں رب کے اعتراف پر آمادہ نہیں کرتا جو ہر چیز پر قادر ہے، اس کا علم ہر شے کو محیط ہے، اور جو اپنی تمام تر تخلیق اور مستحکم کاریگری میں نہایت حکیم اور دانا ہے؟؟

چنانچہ اگر پوری مخلوق اس بات پر متحد ہو جائے کہ منی کے اس قطرہ کو جسے اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کا آغاز قرار دیا ہے اسے اُن مختلف مراحل میں منتقل کر دے، یا اس محفوظ جگہ میں اس کی حفاظت کرے، اور اس کا کان، آنکھ، عقل اور دیگر ظاہری و باطنی طاقتیں وصلاحیتیں بنائے، اور ان چیزوں کی عجیب پرورش و پرداخت کرے، اور اسے منظم طریقہ سے جوڑے اور تمام اعضاء کو اس طرح سے ٹھوس ترتیب دے، تو کیا ان کی طاقت وقدرت اور علم میں ایسا کر لینا ممکن ہے؟

﴿ أَفَرَءَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ۞ ءَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلْخَٰلِقُونَ ۞ ﴾ [الواقعۃ: ۵۸، ۵۹]۔

اچھا پھر یہ تو بتلاؤ کہ جو منی تم ٹپکاتے ہو۔ کیا اس کا (انسان) تم بناتے ہو یا پیدا کرنے والے ہم ہی ہیں؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ انصاف پسند عقلمند جب اس پر غور وفکر کرے گا تو اس کا غور وفکر اس کی رہنمائی کرے گا اور اسے اللہ خالق کی عظمت، اللہ قادر کی قدرت، اللہ حکیم کی حکمت، اللہ خبیر کی اطلاع اور

اللہ علیم کے علم کے اعتراف واقرار پر آمادہ کرے گا۔

یہ ایک عقلی دلیل ہے جس سے صحیح سالم عقلیں اپنے رب کی معرفت اور اس کی عبودیت پر مجبور ہو جاتی ہیں[1]، ارشاد باری ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴿١٤﴾﴾ [المومنون: ۱۲-۱۴]۔

یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا۔ پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا، پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا۔ پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنا دیں، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا، پھر دوسری بناوٹ میں اس کو پیدا کر دیا۔ برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾﴾ [الذاریات: ۲۱]۔

اور خود تمہاری ذات میں بھی، تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔

---

① دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۷/ ۳۰۵، ۳۰۶، ۸/ ۷۰-۷۳، ۳/ ۳۳۳، ۱/ ۲۵۹، والریاض الناضرة، از امام سعدی، ص ۲۴۸-۲۵۷، والایمان از عبدالمجید زندانی مع مجموعہ اہل علم، ص ۲۲، وعقیدة المسلمین، ص ۱/ ۱۰۹۔

چوتھا مبحث: حسی، عینی مشاہداتی دلائل

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وجود، اس کی ربوبیت نیز اس کے ہر چیز کے خالق اور مستحق عبادت ہونے کے دلائل میں وہ دلائل بھی ہیں جنہیں لوگ سنتے رہتے ہیں نیز ان کا مشاہدہ اور احساس بھی کرتے رہتے ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تمام اوقات میں دعائیں کو قبول کرنا، چنانچہ مخلوقات اس بات کا شمار نہیں کر سکتیں کہ اللہ تعالیٰ کتنے مانگنے والوں کو عطا کرتا ہے، کتنے دعا کرنے والوں کی دعائیں قبول کرتا اور ان کی مصیبتیں دور کرتا ہے، چنانچہ بعض بندوں کے اپنے رب سے دعا کرنے اور اس کی فضل و رحمت کی امید و جستجو کے سبب بکثرت مطالب و مراد حاصل ہوتے ہیں، یہ محسوس اور مشاہدہ میں آنے والی دلیل و برہان ہے، کوئی متکبر و ہٹ دھرم ہی اس کا انکار کرسکتا ہے [1]۔

کتنی بار اہل ایمان اپنے گھروں سے نکل کر-گھبرائے اور تائب دلوں کے ذریعہ- اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ سے بارش کی دعا کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر ان کی دعائیں فوری قبول ہو جاتی ہیں، چنانچہ اللہ سے دعا کرنے والوں کے شہر یا بستی میں بارش ہوتی ہے جبکہ پڑوس کے شہروں یا بستیوں میں کچھ نہیں ہوتا، اور کتنی بار پریشان حالوں نے اللہ سے دعا کے سبب اپنی مصیبتوں سے نجات کا مشاہدہ کیا ہے [2]۔

﴿أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾﴾ [النمل: ٦٢]۔

---

(1) دیکھئے: الریاض الناضرۃ، ص ۲۵۳، وشرح اصول الایمان، از شیخ محمد بن صالح العثیمین، ص ۱۷۔

(2) دیکھئے: الایمان، از عبد المجید زندانی مع مجموعہ اہل علم، ص ۴۰، والریاض الناضرۃ، ص ۲۵۱۔

بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہو۔

دنیا کے مشرق ومغرب میں کروڑوں مسلمان اور ان دعاؤں کی قبولیت کا مشاہدہ کرنے والے منصفین اس بات پر گواہ ہیں۔

بھلا فریاد کرنے والوں کی دعائیں کس نے سنیں اور قبول کیا، پھر بادل بنائے اور بارش نازل کی؟ کیا وہ کوئی بت ہے جو خود بے بس ہے کچھ نہیں کر سکتا؟ یا جامد طبیعت ہے جو کسی ارادہ وتدبیر کی مالک نہیں، یا وہ عدم ہے جس نے پیدا کیا پھر جامد ہو گیا، اُسی نے ایجاد کیا اور بنایا، اندازہ کیا اور دقیق ترتیب دیا، سنا اور قبول کیا، جبکہ وہ خود ہی معدوم ہے اس کا وجود نہیں؟!!

حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری چیزیں خود گواہ ہیں اور انسانی عقلوں سے کہہ رہی ہیں کہ ان کا ایک رب ہے جو حکمت والا، قدرت والا، سننے دیکھنے اور قبول کرنے والا ہے[1]۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ المِسْجِدَ يَوْمَ الجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلَكَتِ الأَمْوَالُ وَانْقَطَعْتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللَّهَ يُغِيثُنَا، فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ''**اللَّهُمَّ أَغِثْنَا، اللَّهُمَّ أَغِثْنَا، اللَّهُمَّ أَغِثْنَا**'' قَالَ أَنَسٌ: وَلاَ وَاللَّهِ، مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَةٍ، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ، قَالَ: فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ، فَلاَ وَاللَّهِ، مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا، ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَلِكَ البَابِ فِي الجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ،

[1] دیکھئے: کتاب التوحید، از عبد المجید زندانی، ۱/ ۴۳۔

فَادْعُ اللَّهَ يُمْسِكْهَا عَنَّا، قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ''**اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا، اللَّهُمَّ عَلَى الاكَامِ وَالظِّرَابِ، وَبُطُونِ الأَوْدِيَةِ، وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ**'' فَأَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ''①۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا، درانحالیکہ آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے،، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جانور مر گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر پانی برسائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی: اے اللہ! ہم پر پانی برسا۔ اے اللہ! ہم پر پانی برسا۔ اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! آسمان پر بادل کا کہیں نشان بھی نہ تھا اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے بیچ میں کوئی گھر اور مکان بھی نہ تھا، اتنے میں پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کے مثل بادل نمودار ہوا اور آسمان کے بیچ میں پہنچ کر چاروں طرف پھیل گیا اور برسنے لگا۔ اللہ کی قسم ہم نے چھ روز تک سورج نہیں دیکھا۔ پھر دوسرے جمعہ کو ایک شخص اسی دروازے سے داخل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے، اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! (کثرت بارش سے) جانور تباہ ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ بارش بند ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے اللہ! ہمارے اطراف میں بارش برسا (جہاں ضرورت ہے) ہم پر نہ برسا۔ اے اللہ! ٹیلوں پہاڑیوں وادیوں اور درختوں کی جڑوں کو سیراب کر۔ چنانچہ بارش کا سلسلہ بند ہو گیا اور ہم باہر آئے تو دھوپ نکل چکی تھی۔

---

① بخاری مع فتح الباری، کتاب الاستسقاء، باب الاستسقاء فی خطبۃ الجمعۃ غیر مستقبل القبلۃ، ۲/ ۵۰۷، حدیث (۱۰۱۴)، نیز دیکھئے: بخاری مع فتح الباری، ۲/ ۵۰۱، ۲/ ۵۰۸، وصحیح مسلم، کتاب صلاۃ الاستسقاء، باب الدعاء فی الاستسقاء، ۲/ ۶۱۲، حدیث (۸۹۷)۔

یہ حدیث اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو اللہ کے وجود اور اس کے ہر چیز پر قادر ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور ایسی نشانیاں مسلمانوں کے ساتھ بکثرت پیش آئی ہیں، اسی لئے شاعر کہتا ہے:

وكم أصاب المسلمين من جفافٍ فنفروا ثقالهم مع الخفاف
وطلبوا من الإله الفرجا فحققوا الفوز ونالوا المخرجا
فهل طبيعة أجابت أم وثن أم أنه السميع كشّاف المحن①

مسلمانوں کو بہت بار خشک سالی سے دو چار ہونا پڑا، چنانچہ ہلکے بھاری سب ساتھ نکلے، اور اللہ تعالیٰ سے خوشحالی کا سوال کیا، چنانچہ کامیابی اور نجات سے ہمکنار ہوئے، بھلا کیا کسی طبیعت یا بت نے ان کی دعاؤں کو سنا تھا یا اللہ کی سننے والی ذات نے جو مصیبتوں کی ٹالنے والی ہے۔

اور دعا کرنے والوں کی دعاؤں کی قبولیت کا معاملہ آج تک مشاہدہ میں ہے، بشرطیکہ دعا کرنے والا اللہ کے ساتھ سچا اور قبولیت دعا کی شرائط پوری کرنے والا ہو۔

دوسری قسم: انبیاء کرام علیہم السلام کے حسی مشاہدات، یعنی وہ نشانیاں جن کا لوگ مشاہدہ کرتے یا ان کے بارے میں سنتے ہیں، یہ ان انبیاء کے بھیجنے والے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وجود پر قطعی دلائل و براہین ہیں؛ کیونکہ انسانی حدود سے بالاتر ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی تائید ونصرت کے لئے یہ نشانیاں جاری فرماتا ہے۔

اس کی ایک زندہ مثال: موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی لاٹھی سمندر پر مارنے کے لئے کہا، چنانچہ انہوں نے مارا اور اس سے بارہ خشک راستے نکل آئے اور پانی ان راستوں کے درمیان پہاڑوں کی طرح ہوگیا، ارشاد باری ہے:

﴿فَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنِ ٱضْرِب بِّعَصَاكَ ٱلْبَحْرَ ۖ فَٱنفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ

① یہ اشعار عبد الرحمن قاضی کے ہیں، دیکھئے: الایمان از عبد المجید زندانی ص ۴۰۔

كَٱلطَّوۡدِ ٱلۡعَظِيمِ ﴿٦٣﴾ [الشعراء:٦٣]۔

ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لاٹھی مار، پس اسی وقت دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ پانی کا مثل بڑے پہاڑ کے ہوگیا۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ تھا کہ وہ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور ان کو قبروں سے نکال دیا کرتے تھے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَأُحۡيِ ٱلۡمَوۡتَىٰ بِإِذۡنِ ٱللَّهِۖ﴾ [آل عمران:٤٩]۔

اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَإِذۡ تُخۡرِجُ ٱلۡمَوۡتَىٰ بِإِذۡنِيۖ﴾ [المائدة:١١٠]۔

اور جب کہ تم مردوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے۔

اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ چاند کا پھٹ جانا ہے، چنانچہ قریش نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نشانی کا مطالبہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور چاند دو حصوں میں شق ہوگیا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں لوگوں نے حقیقی طور پر اسے دیکھا، ارشاد باری ہے:

﴿ٱقۡتَرَبَتِ ٱلسَّاعَةُ وَٱنشَقَّ ٱلۡقَمَرُ ﴿١﴾ وَإِن يَرَوۡاْ ءَايَةً يُعۡرِضُواْ وَيَقُولُواْ سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ ﴿٢﴾﴾ [القمر:١-٢]۔

قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ یہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ پہلے سے چلا آتا ہوا جادو ہے۔

یہ محسوس معجزات اور نشانیاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وجود کی قطعی دلیلیں ہیں (١)۔

---

(١) دیکھئے: شرح اصول الایمان، از شیخ محمد بن صالح العثیمین، ص ١٨۔

پانچواں مبحث: شرعی دلائل

مکمل ہدایت ورہنمائی کی راہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے آئی ہوئی باتیں ہیں، اور یہ باتیں عقلی اور نقلی دونوں طرح کی دلیلوں پر مشتمل ہیں، اور یہ عظیم ترین دلیلیں ہیں جو اللہ کی معرفت اور اس پر ایمان کی ہدایت ورہنمائی کرتی ہیں اور ہدایت یافتگان کو اس عمل پر آمادہ کرتی ہیں جو اس کے نفس کا تزکیہ کرے اور اس کے لئے دونوں جہان کی کامیابی کے لئے تیار کرے، برخلاف صرف عقلی ہدایت ورہنمائی کے، کیونکہ عقلی ہدایت- اگر انسان کو نفسیانی قلق واضطراب اور فکری حیرانی سے بچا بھی لے تو- اس کے نفس کا تزکیہ نہیں کرسکتی، نہ اس کے اخلاق سدھار سکتی ہے، نہ اسے دونوں جہان کی سعادت کے لئے تیار کرسکتی ہے اور نہ ہی اسے دائرۂ کفر سے نکال سکتی ہے، جب تک کہ وہ شرعی دلائل پر ایمان نہ لائے اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل نہ کرلے (۱)۔

اور تمام آسمانی کتابیں اس بات کی گویا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق اور تنہا مستحق عبادت ہے اور بندوں کی مصلحتوں پر مشتمل ان کتابوں میں وارد احکام اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ حکیم ودانا رب کی طرف سے ہیں جو اپنی مخلوق کی مصلحتوں کو بخوبی جاننے والا ہے، اور ان کتابوں میں وارد کونی خبریں، واقع جن کی صداقت کی شہادت دے چکا ہے اس بات کی دلیل ہیں وہ چیزیں اس رب کی طرف سے ہیں جو دی ہوئی خبروں کو عملی طور پر وجود میں لانے پر قادر ہے (۲)۔

اور قرآن کریم کی دلالت کی دو قسمیں ہیں:

---

(۱) دیکھئے: عقیدۃ المؤمن، از ابوبکر جابر الجزائری ص ۳۹، ۴۹، ۶۳۔

(۲) دیکھئے: شرح أصول الایمان، از محمد بن صالح العثیمین ص ۱۷۔

(الف) اللہ کی سچی خبر، چنانچہ جن باتوں کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے یا اس کے رسول ﷺ نے دی ہے وہ حق اور سچ ہیں ①، ان میں سے کسی بھی چیز کا کسی عقلی یا سمعی ② دلیل کے خلاف ہونا ممکن نہیں، کیونکہ جو بات صحیح سمعی دلیل سے ثابت ہوگی صریح عقل اس کی نفی نہیں کرسکتی ③، اور صریح عقل رسولوں کی لائی ہوئی شریعت کے موافق ہوتی ہے اس کے متعارض نہیں ہوتی ④، اور ہر عقلی بات جو شریعت سے متعارض ہو صحیح دلیل نہیں ہوسکتی ⑤۔

(ب) قرآن کی دلالت بذریعہ تمثیل اور مطلوب کی بابت عقلی دلائل کا بیان، اور اس طور پر یہ شرعی عقلی دلالت ہوگی، شرعی اس طور پر کہ شریعت نے اس کی رہنمائی کی ہے اور اسے ثابت کیا ہے، اور عقلی اس طور پر کہ اس کی صحت کا علم عقل کے ذریعہ ہوتا ہے ⑥، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ فِرَٰشًا وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءً وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا۟ لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٢﴾ ﴾ [البقرة:۲۱،۲۲]۔

اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، خبردار باوجود جاننے کے اللہ

① دیکھئے: مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، ۶/ ۷۱۔
② دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل (موافقة صريح المعقول لصحيح المنقول)، ۱/ ۱۷۲-۱۸۰۔
③ دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۷/ ۳۹۔
④ دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۶/ ۵۔
⑤ دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۵/ ۲۷۹۔
⑥ دیکھئے: مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، ۶/ ۷۱، ۷۲۔

کے شریک مقرر نہ کرو۔

جن شرعی دلائل سے اللہ تعالیٰ کے وجود، اور اس کے ہر چیز کے رب اور مالک و مدبر ہونے کا ثبوت ملتا ہے، جو اس بات کو مستلزم ہے کہ غیروں کے سوا صرف وہی تنہا مستحق عبادت ہے، میں ان میں سے صرف دو طریقوں کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں[1]۔

پہلا طریقہ: اللہ تعالیٰ کا اس کائنات میں موجود عقلوں کو حیران کرنے والی عجیب مخلوقات کی طرف دلوں اور نگاہوں کو متوجہ کرنا، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں کائنات کی وہ روشن دلیلیں بیان فرمائی ہیں جو اللہ کے وجود، اس کی کمال قدرت، عظیم تدبیر اور ٹھوس کاریگری پر دلالت کرتی ہیں، اور اسی میں سے تخلیق انسانی کے عجائب اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نگرانی بھی ہے، اسی طرح جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عالم حیوان کی بابت ان کی تخلیق وتکوین، اسباب و ذرائع، اور انواع واقسام کے سلسلہ میں بیان فرمایا ہے، اور عالم نباتات اور ان میں جو کچھ عجائب وغرائب اور اللہ کی سنتیں پائی جاتی ہیں جن سے عقلیں حیران و ششدر رہ جاتی ہیں، نیز چلنے والی ہوائیں وغیرہ، اور ان سب سے بڑھ کر آسمان وزمین اور شب و روز کی تخلیق اور ان میں پائے جانے والے خالق سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت پر دلالت کناں امور کی طرف نگاہوں کو متوجہ کرنا[2]، ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ وَٱلْفُلْكِ ٱلَّتِي تَجْرِي فِي ٱلْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ ٱلنَّاسَ وَمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مِن مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ ٱلْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيفِ ٱلرِّيَٰحِ وَٱلسَّحَابِ ٱلْمُسَخَّرِ بَيْنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿١٦٤﴾ ﴾ [البقرۃ: ۱۶۴]۔

---

① دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۸ / ۳۵۴، ۷ / ۳۰۲، ۳۰۷، ۹ / ۴۰، ومجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱۱ / ۳۷۷-۳۸۰، وعقیدۃ المؤمن از ابو بکر جابر الجزائری ص ۶۳، والریاض الناضرۃ، از امام سعدی ص ۲۵۳-۲۶۷۔

② دیکھئے: معالم الدعوۃ فی القصص القرآنی، از ڈاکٹر عبد الوھاب بن لطف الدیلمی، ۱ / ۲۵۱، ومناھج الجدل ص ۱۴۸۔

آسمانوں اور زمین کی پیدائش، رات دن کا ہیر پھیر، کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزوں کو لئے ہوئے سمندروں میں چلنا، آسمان سے پانی اتار کر، مردہ زمین کو زندہ کر دینا، اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ بدلنا، اور بادل، جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، ان میں عقلمندوں کے لئے قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں۔

اور قرآن کریم اس قسم کے دلائل سے بھرا پڑا ہے۔

دوسرا طریقہ: انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل علیہم الصلاۃ والسلام کو محیر العقول اور کائنات کے اصولوں نیز قوانین زندگی کے خلاف معجزات سے تائید فرمائی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعہ اپنی نبوتوں کی صداقت اور رسالت کے اثبات پر استدلال کرسکیں، چنانچہ جب معجزات کے ذریعہ رسولوں کی نبوت ثابت ہوگئی تو معلوم ہوگیا کہ کوئی بھیجنے والا ہے جس نے انہیں بھیجا ہے؛ کیونکہ رسالت کا ثبوت بھیجنے والے کے ثبوت کو لازم ہے، اور اضافت کا علم مضاف الیہ کے علم کو مستلزم ہے، لہٰذا بذات خود معجزات سے رسول کی صداقت کا پتہ چلتا ہے جو اُس کے بھیجنے والے کے اثبات کو لازم ہے، اور جن روشن دلائل سے خالق سبحانہ وتعالیٰ کے اثبات پر استدلال کیا جاتا ہے معجزہ بھی اسی طرح یا اس سے بڑھ کر اُس پر دلالت کرتا ہے[1]۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وآلہ وأصحابہ۔

---

① دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۹/ ۴۰، ۴۱، ۴۳، ۷/ ۳۰۲-۳۰۷، وفتاویٰ ابن تیمیہ، ۱۱/ ۳۷۷، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے وجود باری تعالیٰ کے اثبات میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ اللہ کی کونی آیات سے استدلال۔

۲۔ فطرت کے دلائل، کیونکہ خالق کا اقرار مخلوق کی فطرت میں ہے۔

۳۔ اللہ کی بابت خود اللہ سے استدلال، کیونکہ اللہ نے ہمیں اپنی ذات پہچنوائی ہے تب ہم نے اسے پہچانا ہے۔

۴۔ رسولوں کے معجزات سے استدلال۔ ۵۔ امتوں، عقلمندوں اور سلیم الفطرت لوگوں کا اجماع۔

۶۔ عقلی قیاسات۔ دیکھئے: فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۳۶/ ۲۱-۲۳، آپ کو تمام حوالے ملیں گے جنہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے۔

دوسرا رسالہ:

اہل کتاب کو اللہ کی طرف دعوت دینے کا طریقہ

کتاب وسنت کی روشنی میں

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

مقدمہ

إن الحمد للّٰه، نحمده، ونستعينه، ونستغفره، ونعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده اللّٰه فلا مضل له، ومن يُضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا اللّٰه وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، صلى اللّٰه عليه وعلى اله وأصحابه وسلم تسليماً كثيراً، أما بعد:

یہ "اہل کتاب کو اللہ کی طرف دعوت دینے کے طریقے" کے بارے میں ایک مختصر رسالہ ہے، جس میں میں نے حکمت کے تقاضہ کے مطابق مناسب اسباب ووسائل کے ذریعہ انہیں دعوت دینے کے عمدہ ترین طریقے بیان کئے ہیں۔

میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ اللہ اس معمولی کوشش کو مبارک، نفع بخش اور اپنے رخ کریم کے لئے خالص بنائے، اور اس کے ذریعہ مجھے میری زندگی اور موت کے بعد نفع پہنچائے، اور جس تک بھی یہ رسالہ پہنچے اُسے اُس سے نفع پہنچائے؛ کیونکہ وہ سب سے بہتر ذات ہے جس سے سوال کیا جاتا ہے اور انتہائی کریم ہے جس سے امید وابستہ کی جاتی ہے، اور وہ ہمارے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

اللہ تعالیٰ رحمت، سلامتی اور برکت نازل فرمائے اپنے بندے اور رسول، ہمارے نبی محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر، اور آپ کے آل واصحاب اور قیامت تک آنے والے ان کے سچے متبعین پر۔

مؤلف

تحریر کردہ: بوقت چاشت بروز جمعرات

25/2/1425ھ

تمہید:

اہل کتاب کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں حکمت کی بات یہ ہے کہ اُن سے عمدہ طریقہ، اچھے اخلاق اور نرم گفتگو سے بحث و مناظرہ کیا جائے، انہیں حق کی دعوت دی جائے، عقلی و نقلی دلائل سے اسے مزین و آراستہ کیا جائے، اور باطل کو قریبی طریقہ اور مناسب تعبیر میں رد کیا جائے، بایں طور کہ اس کا مقصد محض جھگڑا، غلبہ اور برتری کی خواہش نہ ہو، بلکہ ضروری ہے کہ مقصد حق کی وضاحت اور مخلوق کی ہدایت و رہنمائی ہو، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے[1]:

﴿ وَلَا تُجَٰدِلُوٓاْ أَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ إِلَّا ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنۡهُمۡۖ وَقُولُوٓاْ ءَامَنَّا بِٱلَّذِيٓ أُنزِلَ إِلَيۡنَا وَأُنزِلَ إِلَيۡكُمۡ وَإِلَٰهُنَا وَإِلَٰهُكُمۡ وَٰحِدٞ وَنَحۡنُ لَهُۥ مُسۡلِمُونَ ٤٦ ﴾ [العنکبوت:۴۶]۔

اور اہل کتاب کے ساتھ بحث و مباحثہ نہ کرو مگر اس طریقہ پر جو عمدہ ہو مگر ان کے ساتھ جو ان میں ظالم ہیں اور صاف اعلان کر دو کہ ہمارا تو اس کتاب پر بھی ایمان ہے اور جو ہم پر اتاری گئی ہے اور اس پر بھی جو تم پر اتاری گئی، ہمارا تمہارا معبود ایک ہی ہے، ہم سب اسی کے حکم بردار ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ قُلۡ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ تَعَالَوۡاْ إِلَىٰ كَلِمَةٖ سَوَآءِۭ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ أَلَّا نَعۡبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهِۦ شَيۡـٔٗا وَلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا أَرۡبَابٗا مِّن

---

① دیکھئے: تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲/ ۳۷۲، ۳/ ۴۱۶، وفتح القدیر از شوکانی، ۱/ ۳۴۸، وتفسیر السعدی، ۱/ ۳۸۹، ۶/ ۹۲، وأضواء البیان، از شنقیطی، ۳/ ۳۸۵۔

دُونِ ٱللَّهِۚ فَإِن تَوَلَّوۡاْ فَقُولُواْ ٱشۡهَدُواْ بِأَنَّا مُسۡلِمُونَ ﴿٦٤﴾ ﴾[آل عمران: ۶۴]۔

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آو جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں، نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں۔ پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔

حکیمانہ گفتگو کے ذریعہ دعوت کی ایک مثال، موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ ٱذۡهَبَآ إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ إِنَّهُۥ طَغَىٰ ﴿٤٣﴾ فَقُولَا لَهُۥ قَوۡلٗا لَّيِّنٗا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوۡ يَخۡشَىٰ ﴿٤٤﴾ ﴾ [طٰہٰ: ۴۳،۴۴]۔

تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی سرکشی کی ہے۔ اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔

اسی قبیل سے نرم گفتگو ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

﴿ ٱذۡهَبۡ إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ إِنَّهُۥ طَغَىٰ ﴿١٧﴾ فَقُلۡ هَل لَّكَ إِلَىٰٓ أَن تَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ وَأَهۡدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخۡشَىٰ ﴿١٩﴾ ﴾ [النازعات: ۱۷-۱۹]۔

تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر لی ہے۔ اس سے کہو کہ کیا تو اپنی درستگی اور اصلاح چاہتا ہے۔ اور یہ کہ میں تجھے تیرے رب کی راہ دکھاؤں تا کہ تو ڈرنے لگے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی دعوت میں حکیمانہ گفتگو استعمال کیا کرتے تھے، جیسا کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے، فرماتی ہیں:

''دَخَلَ رَهْطٌ مِنَ اليَهُودِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالُوا: السَّامُ[1] عَلَيْكَ،

---

(1) سام: موت کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ فوری موت کو کہتے ہیں اور یہ بھی معنی بتایا گیا ہے کہ تم اپنے دین سے اکتا جاؤ اور نفرت کرو، دیکھئے: فتح الباری، ۱۱/ ۴۲، ۴۳، ۱۰/ ۱۳۵۔

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَفَهِمْتُهَا، فَقُلْتُ: وَعَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ! قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''**مَهْلًا يَا عَائِشَةُ، إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الأَمْرِ كُلِّهِ**''. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''**قَدْ قُلْتُ: وَعَلَيْكُمْ**''(١) ۔

کچھ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا ''السام علیکم'' (تمہیں موت آئے) عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ان کی بات سمجھ گئی اور میں نے ان کے جواب میں کہا: ''وعلیکم السام واللعنۃ'' (یعنی تمہیں موت آئے اور لعنت ہو) کہتی ہیں کہ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھہرو، اے عائشہ! اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی اور ملائمت کو پسند کرتا ہے! میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے سنا نہیں کہ انہوں نے کیا کہا! آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اس کے جواب میں کہہ دیا: ''وعلیکم'' (اور تمہیں بھی)۔

اور یہ اسلوب نبی کریم ﷺ اپنے خطوط میں بھی استعمال کیا کرتے تھے، چنانچہ ہرقل کے نام آپ ﷺ کے خط میں تھا:

''بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ، إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ، سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الهُدَى، أَمَّا بَعْدُ: فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الإِسْلَامِ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ، وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الأَرِيسِيِّينَ(٢)، وَ: ﴿قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا

---

(١) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الآدب، باب الرفق فی الامر کلہ، ١٠/ ٤٤٩، حدیث (٦٠٢٤)، ١١/ ٤٢، ومسلم کتاب السلام، باب النھی عن ابتداء أھل الکتاب بالسلام وکیف الرد علیھم، ٤/ ١٧٠٦، حدیث (٢١٦٥)۔

(٢) أریسیین: یعنی کاشتکاروں کا گناہ، معنیٰ یہ ہے کہ اگر تم اسلام میں داخل نہ ہوگے تو تم پر اپنا گناہ تو ہوگا ہی، ساتھ ہی اگر تمہاری تقلید میں وہ بھی اسلام نہ لائیں گے تو اُن کا گناہ بھی تم ہی پر ہوگا۔ دیکھئے: فتح الباری، ١/ ٣٩۔

وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾ [آل عمران:٦٤] ①۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے عظیم روم ہرقل کی طرف۔

سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔امابعد!

میں تمہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں، اسلام لاؤ تو سلامتی پاؤ گے اور اسلام لاؤ تو اللہ تمہیں دوہرا اجر دے گا۔لیکن تم نے اگر منہ موڑا تو تمہاری رعایا کا گناہ بھی تم پر ہوگا اور" اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں، نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں۔پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔

چونکہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو دعوت دینے کی بنیاد عمدہ ترین حکیمانہ گفتگو کے ذریعہ اُن سے بحث و مباحث ہے، لہٰذا میں ان شاء اللہ آئندہ مباحث میں اسی سلسلہ میں گفتگو کروں گا:

پہلا مبحث: یہودیوں کے ساتھ حکیمانہ گفتگو۔

دوسرا مبحث: نصاریٰ کے ساتھ حکیمانہ گفتگو۔

تیسرا مبحث: رسالت محمدیہ کے اثبات اور اس کی عمومیت کے دلائل و براہین۔

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، الفاظ بھی اسی کے ہیں، کتاب التفسیر، باب: قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ۔۔، ۸/ ۲۱۵، حدیث (۴۵۵۳)، وکتاب بدء الوحی، باب حدثنا ابو الیمان الحکم بن نافع، ۱/ ۳۲، حدیث (۷)، ومسلم، کتاب الجہاد، باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إلی هرقل یدعوه إلی الاسلام، ۳/ ۱۳۹۶، حدیث (۱۷۷۳)۔

پہلا مبحث: یہودیوں کے ساتھ حکیمانہ گفتگو

یہودیوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں حکیمانہ بات یہ ہے کہ داعی ان کے ساتھ حسب ذیل مسالک اپنائے:

پہلا مسلک: اسلام کے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دینے پر عقلی اور نقلی دلائل۔

دوسرا مسلک: تورات میں تحریف وتبدیلی واقع ہونے پر قطعی دلائل۔

تیسرا مسلک: انصاف پسند یہودی علماء کے اعتراف کا ثبوت۔

چوتھا مسلک: عیسیٰ اور محمد علیہما الصلاۃ والسلام کی رسالت ونبوت کے اثبات پر دلائل۔

پہلا مسلک: اسلام کے تمام شریعتوں کو منسوخ[1] کر دینے پر عقلی ونقلی دلائل:

انبیاء ورسل علیہم السلام کی دعوت توحید ایک دعوت ہے، کیونکہ سارے انبیاء لوگوں کو اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دینے پر متفق ہیں، جس کے سوا کوئی نہ معبود حقیقی ہے نہ رب، ارشاد باری ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ [النحل:۳۶]۔

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام

---

[1] عربی زبان میں ''نسخ'' کے معنیٰ کسی چیز کو ہٹانے اور زائل کرنے کے ہیں، اور اصطلاح میں: کسی شرعی حکم کو متاخر شرعی دلیل سے اٹھا لیا جانا، نسخ کہلاتا ہے، دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۱۵۰، ومناھل العرفان، ۲/ ۷۱۔

معبودوں سے بچو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾﴾ [الانبیاء:۲۵]۔

تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام کے دین کی بنیاد اور جڑ ایک ہے، اور وہ ہے توحید، گرچہ شریعتوں کے فروعی مسائل مختلف ہوں ①، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ②، أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ"، [وَلَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَ عِيسَى نَبِيٌّ]" ③۔

میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے اور لوگوں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اور انبیاء علیہم السلام علاتی (ایک باپ اور مختلف مائیں) بھائیوں (کی طرح) ہیں۔ ان کے مسائل میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن دین سب کا ایک ہی ہے۔ [میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے]۔

---

① دیکھئے: فتح الباری، ۶/ ۴۸۹۔

② علاتی اولاد: انہیں کہا جاتا ہے جو ایک باپ اور مختلف ماؤں (سوکنوں) سے ہوں۔ فتح الباری، ۶/ ۴۸۹۔

③ صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ ...، ۶/ ۴۷۷، حدیث (۳۴۴۲)، ومسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل عیسیٰ ﷺ، ۴/ ۱۸۳۷، حدیث (۲۳۶۵)، اور بین القوسین کے الفاظ صحیح بخاری (۶/ ۴۷۸) اور صحیح مسلم (۴/ ۱۸۳۷) کے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدیہ کے ذریعہ تمام شریعتوں کو ختم کر دیا، چنانچہ اللہ نے آپ کو تمام جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا، اور آپ کی شریعت نے گذشتہ تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿٨٥﴾ ﴾ [آل عمران:۸۵]۔

جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ، وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ"[۱]۔

اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اس امت کا جو بھی یہودی یا نصرانی میرے بارے میں سنے، پھر مجھے جو کچھ دیکر بھیجا گیا ہے اس پر ایمان لائے بغیر اس کی موت ہو جائے، وہ جہنمی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے ﴿ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُونَ ﴿٢٣﴾ ﴾ [الانبیاء:۲۳]۔

وہ اپنے کاموں کے لئے جواب دہ نہیں اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں۔

اور کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اللہ علام الغیوب کے سابق علم کے مطابق بندوں کی مصلحت کی رعایت کرتے ہوئے کوئی شریعت دوسری شریعت کے بدلے اٹھالی جائے، لیکن یہود ونصاریٰ[۲]

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم إلی جمیع الناس ونسخ الملل بملتہ، ۱/ ۱۳۴، حدیث (۱۵۳)۔

(۲) کیونکہ نسخ کے سلسلہ میں یہود ونصاریٰ کے اقوال میں تداخل ہے، میں اس مسلک میں ان شاء اللہ سب کی تردید کروں گا۔

نے شریعت اسلامیہ کے سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے کا انکار کیا ہے [1]، لہٰذا حسب ذیل حکیمانہ گفتگو سے ان کی تردید کی جائے گی:

اولاً: عقلی دلائل:

۱۔ عقلی طور پر نسخ کی کوئی ممانعت نہیں ہے، اور ہر چیز جس پر کوئی ممنوع امر مرتب نہ ہو عقلی طور پر جائز ہوگی، لہٰذا عقلی طور پر نسخ جائز ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ مصلحت کے تقاضہ کے مطابق کسی چیز کا حکم دیتا ہے، چنانچہ کسی وقت کسی بات کا حکم دیتا ہے جبکہ دوسرے وقت اسی بات سے منع کرتا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے، اور ایک حکیم ڈاکٹر مریض کو بعض اوقات کسی خاص دوا کے پینے یا استعمال کرنے کا حکم دیتا ہے اور دوسرے وقت اس کے مزاج کے اختلاف کے باعث اس کی مصلحت بدل جانے کے سبب اس سے منع کر دیتا ہے، اور ایک مشفق بادشاہ مصلحتوں کے پیش نظر اپنی رعایا کو بعض اوقات پہلی سیاست سے نکال کر دوسری قسم کی سیاست میں منتقل کرتا ہے، اسی طرح ایک حکیم باپ اپنی اولاد کے ساتھ کسی وقت نرمی سے پیش آتا ہے جبکہ دوسرے وقت متوقع مصلحت کے مطابق اس کی تادیب کرتا ہے [2]، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان یہ ہے:

---

(۱) پھر یہود و نصاریٰ تین فرقوں میں بٹ گئے:

(الف) یہودیوں کا شمعونیہ فرقہ: ان کا کہنا یہ ہے کہ نسخ عقلی و شرعی دونوں طرح سے ممتنع ہے، اور اس قول پر متاخرین نصاریٰ کا اجماع ہے۔

(ب) یہودیوں کا عنانیہ فرقہ: ان کا کہنا یہ ہے کہ نسخ عقلاً جائز ہے لیکن چونکہ سمعاً واقع نہیں ہوا ہے لہٰذا ممنوع ہے۔

(ج) یہودیوں کا عیسویہ فرقہ: ان کا کہنا یہ ہے کہ نسخ عقلاً جائز ہے اور شرعاً واقع بھی ہوا ہے، لیکن شریعت اسلامیہ نے اپنے سے ماقبل شریعتوں کو منسوخ نہیں کیا ہے، بلکہ وہ عربوں کے لئے خاص ہے، اور اس قول پر متقدمین نصاریٰ کا اجماع ہے، دیکھئے: مناہل العرفان، از امام زرقانی، ۱/ ۸۲، ۸۳۔

(۲) دیکھئے: الداعی الی الاسلام، از کمال الدین عبد الرحمن بن محمد انباری نحوی (متوفی ۵۷۷ھ) ص ۳۱۹، ومناہل العرفان، از امام زرقانی، ۲/ ۸۳۔

﴿وَلَهُ ٱلْمَثَلُ ٱلْأَعْلَىٰ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴿٢٧﴾﴾

[الروم:۲۷]۔

اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے، آسمانوں اور زمین میں بھی اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی بالغ حکمت کے سبب ہی کوئی کام کرتا ہے، وہ زندہ کرتا ہے، پھر مارتا ہے، پھر زندہ کرتا ہے، اور ملک کو غالب قوم سے ذلیل قوم بنا دیتا ہے، اور ذلیل قوم سے عزت والی قوم بنا دیتا ہے، اور جسے جو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے جو چاہتا ہے روک لیتا ہے ①۔

﴿لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُونَ ﴿٢٣﴾﴾ [الانبیاء:۲۳]۔

وہ اپنے کاموں کے لئے جواب دہ نہیں اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں۔

۳۔ جو لوگ سمعی طور پر نسخ کے وقوع اور عقلی طور پر اس کے جواز کے قائل ہیں، ان پر یہ لازم آتا ہے کہ جب وہ اس بات کو جائز سمجھتے ہیں کہ شارع تعالیٰ اپنے بندوں کو کوئی وقتی حکم دے سکتا ہے جو وقت کے ختم ہونے کے ساتھ ختم ہو جائے، اور وہ سمعی طور پر واقع بھی ہوا ہے تو انہیں شریعت اسلامیہ کے تمام سابقہ شریعتوں کے نسخ کو جائز قرار دینا چاہئے ②۔

ثانیاً: نقلی سمعی دلائل؛ اور اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جس سے نسخ کے منکریں یہود ونصاریٰ پر حجت قائم ہوتی ہے جنہوں نے رسالت محمد ﷺ کا اعتراف نہیں کیا ہے۔

دوسری قسم: جس سے ان پر حجت قائم ہوتی ہے جو رسالت محمد ﷺ پر ایمان لائے، لیکن کہا: کہ یہ عرب کے ساتھ خاص ہے ③۔

---

① دیکھئے: الفصل فی الملل والأھواء والنحل، ۱/ ۱۸۰۔

② دیکھئے: مناہل العرفان، ۲/ ۸۶۔

③ دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۷/ ۲۷

پہلی قسم: تورات وانجیل میں وارد دلائل سے **مطلق** طور پر نبوت محمد ﷺ کے منکرین پر حجت قائم ہوتی ہے،لیکن ایک مسلمان داعی جب ان کی کتابوں سے دلائل ذکر کرے تو اس بات کا عقیدہ نہ رکھے کہ یہ نصوص اسی حالت میں ہیں جس طرح نازل ہوئے تھے، بلکہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ ان نصوص میں سے ہوں جن میں تحریف وتبدیلی واقع ہو چکی ہے؛ کیونکہ یہود ونصاریٰ نے اپنی کتابوں میں بہت کچھ تحریف وتبدیلی کر لی ہے،لیکن مسلمان اُن کے سامنے موجود تورات وانجیل سے اُن پر حجت قائم کرے (1)، اس لئے نہیں کہ وہ ثابت ہیں، بلکہ اُنہیں الزامی طور پر منوانے کے لئے یا پھر وہ تحریف کا اعتراف کریں، ان میں سے کچھ چیزیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ تورات میں ہے: بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی بیٹیوں کو اپنے بیٹوں کے ساتھ بیاہ دیں، اور آیا ہے کہ ہر شکم میں ایک مذکر اور ایک مونث پیدا ہوا کرتے تھے، چنانچہ

---

(1) یہود ونصاریٰ کی خبروں (روایتوں) کی تین قسمیں ہیں:

(الف) نبی کریم ﷺ سے صحیح طور پر منقول ہونے کے سبب' جس کا صحیح ہونا معلوم ہو، یا شریعت میں اس کا کوئی صحیح شاہد ہو' جس سے اس بات کی تائید ہوتی ہو' تو یہ قسم صحیح اور مقبول ہے۔

(ب) جس کا جھوٹ ہونا معلوم ہو، کیونکہ وہ شریعت محمدیہ ﷺ میں معروف امور کے خلاف ہو، یا عقل صحیح کے موافق نہ ہو، اس قسم کی خبروں کو نہ قبول کرنا درست ہے' نہ ہی اس کی روایت کرنا۔

(ج) جن خبروں کے بارے میں شریعت اسلامیہ خاموش ہے' نہ پہلی قسم سے ہیں نہ دوسری قسم سے، تو ایسی خبروں کے بارے میں مسلمان کو توقف کرنا چاہئے، نہ ان کی تصدیق کرے نہ تکذیب، البتہ اسے بیان کرنا جائز ہے، کیونکہ ارشاد نبوی ہے:

''لا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الكِتَابِ وَلا تُكَذِّبُوهُمْ، وَقُولُوا: ﴿آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا﴾ [البقرۃ:۱۳۶]۔

[صحیح بخاری مع فتح الباری، ۸/ ۱۷۰، حدیث (۴۴۸۵)، و ۱۳/ ۱۱۶]۔

نہ اہل کتاب کی تصدیق کرو' نہ تکذیب، بلکہ کہو: ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف اتارا گیا اُس پر ایمان لائے۔

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلاَ حَرَجَ''۔

[صحیح بخاری مع فتح الباری، ۶/ ۴۹۶، حدیث (۳۴۶۱)، نیز دیکھئے: التفسیر والمفسرون، از علامہ ذہبی، ۱/ ۱۷۹]۔

بنی اسرائیل سے بیان کرو' کوئی حرج نہیں۔

وہ شکموں کے اختلاف کو ماؤں، باپوں اور انساب کے اختلاف کے درجہ میں قرار دے کر اِس کے جوڑے کو دوسرے کے ساتھ اور دوسرے کے جوڑے کو اِس کے ساتھ بیاہ دیا کرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو حرام قرار دیا، جیسا کہ مسلمان، یہود اور نصاریٰ کے دین پسندوں کا اس پر اجماع ہے ①۔

۲۔ توارت کے سفر اول میں آیا ہے: اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے کشتی سے نکلتے وقت فرمایا: ''میں نے ہر چوپایہ کو آپ اور آپ کے خاندان کے لئے غذا بنا دیا ہے اور میں نے تمہارے لئے اُسے گھاس کے پودے کی طرح آزاد کر دیا ہے' سوائے خون کے، لہٰذا اسے مت کھاؤ''، پھر اس کے بعد اعتراف کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں سے اہل شرائع پر بہت کچھ حرام کر دیا، جیسے موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں خنزیر (سور) کو حرام کر دیا، اور یہ عین نسخ ہے ②۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی قربانی کا حکم دیا، پھر اس پر عمل کرنے سے پہلے ہی اس حکم کو منسوخ کر دیا، جس کا اقرار نسخ کے منکرین نے بھی کیا ہے ③۔

۴۔ بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں جائز تھا، پھر موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں حرام کر دیا گیا ④۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بچھڑا پرستوں کو حکم دیا تھا کہ باہم قتل کریں، پھر انہیں حکم دیا کہ تلوار اٹھالیں ⑤۔ اور اس کے علاوہ بکثرت مثالیں ہیں۔

---

① دیکھئے: تفسیر ابن کثیر ۱/ ۱۵۲، ۳۸۳، ومناہل العرفان، از زرقانی، ۲/ ۸۷، واظہار الحق، از رحمت اللہ ہندی، ۱/ ۵۱۳۔

② دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۱۵۲، ۳۸۳، ومناہل العرفان، ۲/ ۸۷، واظہار الحق، ۱/ ۵۱۵۔

③ دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۱۵۲، ۳۸۳، ومناہل العرفان، ۲/ ۸۷، واظہار الحق، ۱/ ۳۱۵۔

④ دیکھئے: الفصل فی الملل والاھواء والنحل، از امام ابن حزم، ۱/ ۱۸۱، والداعی الی الاسلام، از انباری ص ۳۲۴، تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۱۵۲، ۳۸۳، ومناہل العرفان، ۲/ ۸۸، واظہار الحق، ۱/ ۵۱۵۔

⑤ تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۱۵۲، ومناھل العرفان، ۲/ ۸۷، نیز دیکھئے: سورۃ البقرۃ: ۵۴۔

دوسری قسم: اس سے ان لوگوں پر حجت قائم ہوتی ہے جو محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان لائے اور اس کا اعتراف کیا؛ لیکن اسے صرف عربوں کے ساتھ خاص کر دیا، تو جب ان لوگوں نے رسول ﷺ کی رسالت و نبوت کو تسلیم اور اس کا اعتراف کرلیا نیز یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب وسنت کی جو تبلیغ کر رہے ہیں اُس میں سچے ہیں تو ان پر واجب ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت اور آپ کے لائے ہوئے عمومی پیغام نیز کتاب وسنت سے ثابت نسخ پر ایمان لائیں[1]، اور اس کی تصدیق کریں، اور اس کی دلیلیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ ارشاد باری ہے:

﴿ مَا نَنسَخْ مِنْ ءَايَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ أَوْ مِثْلِهَآ ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٦﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِن وَلِىٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٠٧﴾ ﴾ [البقرۃ:۱۰۶،۱۰۷]۔

جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں، یا بھلا دیں اس سے بہتر یا اس جیسی اور لاتے ہیں، کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ کیا تجھے علم نہیں کہ زمین وآسمان کا ملک اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی اور مددگار نہیں۔

۲۔ ارشاد باری ہے:

﴿ كُلُّ ٱلطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَٰٓءِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ ٱلتَّوْرَىٰةُ ۗ قُلْ فَأْتُوا۟ بِٱلتَّوْرَىٰةِ فَٱتْلُوهَآ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٩٣﴾ فَمَنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٩٤﴾ قُلْ صَدَقَ ٱللَّهُ ۗ فَٱتَّبِعُوا۟ مِلَّةَ إِبْرَٰهِيمَ حَنِيفًا ۖ

[1] دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، از امام ابن تیمیہ، ۱/ ۷ ۳،۱/ ۳۱-۱۷۶، ودرء تعارض العقل والنقل، ۷/ ۷ ۲۔

وَمَا كَانَ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ﴿٩٥﴾ ﴾ [آل عمران:۹۳-۹۵]۔

توراۃ کے نزول سے پہلے (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) نے جس چیز کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا اس کے سوا تمام کھانے بنی اسرائیل پر حلال تھے، آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو توراۃ لے آؤ اور پڑھ کر سناؤ۔ اس کے بعد بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھیں وہی ظالم ہیں۔ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے تم سب ابراہیم حنیف کے ملت کی پیروی کرو، جو مشرک نہ تھے۔

۳۔ ارشاد باری ہے:

﴿ فَبِظُلۡمٖ مِّنَ ٱلَّذِينَ هَادُواْ حَرَّمۡنَا عَلَيۡهِمۡ طَيِّبَٰتٍ أُحِلَّتۡ لَهُمۡ وَبِصَدِّهِمۡ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ كَثِيرٗا ﴿١٦٠﴾ وَأَخۡذِهِمُ ٱلرِّبَوٰاْ وَقَدۡ نُهُواْ عَنۡهُ وَأَكۡلِهِمۡ أَمۡوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلۡبَٰطِلِۚ وَأَعۡتَدۡنَا لِلۡكَٰفِرِينَ مِنۡهُمۡ عَذَابًا أَلِيمٗا ﴿١٦١﴾ ﴾ [النساء:۱۶۰،۱۶۱]۔

جو نفیس چیزیں ان کے لئے حلال کی گئی تھیں وہ ہم نے ان پر حرام کر دیں ان کے ظلم کے باعث اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اکثر لوگوں کو روکنے کے باعث۔ اور سود جس سے منع کئے گئے تھے اسے لینے کے باعث اور لوگوں کا مال ناحق مار کھانے کے باعث اور ان میں جو کفار ہیں ہم نے ان کے لئے المناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

۴۔ ارشاد باری ہے:

﴿ وَعَلَى ٱلَّذِينَ هَادُواْ حَرَّمۡنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٖۖ وَمِنَ ٱلۡبَقَرِ وَٱلۡغَنَمِ حَرَّمۡنَا عَلَيۡهِمۡ شُحُومَهُمَآ إِلَّا مَا حَمَلَتۡ ظُهُورُهُمَآ أَوِ ٱلۡحَوَايَآ أَوۡ مَا ٱخۡتَلَطَ بِعَظۡمٖۚ ذَٰلِكَ جَزَيۡنَٰهُم بِبَغۡيِهِمۡۖ وَإِنَّا لَصَٰدِقُونَ ﴿١٤٦﴾ ﴾ [الانعام:۱۴۶]۔

اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری میں سے

ان دونوں کی چربیاں ان پر ہم نے حرام کردی تھیں مگر وہ جو ان کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا جو ہڈی سے ملی ہو۔ ان کی شرارت کے سبب ہم نے ان کو یہ سزا دی اور ہم یقیناً سچے ہیں۔

۵۔ ارشاد باری ہے:

﴿ وَإِذَا بَدَّلْنَآ ءَايَةً مَّكَانَ ءَايَةٍ وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوٓاْ إِنَّمَآ أَنتَ مُفْتَرٍۭ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٠١﴾ ﴾ [النحل:۱۰۱]۔

اور جب ہم کسی آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے اسے وہ خوب جانتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ تو تو بہتان باز ہے۔ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر جانتے ہی نہیں۔

۶۔ ارشاد باری ہے:

﴿ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ﴿٣٨﴾ يَمْحُواْ ٱللَّهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِندَهُۥٓ أُمُّ ٱلْكِتَٰبِ ﴿٣٩﴾ ﴾ [الرعد:۳۸،۳۹]۔

ہر مقررہ وعدے کی ایک لکھت ہے۔ اللہ جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے ثابت رکھے، لوح محفوظ اسی کے پاس ہے۔

۷۔ امت کے سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے کہ شریعت اسلامیہ میں نسخ واقع ہوا ہے، نیز شریعت اسلامیہ کے ذریعہ تمام سابقہ شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں[1]۔

عقلی طور پر نسخ کے جواز اور نقلی وسمعی طور پر اس کے وقوع[2] پر دلالت کرنے والے اِن عقلی، نقلی

---

① تفسیر البغوی، ۳/ ۲۲، ۸۴، ۱/ ۳۲۶، وتفسیر ابن کثیر، ۱/ ۱۵۱، ۳۸۲، ۵۸۵، ۲/ ۱۸۶، ۵۲۰، ۵۸۷، وتفسیر الشوکانی، ۱/ ۳۶۱، وإغاثۃ اللھفان، از امام ابن القیم، ۲/ ۳۲۱-۳۲۸، وتفسیر سعدی، ۱/ ۴۰۱، ۴/ ۱۱۶، ۲۴۱، ومناھل العرفان، ۲/ ۸۹۔

② منکرین نسخ کے کچھ شبہات بھی ہیں، سابقہ دلائل سے ان کی بھی تردید ہوتی ہے، مزید ردود کے لئے دیکھیں: ===

اور سمعی دلائل سے نسخ کے منکرین کے اقوال اور اسی طرح نبی کریم ﷺ کی رسالت کے عموم کے منکرین کے اقوال ساقط ہو جاتے ہیں ①، وللہ الحمد والمنہ۔

دوسرا مسلک: تورات میں تحریف وتبدیلی کے واقع ہونے پر قطعی دلائل:

یہودیوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں حکمت کی بات یہ ہے کہ ان کے سامنے بطریق احسن بحث ومباحثہ کے ذریعہ اس بات کی وضاحت کی جائے کہ اُن کے ہاتھوں میں جو کتاب (تورات) ہے اُس میں تحریف اور تغیر وتبدیلی واقع ہو چکی ہے ②۔

اور یہود ونصاریٰ اس بات کے معترف اور اقراری ہیں کہ مملکت بنی اسرائیل کی پوری مدت بھر تورات سب سے بڑے کاہن ہارونی کے پاس تھی، اور یہودی اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ستر کاہنان متفقہ طور پر تورات کے تیرہ حروف کی تبدیلی کے لئے اکٹھا ہوئے تھے، یہ مسیح علیہ السلام کے بعد قیاصرہ کے دور کی بات ہے جو ان کے جبر وقہر کے ماتحت تھے، اور جو کتاب الٰہی میں ایک جگہ تبدیلی پر راضی ہو جائے تو دیگر جگہوں میں تحریف کی کوئی ضمانت باقی نہیں رہ جاتی۔

نیز یہودی اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ سامریوں نے تورات میں کئی جگہوں پر تحریف کیا اور

== الفصل فی الملل، از امام ابن حزم، ۱/ ۱۸۱-۲۰۰، والداعی إلی الاسلام، از انباری ص ۳۱۷-۳۴۰، ومناھل العرفان، ۲/ ۹۳-۱۰۴۔

① رسالت محمدیہ ﷺ اور اس کے عموم وشمول کے اثبات پر قطعی دلائل آگے آئیں گے، ان شاء اللہ۔

② اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر مسلمان پر اللہ کی نازل کردہ ہر کتاب اور اللہ کے بھیجے ہوئے ہر رسول پر ایمان رکھنا واجب ہے، یہی مسلمانوں کے دین کی اساس اور بنیاد ہے، لہٰذا جس نے کسی ایک نبی یا کتاب کا کفر کیا وہ مسلمانوں کے یہاں کافر ہے، اس کا خون حلال ہے۔ دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱/ ۳۴۳، لیکن اس وقت گفتگو تورات میں تحریف وتبدیلی کے وقوع کے بارے میں ہے۔

اسے مبینہ طور پر تبدیل کر دیا اور اس میں کمی بیشی کر دی، اسی طرح سامریوں کا یہودیوں پر یہ دعویٰ ہے کہ ان کے ہاتھوں میں جو تورات ہے وہ محرف اور تبدیل شدہ ہے ①۔

اور تمام باتوں میں فیصلہ کن اللہ کی کتاب قرآن کریم ہے جو محمد ﷺ پر نازل شدہ سابقہ آسمانی کتابوں پر حاکم اور ان کی تصدیق کرنے والی ہے، چنانچہ قرآن کریم نے تورات میں تحریف نوٹ کیا ہے اور اہل کتاب کے خلاف اُسے ثابت کیا ہے، اور تورات میں کئی قسم کی تحریفات کو اُن سے منسوب کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

پہلی قسم: حق کو باطل سے گڈمڈ کرنا:

بنی اسرائیل حق کو باطل سے گڈمڈ کیا کرتے تھے بایں طور کہ حق و باطل میں تمیز نہ رہ جائے، قرآن کریم نے اُن کے اس جرم کو نوٹ کیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ يَـٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتِىَ ٱلَّتِىٓ أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا۟ بِعَهْدِىٓ أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّـٰىَ فَٱرْهَبُونِ ﴿٤٠﴾ وَءَامِنُوا۟ بِمَآ أَنزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوٓا۟ أَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهِۦ ۖ وَلَا تَشْتَرُوا۟ بِـَٔايَـٰتِى ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّـٰىَ فَٱتَّقُونِ ﴿٤١﴾ وَلَا تَلْبِسُوا۟ ٱلْحَقَّ بِٱلْبَـٰطِلِ وَتَكْتُمُوا۟ ٱلْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤٢﴾ ﴾ [البقرة: ۴۰-۴۲]۔

اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور مجھ ہی سے ڈرو۔ اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے تمہاری کتابوں کی تصدیق میں نازل فرمائی ہے اور اس کے ساتھ تم ہی پہلے کافر نہ بنو اور میری آیتوں کو تھوڑی تھوڑی قیمت پر نہ فروخت کرو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔ اور حق کو

---

① دیکھئے: الفصل، از ابن حزم، ۱/ ۱۰۲، ۱۸۷، ۱۹۷، والجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، از امام ابن تیمیہ، ۲/ ۱۸، وہدایۃ الحیاری فی أجوبۃ الیہود والنصاریٰ، از امام ابن القیم، ص ۵۸۱۔

باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور نہ حق کو چھپاؤ، تمہیں تو خود اس کا علم ہے۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لِمَ تَلۡبِسُونَ ٱلۡحَقَّ بِٱلۡبَٰطِلِ وَتَكۡتُمُونَ ٱلۡحَقَّ وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ٧١ ﴾ [آل عمران:۷۱]۔

اے اہل کتاب! باوجود جاننے کے حق و باطل کو کیوں خلط ملط کر رہے ہو اور کیوں حق کو چھپا رہے ہو؟

اور حق کو باطل سے گڈ مڈ کرنے کی ایک بدترین اور گھناؤنی صورت ان کے ہاتھوں میں موجود تورات کے بارے میں کاہنان اور علماء یہود کا یہ دعویٰ ہے کہ ہارون علیہ السلام نے خود ہی بنی اسرائیل سے سونا اکٹھا کیا اور سونے کا بچھڑا بنانے میں اُن کے ساتھ شریک رہے اور اللہ کو چھوڑ کر اس بچھڑے کی عبادت کرنے پر اُن کی موافقت کی، اور ساتھ ہی دوسری طرف سامری سے اظہارِ براءت بھی کرتے ہیں۔

جبکہ ہارون علیہ السلام ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے فرعون کو توحید کا اقرار کروانے کی راہ میں جانکاہ مشقتیں برداشت کیں، جنہیں ان لوگوں نے شرک وکفر کا داعی بنا دیا ہے، لیکن قرآن کریم اس دعویٰ کے گھات میں تھا، چنانچہ قرآن کریم نے ان کی تکذیب کی اور حقیقت حال آشکارا کیا[1]، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَكَذَٰلِكَ أَلۡقَى ٱلسَّامِرِيُّ ٨٧ فَأَخۡرَجَ لَهُمۡ عِجۡلٗا جَسَدٗا لَّهُۥ خُوَارٞ فَقَالُواْ هَٰذَآ إِلَٰهُكُمۡ وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ فَنَسِيَ ٨٨ أَفَلَا يَرَوۡنَ أَلَّا يَرۡجِعُ إِلَيۡهِمۡ قَوۡلٗا وَلَا يَمۡلِكُ لَهُمۡ ضَرّٗا وَلَا نَفۡعٗا ٨٩ وَلَقَدۡ قَالَ لَهُمۡ هَٰرُونُ مِن قَبۡلُ يَٰقَوۡمِ إِنَّمَا فُتِنتُم بِهِۦۖ وَإِنَّ رَبَّكُمُ ٱلرَّحۡمَٰنُ فَٱتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوٓاْ أَمۡرِي ٩٠

(1) دیکھئے: الفصل، از ابن حزم، ۱/ ۲۵۶، وہدایۃ الحیاریٰ، از ابن القیم ص ۵۸۲۔

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾ [طٰہٰ:۸۷-۹۱]۔

اور اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیئے۔ پھر اس نے لوگوں کے لئے ایک بچھڑا نکال کھڑا کیا یعنی بچھڑے کا بت، جس کی گائے کی سی آواز بھی تھی پھر کہنے لگے کہ یہی تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا بھی، لیکن موسیٰ بھول گیا ہے۔ کیا یہ گمراہ لوگ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ وہ تو ان کی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور نہ ان کے کسی برے بھلے کا اختیار رکھتا ہے۔ اور ہارون (علیہ السلام) نے اس سے پہلے ہی ان سے کہہ دیا تھا اے میری قوم والو! اس بچھڑے سے تو صرف تمہاری آزمائش کی گئی ہے، تمہارا حقیقی پروردگار تو اللہ رحمٰن ہی ہے، پس تم سب میری تابعداری کرو۔ اور میری بات مانتے چلے جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ موسیٰ (علیہ السلام) کی واپسی تک تو ہم اسی کے مجاور بنے بیٹھے رہیں گے۔

چنانچہ حق اور سچائی یہ ہے، دراصل بچھڑا سامری نے بنایا تھا، رہے ہارون علیہ السلام تو وہ انہیں منع کر رہے تھے، لیکن انہوں نے ان کی نافرمانی کی' اور قریب تھا کہ انہیں قتل کر دیں [1]۔

دوسری قسم: حق چھپانا:

اس میں شک نہیں کہ اللہ حق ہے اور حق ہی فرماتا ہے، اور موسیٰ علیہ السلام پر نازل کردہ تورات مکمل حق ہے؛ کیونکہ وہ اللہ کا کلام ہے، لیکن بنی اسرائیل حق چھپاتے تھے' جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ کتاب اللہ کو اپنی نفسانی خواہشات اور ہوس رانیوں کے سامنے پست کر دیں، چنانچہ جن آیتوں میں انہیں سستی منفعت دکھائی دیتی تھی یا جو آیتیں اُن کے مقصد سے میل کھاتی تھیں وہ صرف اُنہی کا اقرار کرتے تھے، اور جو آیتیں انہیں اپنے خلاف دلیل و حجت نظر آتی تھیں انہیں چھپاتے تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس گھناؤنی حرکت (کتمان حق) کو اپنی کتاب میں نوٹ فرمایا

---

① دیکھئے: الفصل فی الملل والاھواء والنحل، از ابن حزم، ۱/ ۴۵۶، وھدایۃ الحیاریٰ ص ۵۸۲۔

ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لِمَ تَلۡبِسُونَ ٱلۡحَقَّ بِٱلۡبَٰطِلِ وَتَكۡتُمُونَ ٱلۡحَقَّ وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ٧١ ﴾ [آل عمران:۷۱]۔

اے اہل کتاب! باوجود جاننے کے حق و باطل کو کیوں خلط ملط کر رہے ہو اور کیوں حق کو چھپا رہے ہو؟ (نیز دیکھئے: سورۃ البقرۃ: ۴۲)۔

اور ایک سب سے بڑی چیز جسے اہل کتاب نے چھپایا وہ اُن کی کتابوں میں موجود نبی کریم ﷺ کے صفات اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا آپ کو تمام انسانیت کے لئے رسول منتخب کرنا تھا، حالانکہ وہ آپ ﷺ کو اپنی کتابوں میں ایسے ہی پہچانتے تھے جیسے اپنی بیٹوں کو جانتے تھے، لیکن جب ان سے اس سلسلہ میں پوچھا جاتا تھا تو چھپاتے تھے [1]، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ ءَاتَيۡنَٰهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ يَعۡرِفُونَهُۥ كَمَا يَعۡرِفُونَ أَبۡنَآءَهُمۡۖ وَإِنَّ فَرِيقٗا مِّنۡهُمۡ لَيَكۡتُمُونَ ٱلۡحَقَّ وَهُمۡ يَعۡلَمُونَ ١٤٦ ﴾ [البقرۃ:۱۴۶]۔

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ تو اسے ایسا پہچانتے ہیں جیسے کوئی اپنے بچوں کو پہچانے، ان کی ایک جماعت حق کو پہچان کر پھر چھپاتی ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ ءَاتَيۡنَٰهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ يَعۡرِفُونَهُۥ كَمَا يَعۡرِفُونَ أَبۡنَآءَهُمُۘ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُونَ ٢٠ ﴾ [الانعام:۲۰]۔

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول کو پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہنچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالا ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

---

(۱) دیکھئے: تفسیر البغوی، ۱/ ۶۷، ۱۶۲، ۳۱۵، وتفسیر ابن کثیر، ۱/ ۸۵، ۹۵، ۳۷۴۔

حالانکہ اللہ عزوجل نے تورات وانجیل میں رسول ﷺ کی مکمل صفتیں بیان فرمادی ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾ ﴾ [الاعراف:۱۵۶، ۱۵۷]۔

اور میری رحمت تمام اشیا پر محیط ہے۔ تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام ضرور لکھوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

ان عظیم اوصاف کے باوجود جنہیں وہ اپنے یہاں تحریری طور پر جانتے تھے، اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور جان کر چھپایا[1]۔

---

① الملل والنحل، از امام ابن حزم، ۱/ ۲۰۱-۳۲۹، والجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۳/ ۲۹۹-۳۳۲۔ ===

تیسری قسم: حق پوشی:

پوشیدہ رکھنا کتمان سے قریب قریب ہے[1]، اہل کتاب تورات کے بہت سے احکام چھپایا کرتے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَيَعْفُوا۟ عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَٰبٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ ﴾ [المائدۃ:۱۵]۔

اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا رسول (ﷺ) آچکا جو تمہارے سامنے کتاب اللہ کی بکثرت ایسی باتیں اہر کر رہا ہے جنہیں تم چھپا رہے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے، تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے۔

اور یہودیوں نے جن احکام کو چھپایا ان میں شادی شدہ زانی کے رجم کا حکم بھی تھا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

"إِنَّ اليَهُودَ جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ قَدْ زَنَيَا، فَقَالَ لَهُمْ: **كَيْفَ تَفْعَلُونَ بِمَنْ زَنَى مِنْكُمْ؟** قَالُوا: نُحَمِّمُهُمَا وَنَضْرِبُهُمَا، فَقَالَ: **لاَ تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ الرَّجْمَ؟** فَقَالُوا: لاَ نَجِدُ فِيهَا شَيْئًا، فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلاَمٍ: كَذَبْتُمْ، فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ، فَوَضَعَ مِدْرَاسُهَا

== وهداية الحيارىٰ في أجوبة اليهود والنصارىٰ، از ابن القیم، ص ۵۲۲-۵۸۰، وإغاثة اللهفان، از ابن القیم، ۲/۵۱-۳۵۱-۳۶۳، اور إظهار الحق، از رحمۃ اللہ الہندی، ۱/۳۳۵-۵۰۸، میں تورات کے نصوص کی وہ مثالیں ملاحظہ فرمائیں، جن میں نبی کریم ﷺ کی صفات کو نہایت واضح اور جلی طور پر بیان کیا گیا ہے لیکن یہودیوں نے اسے چھپایا۔

[1] دیکھئے: ہدایۃ الحیاریٰ، از ابن القیم ص ۵۲۴، اور کتمان اور اخفاء کے درمیان فرق کے بارے میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ: کتمان وہ ہے جو انہوں نے نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت کی صفات کو حسد وعداوت اور نفرت کے سبب چھپایا، اور اخفاء سے مراد ہر اس چیز کو چھپانا ہے جس میں ان کی رسوائی اور مخالفت ہے، واللہ اعلم۔ نیز دیکھئے: التوراة دراسة وتحليل، از محمد شلبی ص ۸۰۔

الَّذِي يُدَرِّسُهَا مِنْهُمْ كَفَّهُ عَلَى ايَةِ الرَّجْمِ، فَطَفِقَ يَقْرَأُ مَا دُونَ يَدِهِ، وَمَا وَرَاءَهَا وَلاَ يَقْرَأُ ايَةَ الرَّجْمِ، فَنَزَعَ يَدَهُ ① عَنْ ايَةِ الرَّجْمِ، فَقَالَ: مَا هَذِهِ؟ فَلَمَّا رَأَوْا ذَلِكَ قَالُوا: هِيَ ايَةُ الرَّجْمِ، فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيبًا مِنْ حَيْثُ مَوْضِعُ الجَنَائِزِ عِنْدَ المِسْجِدِ، فَرَأَيْتُ صَاحِبَهَا يَجْنِي عَلَيْهَا يَقِيهَا الحِجَارَةَ''②۔

یہودی اپنے قبیلے کے ایک مرد اور ایک عورت کو لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے جنہوں نے زنا کا ارتکاب کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: اگر تم میں سے کوئی زنا کرے تو تم اس کو کیا سزا دیتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس کا منہ کالا کر کے اسے مارتے پیٹتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا توریت میں رجم کا حکم نہیں ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم تورات میں کچھ نہیں پاتے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ تم جھوٹ بول رہے ہو، اگر سچے ہو تو تورات لاؤ اور اسے پڑھو۔ (جب تورات لائی گئی) تو ان کے ایک بہت بڑے مدرس نے جو انہیں تورات کا درس دیا کرتا تھا، آیت رجم پر اپنی ہتھیلی رکھ دیا اور اس سے پہلے اور اس کے بعد کی عبارت پڑھنے لگا، اور آیت رجم نہیں پڑھتا تھا۔ بالآخر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ کو آیت رجم سے ہٹایا اور اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جب یہودیوں نے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ آیت رجم ہے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا اور ان دونوں کو مسجد نبوی کے قریب جہاں جنازے لا کر رکھے جاتے تھے، رجم کر دیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس عورت کا ساتھی (زانی) اُسے پتھر سے بچانے کے لیے اس پر جھک پڑتا تھا۔

---

① اور صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنا ہاتھ ہٹاؤ، جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو وہاں آیت رجم موجود تھی، دیکھئے: صحیح بخاری مع فتح الباری، ۲/ ۱۶۶۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب التفسیر، سورۃ آل عمران: باب: {قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ} [آل عمران: ۹۳]، ۸/ ۲۲۴، حدیث (۴۵۵۶)، ۱۲/ ۱۶۶، ۱۳/ ۵۱۶۔

اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا ۚ وَمَن يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَن تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَن يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٤١﴾ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ ۚ فَإِن جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ وَإِن تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَن يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۖ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِندَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٣﴾ ﴾ [المائدۃ:۴۱-۴۳]۔

کہتے ہیں کہ اگر تم یہی حکم دیئے جاؤ تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ دیئے جاؤ تو الگ تھلگ رہنا اور جس کا خراب کرنا اللہ کو منظور ہو تو آپ اس کے لئے خدائی ہدایت میں سے کسی چیز کے مختار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ان کے دلوں کو پاک کرنے کا نہیں، ان کے لئے دنیا میں بھی بڑی ذلت اور رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے بڑی سخت سزا ہے۔ یہ کان لگا لگا کر جھوٹ کے سننے والے اور جی بھر بھر کر حرام کے کھانے والے ہیں، اگر یہ تمہارے پاس آئیں تو تمہیں اختیار ہے خواہ ان کے آپس کا فیصلہ کرو خواہ ان کو ٹال دو، اگر تم ان سے منھ بھی پھیرو گے تو بھی یہ تم کو ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے، اور اگر تم فیصلہ کرو تو ان میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقیناً عدل والوں کے ساتھ اللہ محبت رکھتا ہے۔ (تعجب کی بات ہے کہ) وہ کیسے اپنے پاس تورات ہوتے ہوئے جس میں احکام الٰہی ہیں تم کو منصف بناتے ہیں پھر اس کے بعد بھی پھر جاتے ہیں، دراصل یہ ایمان ویقین والے ہیں ہی نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ نَصِيبًا مِّنَ ٱلْكِتَـٰبِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَـٰبِ ٱللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ ﴾ [آل عمران: ۲۳]۔

کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جنہیں ایک حصہ کتاب کا دیا گیا ہے وہ اپنے آپس کے فیصلوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلائے جاتے ہیں، پھر بھی ایک جماعت ان کی منہ پھیر کر لوٹ جاتی ہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب پر نکیر فرمائی ہے جو بزعم خویش اپنی کتاب تورات وانجیل پر سختی سے عمل کرنے کے دعویدار ہیں اور جب انہیں ان کتابوں سے فیصلہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے بایں طور کہ ان میں وارد محمد ﷺ کی اتباع وغیرہ سے متعلق اللہ کے اوامر کی اطاعت کریں تو اُن کتابوں سے اعراض کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں، یہ ان کی حد درجہ مذمت ہے [۱]۔

چوتھی قسم: زبان موڑنا:

تورات میں یہودیوں کی تحریف کی ایک قسم زبان موڑنا بھی ہے، چنانچہ وہ تحریف کے لئے اپنی زبانیں ٹیڑھی کیا کرتے تھے تاکہ سننے والے کے سامنے اللہ کے نازل کردہ لفظ کو دوسرے لفظ سے گڈمڈ کردیں، اور کلام الٰہی کو پڑھتے وقت اسے اللہ کے نازل کردہ لفظ سے اپنے مفاد کے مطابق لفظ کی طرف موڑنے کے لئے اپنی زبانوں کو گھماتے تھے [۲]، ارشاد باری ہے:

﴿ وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُۥنَ أَلْسِنَتَهُم بِٱلْكِتَـٰبِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ ٱلْكِتَـٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ ٱلْكِتَـٰبِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٨﴾ ﴾ [آل عمران: ۷۸]۔

---

① دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۳۵۶، واضواء البیان، از امام شنقیطی، ۲/ ۵۷۔

② دیکھئے: تفسیر البغوی، ۱/ ۳۲۰، وتفسیر ابن کثیر، ۱/ ۳۷۷، وہدایۃ الحیاری ص ۵۲۴، وفتح القدیر، از امام شوکانی، ۱/ ۳۵۴۔

یقیناً ان میں ایسا گروہ بھی ہے جو کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبان مروڑتا ہے تاکہ تم اسے کتاب ہی کی عبارت خیال کرو حالانکہ دراصل وہ کتاب میں سے نہیں، اور یہ کہتے بھی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ دراصل وہ اللہ تعالی کی طرف سے نہیں، وہ تو دانستہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

زبان ٹیڑھی کر کے تحریف کرنے کے قبیل سے یہودیوں کا وہ عمل بھی تھا جسے وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ﴿وَٱسۡمَعۡ غَيۡرَ مُسۡمَعٖ﴾ [النساء:۴۶] کہہ کر انجام دیا کرتے تھے، اور اس سے یہ معنیٰ مراد لیتے تھے کہ ”سنئے آپ نہ سن سکیں“، یعنی نبی کریم ﷺ پر نعوذ باللہ بد دعا کرتے تھے، اس طرح مسلمان نبی کریم ﷺ سے ﴿رَٰعِنَا﴾ کہا کرتے تھے، رعایت اور خیال کے معنیٰ میں، یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہم میں سے سب کی بات سنئے، چنانچہ یہودیوں نے جیسے ہی یہ لفظ سنا، تحریف کے لئے موقع غنیمت سمجھا، کیونکہ اُن کے یہاں اس لفظ کا معنیٰ گالی گلوچ اور طعنہ ہے، یعنی ”اے احمق اور بیوقوف“ کے معنیٰ میں ہے[1] لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی اس حرکت کا پردہ فاش کر دیا، ارشاد فرمایا:

﴿مِّنَ ٱلَّذِينَ هَادُواْ يُحَرِّفُونَ ٱلۡكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ وَيَقُولُونَ سَمِعۡنَا وَعَصَيۡنَا وَٱسۡمَعۡ غَيۡرَ مُسۡمَعٖ وَرَٰعِنَا لَيَّۢا بِأَلۡسِنَتِهِمۡ وَطَعۡنٗا فِي ٱلدِّينِۚ وَلَوۡ أَنَّهُمۡ قَالُواْ سَمِعۡنَا وَأَطَعۡنَا وَٱسۡمَعۡ وَٱنظُرۡنَا لَكَانَ خَيۡرٗا لَّهُمۡ وَأَقۡوَمَ وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ ٱللَّهُ بِكُفۡرِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُونَ إِلَّا قَلِيلٗا ۝٤٦﴾ [النساء:۴۶]۔

بعض یہود کلمات کو ان کی ٹھیک جگہ سے ہیر پھیر کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی اور سن اس کے بغیر کہ تو سنا جائے اور ہماری رعایت کر! (لیکن اس کے کہنے میں) اپنی زبان کو پیچ دیتے ہیں اور دین میں طعنہ دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ کہتے کہ ہم نے

---

(۱) دیکھئے: تفسیر البغوی، ۱/ ۱۰۲، ۴۳۸، وتفسیر ابن کثیر، ۱/ ۱۴۹، ۵۰۸، وفتح القدیر، از امام شوکانی، ۱/ ۱۲۴، ۴۷۴۔

سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی اور آپ سنئے اور ہمیں دیکھئے تو یہ ان کے لئے بہت بہتر اور نہایت ہی مناسب تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے انہیں لعنت کی ہے۔ پس یہ بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں۔

نیز اللہ نے مسلمانوں کو یہودیوں کی صفات سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَقُولُواْ رَٰعِنَا وَقُولُواْ ٱنظُرْنَا وَٱسْمَعُواْ ۗ وَلِلْكَـٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾ ﴾ [البقرة: ۱۰۴]۔

اے ایمان والو! تم (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) "راعنا" نہ کہا کرو، بلکہ "انظرنا" کہو یعنی ہماری طرف دیکھئے اور سنتے رہا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

پانچویں قسم: کلام الٰہی کو اس کی جگہ سے پھیر دینا:

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب پر تحریف کی اس قسم کو ثابت کیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ مِّنَ ٱلَّذِينَ هَادُواْ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ ﴾ [النساء: ۴۶]۔

بعض یہود کلمات کو ان کی ٹھیک جگہ سے ہیر پھیر کر دیتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَـٰقَهُمْ لَعَنَّـٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَـٰسِيَةً ۖ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ وَنَسُواْ حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُواْ بِهِۦ ۚ ﴾ [المائدۃ: ۱۳]۔

پھر ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر اپنی لعنت نازل فرمادی اور ان کے دل سخت کر دیئے کہ وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں اور جو کچھ نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کا بہت بڑا حصہ بھلا بیٹھے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَمِنَ ٱلَّذِينَ هَادُواْ ۛ سَمَّـٰعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّـٰعُونَ لِقَوْمٍ

ءَاخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ مِنۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهِۦ﴾ [المائدة:۴۱]۔

اور یہودیوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو غلط باتیں سننے کے عادی ہیں اور ان لوگوں کے جاسوس ہیں جو اب تک آپ کے پاس نہیں آئے، وہ کلمات کے اصلی موقعہ کو چھوڑ کر انہیں متغیر کر دیا کرتے ہیں۔

اور تحریف کی اس قسم کی حسب ذیل چار صورتیں ہیں:

۱۔ تحریف تبدیل: یعنی کسی لفظ کو دوسرے لفظ کی جگہ، یا کسی جملہ کو دوسرے جملہ کی جگہ رکھ دینا۔

۲۔ تحریف زیادہ: یعنی کسی لفظ یا جملہ کا اضافہ کر دینا۔

۳۔ تحریف نقص: یعنی موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ کلام میں سے کوئی لفظ یا پورا جملہ نکال دینا۔

۴۔ تحریف معنیٰ: یعنی لفظ یا جملہ تو اپنی صورت پر باقی رہتا تھا لیکن وہ اُس میں دو معانی کا احتمال پیدا کرتے تھے، پھر ان میں سے جو معنیٰ ان کی خواہشات اور اغراض ومقاصد کے مطابق ہوتا تھا اسے اختیار کرتے تھے(۱)۔

تورات میں ان تمام صورتوں کی مثالیں بکثرت ہیں، جن کے ذکر کرنے کی یہاں گنجائش نہیں(۲)۔

---

(۱) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۳۷۷، وإغاثۃ اللھفان، از ابن القیم، ۲/ ۳۶۰، ۳۶۱، وإظہار الحق، از رحمۃ اللہ ہندی، ۱/ ۳۳۷-۵۰۸، والتوراۃ: دراسۃ وتحلیل، از ڈاکٹر محمد شلبی شتیوی ص ۸۳۔

(۲) تحریف تبدیل کی مثالوں کے لئے ملاحظہ فرمائیں: الفصل فی الملل، از امام ابن حزم، ۱/ ۲۰۷-۲۴۴، وإغاثۃ اللھفان، از امام ابن القیم، ۲/ ۳۴۲-۳۴۴، وھدایۃ الحیاریٰ ص ۵۸۲، والمناظرۃ الکبریٰ ص ۴۶۵-۴۷۵۔ اور تحریف زیادہ کی مثالوں کے لئے ملاحظہ فرمائیں: اظہار الحق، ۱/ ۳۳۸-۳۴۷، والتوراۃ دراسۃ وتحلیل، ص ۹۰/ ۹۴۔ اور تحریف نقص کی مثالوں کے لئے لاحظہ فرمائیں: اظہار الحق، ۱/ ۴۱۴-۴۵۶، والتوراۃ دراسۃ وتحلیل، ۹۵-۹۸۔ اور تحریف تاویل کی مثالوں کے لئے ملاحظہ فرمائیں: إغاثۃ اللھفان من مصائد الشیطان، از امام ابن القیم، ۲/ ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۶۱-۳۶۲، وھدایۃ الحیاریٰ ص ۵۲۶-۵۳۹۔

اللہ عزوجل نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ اہل کتاب اچھی طرح جانتے تھے کہ محمد ﷺ کی لائی ہوئی باتیں حق ہیں کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں نبی کریم ﷺ کی صفت، آپ کی امت اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مکمل شریعت سے مشرف فرمایا ہے اس کا تذکرہ پاتے تھے[1]، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٤٤﴾ ﴾ [البقرة:۱۴۴]۔

اہل کتاب کو اس بات کے اللہ کی طرف سے برحق ہونے کا قطعی علم ہے اور اللہ تعالیٰ ان اعمال سے غافل نہیں جو یہ کرتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَلْبِسُونَ ٱلْحَقَّ بِٱلْبَٰطِلِ وَتَكْتُمُونَ ٱلْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٧١﴾ ﴾ [آل عمران:۷۱]۔

اے اہل کتاب! باوجود جاننے کے حق و باطل کو کیوں خلط ملط کر رہے ہو اور کیوں حق کو چھپا رہے ہو؟ (نیز دیکھئے: آیت ۹۸،۹۹)۔

لیکن اس کے باوجود اُن پر اللہ کا رحم و کرم یہ ہے کہ جب ان کے بڑے بڑے جرائم کا ذکر کیا تو انہیں توبہ کی تلقین فرمائی، چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ ءَامِنُواْ بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُم مِّن قَبْلِ أَن نَّطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَىٰٓ أَدْبَارِهَآ أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ أَصْحَٰبَ ٱلسَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ ٱللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٤٧﴾ ﴾ [النساء:۴۷]۔

اے اہل کتاب! جو کچھ ہم نے نازل فرمایا ہے جو اس کی بھی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے، اس پر ایمان لاؤ اس سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں اور انہیں لوٹا کر

پیٹھ کی طرف کر دیں، یا ان پر لعنت بھیجیں جیسے ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا کام کیا گیا۔

اور اگر وہ اللہ، اُس کے فرشتوں، اس کی تمام کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے تو اللہ اُن کے گناہوں کو معاف فرما دیتا اور انہیں جنت میں داخل کرتا[1]، ارشاد باری ہے:

﴿ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ ءَامَنُوا۟ وَٱتَّقَوْا۟ لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّـَٔاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَٰهُمْ جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا۟ ٱلتَّوْرَىٰةَ وَٱلْإِنجِيلَ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوا۟ مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم ۚ مِّنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُونَ ﴿٦٦﴾ ﴾ [المائدۃ: ٦٥، ٦٦]۔

اور اگر یہ اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان کی تمام برائیاں معاف فرما دیتے اور ضرور انہیں راحت و آرام کی جنتوں میں لے جاتے۔ اور اگر یہ لوگ تورات وانجیل اور ان کی جانب جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، ان کے پورے پابند رہتے تو یہ لوگ اپنے اوپر سے اور نیچے سے روزیاں پاتے اور کھاتے، ایک جماعت تو ان میں سے درمیانہ روش کی ہے، باقی ان میں سے بہت سے لوگوں کے برے اعمال ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ ءَامَنَ أَهْلُ ٱلْكِتَٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ ٱلْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴿١١٠﴾ ﴾ [آل عمران: ١١٠]۔

اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں ایمان والے بھی ہیں لیکن اکثر تو فاسق ہیں۔

[1] دیکھئے: تفسیر السعدی، ٢/ ٣١٩۔

تیسرا مسلک: انصاف پسند علماء یہود کے اعتراف کا اثبات

اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل کتاب کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں حکمت کا طریقہ یہ بھی ہے کہ اُن کے خلاف انصاف پسند علماء اہل کتاب کی گواہیاں پیش کی جائیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے قبول حق کی توفیق بخشی، اور انہوں نے حق کی دوٹوک وضاحت کی، اُسے چھپایا نہیں، یہ طریقہ فرمان باری ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَآ﴾ [یوسف:۲۶] (اور عورت کے قبیلے ہی کے ایک شخص نے گواہی دی) کے قبیل سے ہے۔

میں ذیل میں بطور مثال ایسے چند علماء کا ذکر کروں گا جن کے بارے میں یہودیوں کا اعتراف ہے کہ وہ انہی میں سے ہیں، پھر انہوں نے اسلام اور اس کے دین حق ہونے کا اقرار کیا:

۱۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ:

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں صرف تنہا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہی اسلام لائے ہوتے جو خود یہودیوں کی شہادت واعتراف کے مطابق مطلق طور پر ان کے سردار اور سردار زادے، عالم اور عالم زادے، سب سے بہتر اور بہتر زادے تھے، تو روئے زمین کے تمام یہودیوں کے بالمقابل اور برابر ہوتے، چہ جائیکہ اُن کے بعد اتنے علماء و راہبان ایمان لائے ہیں جن کی تعداد کا صحیح علم اللہ ہی کو ہے (۱)۔

بلاشبہہ یہ شخصیت (عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائی، چنانچہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

''بَلَغَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلاَمٍ مَقْدَمُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ المَدِينَةَ فَأَتَاهُ، فَقَالَ: إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلاَثٍ لاَ يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ قَالَ: مَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ؟ وَمَا أَوَّلُ

---

(۱) دیکھئے: ھدایۃ الحیاریٰ فی أجوبۃ الیہود والنصاریٰ ص ۵۱۴، ۵۲۵۔

طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الجَنَّةِ؟ وَمَا بَالُ الوَلَدِ يَنْزِعُ إِلَى أَبِيهِ أَوْ إِلَى أُمِّهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''**خَبَّرَنِي بِهِنَّ انِفًا جِبْرِيلُ**''، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ ذَاكَ عَدُوُّ اليَهُودِ مِنَ المَلاَئِكَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''**أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ المَشْرِقِ إِلَى المَغْرِبِ، وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ، وَأَمَّا الشَّبَهُ فِي الوَلَدِ: فَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَشِيَ المَرْأَةَ فَسَبَقَهَا مَاؤُهُ كَانَ الشَّبَهُ لَهُ، وَإِذَا سَبَقَ مَاؤُهَا كَانَ الشَّبَهُ لَهَا**'' قَالَ: [أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ]، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اليَهُودَ قَوْمٌ بُهُتٌ، إِنْ عَلِمُوا بِإِسْلاَمِي قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُمْ بَهَتُونِي عِنْدَكَ، فادعهم [فَاسْأَلْهُمْ عَنِّي، قَبْلَ أَنْ يَعْلَمُوا بِإِسْلاَمِي]، [فَأَرْسَلَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ فَأَقْبَلُوا]، فَدَخَلُوا عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''**يَا مَعْشَرَ اليَهُودِ، وَيْلَكُمْ، اتَّقُوا اللَّهَ، فَوَاللَّهِ الَّذِي لاَ إِلَهَ إِلَّا هُوَ، إِنَّكُمْ لَتَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا، وَأَنِّي جِئْتُكُمْ بِحَقٍّ، فَأَسْلِمُوا**''، قَالُوا: مَا نَعْلَمُهُ، قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ، قَالَهَا ثَلاَثَ مِرَارٍ، قَالَ: ''**فَأَيُّ رَجُلٍ فِيكُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلاَمٍ؟**'' قَالُوا: ذَاكَ سَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا، وَأَعْلَمُنَا وَابْنُ أَعْلَمِنَا، وَأَخْبَرُنَا، وَابْنُ أَخْبَرِنَا، [خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا، وَأَفْضَلُنَا وَابْنُ أَفْضَلِنَا]، قَالَ: ''**أَفَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ؟**''، قَالُوا: أَعَاذَهُ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ، حَاشَا لِلَّهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ، قَالَ: ''**أَفَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ؟**''، قَالُوا: حَاشَا لِلَّهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ، قَالَ: ''**أَفَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ؟**''، قَالُوا: حَاشَا لِلَّهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ، قَالَ: ''**يَا ابْنَ سَلاَمٍ اخْرُجْ عَلَيْهِمْ**''، [فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ عَبْدُ اللَّهِ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ]، [مَعْشَرَ اليَهُودِ اتَّقُوا اللَّهَ، فَوَاللَّهِ الَّذِي لاَ إِلَهَ إِلَّا هُوَ، إِنَّكُمْ

لَتَعْلَمُونَ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ، وَأَنَّهُ جَاءَ بِحَقٍّ، فَقَالُوا: كَذَبْتَ]، [شَرُّنَا، وَابْنُ شَرِّنَا، وَوَقَعُوا فِيهِ]، [فَأَخْرَجَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ][1]۔

جب عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے مدینہ آنے کی خبر ہوئی تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا: کہ میں آپ سے تین چیزوں کے متعلق پوچھوں گا جنہیں نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کی سب سے پہلی نشانی کیا ہوگی؟ اہل جنت کی ضیافت سب سے پہلے کس کھانے سے کی جائے گی؟ اور کیا بات ہے کہ بچہ کبھی باپ پر جاتا ہے اور کبھی ماں پر؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان کا جواب ابھی مجھے حضرت جبرائیل نے آ کر بتایا ہے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا: وہ تو ملائکہ میں یہودیوں کے دشمن ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو انسانوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی۔ جس کھانے سے سب سے پہلے اہل جنت کی ضیافت ہوگی وہ مچھلی کی کلیجی کا بڑھا ہوا ٹکڑا ہوگا، اور بچہ باپ کی صورت پر اس وقت جاتا ہے جب عورت کے پانی پر مرد کا پانی غالب آجائے اور جب مرد کے پانی پر عورت کا پانی غالب آجائے تو بچہ ماں پر جاتا ہے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہودی بڑی بہتان باز قوم ہے، اگر آپ کے ان سے پوچھنے سے پہلے اُنہیں میرے اسلام کا علم ہوگا تو وہ مجھ پر بڑے بہتان لگائیں گے، لہٰذا آپ انہیں بلالیں اور اس سے پہلے کہ

---

[1] صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ، ۶/ ۳۶۲، حدیث (۳۳۲۹)، وکتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ، ۷/ ۲۵۰، حدیث (۳۹۱۱)، وباب حدثنی حامد بن عمر عن بشر بن المفضل، ۷/ ۲۷۲، حدیث (۳۹۳۸)، وکتاب التفسیر، سورۃ البقرۃ، باب قولہ: مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ، ۸/ ۱۶۵، حدیث (۴۴۸۰)، حدیث کے الفاظ چاروں جگہوں سے ماخوذ ہیں، نیز دیکھئے: البدایۃ والنہایۃ، ۳/ ۲۱۰۔

میرے اسلام کے بارے میں انہیں کچھ معلوم ہو، ان سے میرے متعلق دریافت فرمائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں بلا بھیجا، اور وہ آپ کے پاس آئے، آپ ﷺ نے ان سے کہا: ”اے جماعت یہود! تمہاری بربادی ہو، اللہ سے ڈرو، اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، تم یقیناً جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول برحق ہوں، اور تمہارے پاس حق لیکر آیا ہوں، لہٰذا اسلام لے آؤ“، انہوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں! نبی کریم ﷺ نے ان سے اور انہوں نے آپ ﷺ سے اس طرح تین مرتبہ کہا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا عبداللہ بن سلام تم میں کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے، ہم میں سب سے بڑے عالم اور ہمارے سب سے بڑے عالم کے بیٹے، ہم میں سب سے زیادہ باصلاحیت اور سب سے زیادہ باصلاحیت کے بیٹے، ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے بیٹے، ہم میں سب سے زیادہ صاحب فضل اور سب سے زیادہ صاحب فضل کے بیٹے! آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ اسلام لے آئیں تو، تمہارا کیا خیال ہوگا؟ انہوں نے کہا: اللہ انہیں پناہ دے، اللہ بچائے، وہ اسلام تو نہیں لاسکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اگر وہ اسلام لے آئیں تو، تمہارا کیا خیال ہوگا؟ انہوں نے کہا: اللہ بچائے، وہ اسلام تو نہیں لاسکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اگر وہ اسلام لے آئیں تو، تمہارا کیا خیال ہوگا؟ انہوں نے کہا: اللہ بچائے، وہ اسلام تو نہیں لاسکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابن سلام! اب ان کے سامنے آجاؤ۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ باہر آئے اور کہا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں“ اے یہودیو! اللہ سے ڈرو، اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، تمہیں خوب معلوم ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ حق لیکر آئے ہیں، یہ سنتے ہی یہودیوں نے کہا تم جھوٹے ہو! یہ تو ہم میں سب سے بدترین اور سب سے بدترین کا بیٹا ہے، فوراً ان کی برائی کرنے لگے۔ چنانچہ

آپ ﷺ نے انہیں باہر نکال دیا۔

اور عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

''لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ، انْجَفَلَ النَّاسُ قِبَلَهُ، وَقِيلَ: قَدْ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، قَدْ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، قَدْ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثًا، فَجِئْتُ فِي النَّاسِ لِأَنْظُرَ، فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ، فَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ قَالَ: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ**''[1]۔

جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ بڑی تیزی سے آپ کی طرف دوڑے، اور کہا جانے لگا: رسول ﷺ تشریف لے آئے، رسول ﷺ تشریف لے آئے، رسول ﷺ تشریف لے آئے، تین مرتبہ، چنانچہ آپ کو دیکھنے کے لئے میں بھی لوگوں کے درمیان آیا، جب میں نے اچھی طرح آپ کا چہرہ مبارک دیکھا تو جان لیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا، پھر سب سے پہلی بات جو آپ کو کہتے ہوئے میں نے سنا وہ یہ تھی: ''اے لوگو! سلام عام کرو، کھانا کھلاؤ، رشتہ ناطہ جوڑو، اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو نمازیں پڑھو، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس عالم ربانی کی تعریف فرمائی ہے، چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

'' مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لِأَحَدٍ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، إِلَّا لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ ، قَالَ: وَفِيهِ نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ

---

(1) سنن ابن ماجہ بلفظہ، کتاب الاطعمۃ، باب اطعام الطعام، ۲/ ۱۰۸۳، حدیث (۳۲۵۱)، وجامع الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب حدثنا محمد بن بشار، ۴/ ۶۵۲، حدیث (۲۴۸۵)، ومسند احمد، ۴/ ۴۵۱، نیز دیکھئے: صحیح ابن ماجہ، ۲/ ۲۲۲۔

بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ عَلَىٰ مِثۡلِهِۦ﴾ [الأحقاف:١٠] [①]۔

میں نے نبی کریم ﷺ سے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوا روئے زمین پر چلنے والے [②] اور کسی کے متعلق یہ نہیں سنا کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں، راوی کہتے ہیں کہ آیت کریمہ ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۢ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ عَلَىٰ مِثۡلِهِۦ﴾ (اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس جیسی کی گواہی بھی دے چکا ہو) انہیں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

۲۔ یہودیوں کے ایک عالم زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ:

زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”كُلُّ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ قَدْ عَرَفْتُهَا فِي وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حِينَ نَظَرْتُ إِلَيْهِ إِلَّا اثْنَتَيْنِ لَمْ أَخْتَبِرْهُمَا مِنْهُ: يَسْبِقُ حِلْمُهُ جَهْلَهُ، وَلَا يَزِيدُهُ شِدَّةُ الْجَهْلِ عَلَيْهِ إِلَّا حِلْمًا، فَقَدِ اخْتَبَرْتُهُمَا، فَأُشْهِدُكَ يَا عُمَرُ أَنِّي قَدْ رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا، وَأُشْهِدُكَ أَنَّ شَطْرَ مَالِي - فَإِنِّي أَكْثَرُهَا مَالًا - صَدَقَةٌ عَلَى أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ، فَقَالَ عُمَرُ: أَوْ عَلَى بَعْضِهِمْ، فَإِنَّكَ لَا تَسَعُهُمْ كُلَّهُمْ، قُلْتُ: أَوْ عَلَى بَعْضِهِمْ، فَرَجَعَ عُمَرُ وَزَيْدٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ زَيْدٌ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ﷺ فَآمَنَ بِهِ، وَصَدَّقَهُ، وَشَهِدَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَشَاهِدَ كَثِيرَةً، ثُمَّ تُوُفِّيَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ

---

① نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے بہت سے لوگوں کے لئے جنت کی گواہی دی ہے، اور انہی میں عشرہ مبشرہ ہیں اسی لئے اس حدیث کے بارے میں کہا گیا ہے: کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مراد زندوں میں سے ہے، کیونکہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اُن کی موت کے بعد بھی باحیات رہے، اور اُن کے ساتھ عشرہ مبشرہ میں سے صرف سعد وسعید رضی اللہ عنہما کی وفات دیر سے ہوئی، یہ توجیہ سعد رضی اللہ عنہ کے قول (روئے زمین پر چلنے والے) سے ماخوذ ہے، دیکھئے: فتح الباری، ۷/ ۱۲۹، ۱۳۰۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب عبداللہ بن سلام، ۷/ ۱۲۸، حدیث (۳۸۱۲)، وصحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل عبداللہ بن سلام، ۴/ ۱۹۳۰، حدیث (۲۴۸۳)۔

مُقْبِلًا غَيْرَ مُدْبِرٍ''①۔

تورات میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کی جتنی نشانیاں بتائی گئی تھیں وہ سب میں نے آپ کے چہرہ مبارک پر دیکھ لی تھیں سوائے دو چیزوں کے جن کا میں نے آپ سے تجربہ نہیں کیا تھا، ایک تو یہ کہ آپ ﷺ کی بردباری آپ کی تندمزاجی سے بڑھی ہوگی، دوسرے یہ کہ آپ ﷺ سے جتنا ہی جہالت اور بدسلوکی سے پیش آیا جائے گا اُن کی بردباری اتنی ہی بڑھتی جائے گی، اور اب میں ان دونوں کا بھی تجربہ کر چکا ہوں، لہٰذا اے عمر رضی اللہ عنہ! یقیناً میں اللہ کو بحیثیت رب، اسلام کو بحیثیت دین اور محمد ﷺ کو بحیثیت رسول ﷺ پسند کر چکا ہوں، اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال - کیونکہ میں بڑا مالدار ہوں- محمد ﷺ کی امت پر صدقہ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا امت کے کچھ لوگوں پر، کیونکہ آپ تمام امت کو نہیں سمیٹ سکیں گے۔ میں نے کہا: یا امت کے بعض لوگوں پر۔ اس کے بعد عمر اور زید رضی اللہ عنہما دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، زید نے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں''، اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئے، آپ کی تصدیق کی، آپ کے ہاتھ پر بیعت کیا، آپ کے ساتھ بہت سی جنگوں میں شریک رہے، بالآخر جنگ تبوک میں پشت دکھانے کے بجائے آگے بڑھتے ہوئے وفات پائے، اللہ ان سے راضی ہو اور ان پر رحم فرمائے۔

۳۔ موت کے وقت اسلام لانے والا شخص:

رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ایک یہودی شخص کے پاس آئے جو اپنے سامنے

---

① اسے امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں ذکر کیا ہے اور طبرانی کا حوالہ دیا ہے، اور کہا ہے کہ ''اس کے راویان ثقہ ہیں''، ۸ / ۲۴۰، اس کی مکمل طویل تخریج (اصل کتاب میں) نبی کریم ﷺ کے انفرادی مواقف میں گذر چکی ہے، یہاں قصہ مختصر ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے: مجمع الزوائد، ۸ / ۲۳۹، ۲۴۰۔

تورات کو پھیلائے پڑھ رہا تھا اور اپنے آپ کو اپنے حسین وجمیل بیٹے کے متعلق جو کہ موت وحیات کی کشمکش میں تھا کی تعزیت وتسلی دے رہا تھا تو رسول اللہ نے اس سے فرمایا:

''أَنْشُدُكَ بِالَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ، هَلْ تَجِدُ فِي كِتَابِكَ هذَا صِفَتِي وَمَخْرَجِي؟''۔

میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے تورات نازل کی ہے کہ تو اپنی اس کتاب میں میری صفات اور ظہور کے متعلق کچھ پاتا ہے؟ تو اس نے اپنے سر کے اشارے سے کہا: نہیں! تو اس کا بیٹا کہنے لگا: اس کی قسم جس نے تورات نازل کی ہے ہم آپ کی صفات اور ظہور کے متعلق اپنی اس کتاب میں پاتے ہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''أَقِيمُوا الْيَهُودَ عَنْ أَخِيكُمْ'' اپنے بھائی کے پاس سے یہود کو اٹھاؤ پھر اس کی تجہیز وتکفین کا انتظام کیا، اور آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی①۔

علماء یہود کے اعترافات کی یہ تین مثالیں ہیں کہ محمد ﷺ حق ہیں، اور آپ کی صفت تورات میں موجود ہے، اور یہودی اسے ایسے ہی جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔

﴿ وَقُلِ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾ [الکھف:۲۹]۔

اور اعلان کردے کہ یہ سراسر برحق قرآن تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

چوتھا مسلک: عیسیٰ اور محمد علیہما السلام کی رسالت کے ثبوت پر دلائل

یہودیوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں حکمت کی بات یہ بھی ہے کہ عیسیٰ اور محمد علیہما الصلاۃ

① مسند احمد، ۵ / ۴۱۱، ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ عمدہ اور قوی حدیث ہے، صحیح میں اس کے کچھ شواہد ہیں جو انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۲ / ۲۵۲، ومجمع الزوائد، ۸ / ۲۳۴۔

والسلام کے ہاتھوں پر جو روشن معجزات اور واضح نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں، کہ ان کے مثل معجزات لانا کسی کے بس کی بات نہیں، کے ذریعہ ان کی نبوت ثابت کی جائے۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل نکات ملاحظہ فرمائیں:

(الف) عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی نبوت کی سچائی پر روشن دلائل و براہین:

عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر جو خلاف معمول معجزات ظاہر ہوئے ہیں، اس سے اُن کی نبوت ثابت ہو چکی ہے، جیسے: مردوں کو زندہ کرنا، انہیں قبروں سے نکالنا، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو شفایاب کرنا، اللہ کے حکم سے مٹی سے پرندہ کو پیدا کرنا، غیب کی خبریں دینا، آسمان سے کھانا اتارنا، باپ کے بغیر صرف ماں سے خود اُن کا پیدا ہونا، اور عالم شیر خوارگی میں گفتگو کرنا① وغیرہ معجزات②۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے مختلف نہ تھے، بلکہ معجزات اور روشن دلائل میں دونوں ہی رسول علیہما السلام مشترک ہیں، اب اگر کوئی کہے: کہ ان دونوں میں سے ایک نے حیلہ گری سے ان چیزوں کو سیکھا تھا، تو وہی بات دوسرے کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے، اور دونوں ہی رسولوں نے بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ معجزات اور نشانیاں ان کے ہاتھوں پر ظاہر کی ہیں، یہ ان کا اپنا کام نہیں ہے، لہٰذا ایک کو جھٹلانا اور دوسرے کی تصدیق کرنا دو ہم مثل چیزوں میں تفریق کرنا ہے، اور جو بھی دلیل موسیٰ علیہ السلام کے اللہ کی طرف سے معجزات کے حصول پر دلالت کرتی ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام کے بھی اللہ کی طرف سے معجزات کے حصول پر دلالت کرتی ہے۔

لہٰذا اگر عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں قدح ممکن ہے تو موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں بھی ممکن ہے، اور اگر وہ باطل ہے تو یہ بھی باطل ہے③، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں سے کسی

---

① ان معجزات کے دلائل ملاحظہ فرمائیں: سورۃ آل عمران: ۴۹، وسورۃ المائدۃ: ۱۱۰، و ۱۱۴-۱۱۵۔

② دیکھئے: کتاب الداعی الی الاسلام، از انباری ص ۳۴۷، واغاثۃ اللھفان، از امام ابن القیم، ۲/ ۳۴۷۔

③ دیکھئے: اغاثۃ اللھفان، ۲/ ۳۴۷۔

بھی چیز میں کبھی بھی قدح ممکن نہیں ہے۔

(ب) محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر دلائل و براہین:

نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر چیلنج کے طور پر تمام انبیائے کرام سے زیادہ معجزات اور خارق عادت نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں، اور ان معجزات کا زمانہ ابھی قریب ہے اور اس کے ناقلین دنیا کے سب سے سچے اور نیک لوگ ہیں، نیز ان کا نقل نسلاً بعد نسل متواتر ثابت ہے۔ اور ان میں سب سے عظیم ترین معجزہ قرآن کریم ہے جس میں کسی قسم کی کوئی تغیر وتبدیلی نہیں ہوئی، بلکہ وہ ایسے ہی ہے گویا ابھی ابھی نازل ہوا ہو، اور قرآن نے جن باتوں کی بھی خبر دی ہے وہ ہمیشہ من وعن پیش آیا ہے گویا کہ وہ اس کا عینی مشاہدہ کر رہا ہو، اولین و آخرین اس جیسی کتاب لانے سے عاجز و درماندہ ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿ قُل لَّئِنِ ٱجۡتَمَعَتِ ٱلۡإِنسُ وَٱلۡجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأۡتُواْ بِمِثۡلِ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانِ لَا يَأۡتُونَ بِمِثۡلِهِۦ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٖ ظَهِيرٗا ﴿٨٨﴾ ﴾ [الاسراء:۸۸]۔

کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

اور کسی یہودی کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لانا ممکن نہیں جب تک کہ محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان نہ لائے، اسی طرح کسی نصرانی کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کرنا محمد ﷺ کی نبوت کا اقرار کرنے کے بعد ہی ممکن ہے، کیونکہ کسی ایک نبی کا کفر کرنے والا تمام انبیاء علیہم السلام کا کفر کرنے والا ہے، بعض کو چھوڑ کر بعض پر ایمان لانا اسے کچھ بھی فائدہ نہ دے گا، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُواْ بَيۡنَ ٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَيَقُولُونَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٖ وَنَكۡفُرُ بِبَعۡضٖ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُواْ بَيۡنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ﴿١٥٠﴾ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ حَقّٗاۚ وَأَعۡتَدۡنَا لِلۡكَٰفِرِينَ عَذَابٗا مُّهِينٗا ﴿١٥١﴾ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَلَمۡ يُفَرِّقُواْ بَيۡنَ أَحَدٖ مِّنۡهُمۡ أُوْلَٰٓئِكَ سَوۡفَ

يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٥٢﴾ ﴾ [النساء:۱۵۰-۱۵۲]۔

جولوگ اللہ کے ساتھ اوراس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جولوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اوراس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جولوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے اوراس کے بین بین کوئی راہ نکالیں۔یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں،اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔اور جولوگ اللہ پر اوراس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اوران میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے،یہ ہیں جنہیں اللہ ان کو پورا ثواب دے گا اور اللہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔

نیز اہل کتاب کو موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے بارے میں مسلمانوں کی شہادت سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ مسلمان ان دونوں پر ایمان محمد ﷺ کے ہاتھ پر لائے ہیں،اور مسلمانوں کا ان دونوں پر ایمان رکھنا محمد ﷺ اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان کا حصہ ہے۔لہٰذا اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو ہمیں ان دونوں کی نبوت کا پتہ نہ چلتا،بالخصوص جبکہ اہل کتاب کے ہاتھوں میں اپنے انبیاء کی بابت کچھ بھی موجود نہیں ہے جو اُن پر ایمان کا موجب ہو،لہٰذا اگر قرآن اور محمد ﷺ نہ ہوتے تو ہمیں سابقہ انبیاء کرام کی نشانیوں کی بابت کچھ بھی علم نہ ہوتا،اس لئے محمد ﷺ اور آپ کی کتاب قرآن کریم ہی نے موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی نبوت کو ثابت کیا ہے نہ کہ یہود ونصاریٰ نے،بلکہ محض محمد ﷺ کا ظہور اور آپ کی آمد ہی موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی نبوت کی تصدیق ہے،کیونکہ ان دونوں نے آپ ﷺ کے ظہور کی خبر دی ہے اور آپ کی آمد کی خوشخبری سنائی ہے،ارشاد باری ہے:

﴿ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَأْتِى مِنۢ بَعْدِى ٱسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ ﴾ [الصف:٦]۔

اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں جنکا نام احمد ہے۔

چنانچہ جب آپ ﷺ کی بعثت ہوگئی تو ان دونوں کی تصدیق ہوگئی،اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے

بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿بَلْ جَآءَ بِٱلْحَقِّ وَصَدَّقَ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٣٧﴾﴾ [الصافات:۳۷]۔

بلکہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو حق (سچا دین) لائے ہیں اور سب رسولوں کو سچا جانتے ہیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد و اعتبار سے موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی تصدیق ہے: ایک ان لوگوں کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد و بعثت کی خبر دینے کے اعتبار سے، دوسرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان کی خبروں جیسی خبر دینے اور ان کی نبوت کی گواہی دینے کے اعتبار سے، اور اگر آپ جھوٹے ہوتے تو اپنے سے پہلوں کی تصدیق نہ کرتے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے دشمنان کیا کرتے ہیں[1]۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی ایک عظیم دلیل یہ ہے کہ جب یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان باندھا تو آپ نے ان سے کہا:

﴿فَتَمَنَّوُا۟ ٱلْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٩٤﴾﴾ [البقرۃ:۹۴]۔

تو آؤ اپنی سچائی کے ثبوت میں موت طلب کرو۔

لیکن ان میں سے کسی نے اس کی ہمت نہ کی، جب کہ سب کے سب آپ کی تکذیب اور دشمنی پر متفق تھے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خبر دیدی تھی کہ اگر انہوں نے موت کی تمنا کی تو واقعی ان کی موت آجائے گی، چنانچہ اگر انہیں اپنی کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت اور انہیں بتلائی ہوئی باتوں میں آپ کی سچائی کا علم نہ ہوتا تو وہ بطور مباہلہ دونوں فریقوں میں سے جھوٹے فریق کے لئے خواہ ان میں سے ہو یا مسلمانوں میں سے اللہ سے موت کی دعا ضرور کرتے[2]، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

---

① دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۵/ ۷۸-۸۳، ودقائق التفسیر، از امام ابن تیمیہ، ۳/ ۳۴، وإغاثۃ اللھفان، از امام ابن القیم، ۲/ ۳۵۰، ۳۵۱، وھدایۃ الحیاریٰ ص ۶۳۵۔

② دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۷/ ۹۹، وتفسیر ابن کثیر ۱/ ۱۲۸، ۱۲۹، وتفسیر السعدی، ۱/ ۱۱۴۔

﴿ قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ هَادُوٓا۟ إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَآءُ لِلَّهِ مِن دُونِ ٱلنَّاسِ فَتَمَنَّوُا۟ ٱلْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٦﴾ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُۥٓ أَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٧﴾ ﴾ [الجمعة:٦،٧]۔

کہہ دیجئے کہ اے یہودیو! اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگوں کے سوا تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ یہ کبھی بھی موت کی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو اپنے آگے اپنے ہاتھوں بھیج رکھے ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

ان کے علاوہ آپ ﷺ کی نبوت وصداقت کے دیگر دلائل بھی ہیں ① جنہیں میں ان شاء اللہ ''اہل کتاب کے ساتھ حکمت کی بات'' کے مطالب میں سے آخری مطلب میں ذکر کروں گا۔

---

① نبی کریم ﷺ کی صداقت کے دلائل میں سے موجودہ زمانہ کا وہ واقعہ بھی ہے جو ''سعودی اخبار'' کے شمارہ نمبر ۹۴۲۲ میں مورخہ ۱۵ / ۸ / ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۲ / مارچ ۱۹۹۰ء کو شائع ہوا اور اس کے سبب نائیجیریا کے چار گاؤں کے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے! واقعہ من وعن حسب ذیل ہے:

ایک گمراہ اور اسلام کا کھلا استہزا ومذاق کرنے والا شخص اس وقت ہلاک وبرباد ہوگیا جب اس نے اسلام اور قرآن کریم میں تشکیک پیدا کی اور لوگوں کے سامنے اعلان کیا کہ: اگر قرآن اور اسلام واقعی حق ہیں تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اپنے گھر زندہ نہ لوٹوں! اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ یہ کافر سچ مچ اپنے گھر واپس ہونے سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اتر گیا!

یہ واقعہ شمالی نائیجیریا، صوبہ گونگبولی کے پوپ نامی ایک گاؤں میں پیش آیا اور اس کے بعد ہی پورے گاؤں اور آس پاس کے مزید تین گاؤں کے لوگ مسلمان ہو گئے۔

واقعہ کے عینی شاہدین کا بیان ہے کہ: عمر غیمو نامی اسلام اور قرآن کو جھٹلانے والا یہ شخص جو کہ پوپ گاؤں میں کنیسہ بائیسی کا پادری تھا، کنیسہ میں تقریر کرتے ہوئے اسلام اور قرآن کریم کے بارے میں زبان درازی کرنے لگا اور اس دوران اس نے اسلام اور قرآن کریم پر کئی بے بنیاد الزامات لگائے اور جھوٹی باتیں منسوب کیں، اور تقریر کے اخیر میں کہا: ''اگر قرآن اور اسلام واقعی حق ہیں تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اپنے گھر زندہ نہ لوٹوں!''۔ پادری مکمل یقین اور اعتماد کے ساتھ کنیسہ سے نکلا کہ وہ بخیر وعافیت اپنے گھر پہنچے گا، اسے ہرگز کوئی نقصان نہ ہوگا، اور پھر وہ اس چیلنج کو اسلام اور قرآن کے بارے میں اپنی تمام افترا پردازیوں پر دلیل بنا سکے گا۔ لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ پادری کے گھر کے راستے میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے انسانی جان کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو! لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ پانی کی ایک چھوٹی سی نالی پار کرتے ہوئے ===

دوسرا مبحث: نصاریٰ کے ساتھ حکیمانہ گفتگو

نصاریٰ کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں حکمت کی بات یہ ہے کہ داعی ان کے ساتھ حسب ذیل حکیمانہ طریقے اختیار کرے:

پہلا مسلک: عقیدۂ تثلیث کی تردید و ابطال پر دلائل و براہین اور اللہ کی وحدانیت کا اثبات۔

دوسرا مسلک: عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت اور ان کے بندۂ الٰہی ہونے پر دلائل و براہین۔

تیسرا مسلک: سولی دیئے جانے اور قتل کئے جانے کی تردید و ابطال پر دلائل و براہین۔

چوتھا مسلک: انجیل کی منسوخی اور اس میں تحریف واقع ہونے پر دلائل و براہین۔

پانچواں مسلک: انصاف پسند علمائے نصاریٰ کے اعتراف کا اثبات۔

=== اس کا قدم پھسلا، وہ گرا اور مر گیا۔ انتہائی خوف و دہشت اور بے چینی کی حالت میں فوری طور پر کچھ کرسچنوں نے اسے ہسپتال میں منتقل کیا، جہاں اسے مردہ ہونے کے سبب لینے سے انکار کر دیا گیا، لوگ اسے دوسرے تیسرے ہسپتال میں بھی لے گئے لیکن سبھی جگہوں پر یقینی طور سے اسے مردہ قرار دیا گیا اور بتایا گیا کہ بلا کسی ظاہری چوٹ یا زخم کے اس شخص کی موت واقع ہو گئی ہے۔

اس سے بھی تعجب کی بات یہ ہے کہ جب اس دشمن اسلام کا پاؤں پھسلا تو ایک راہ گیر نے اسے بچانے کی کوشش کی، اور وہ بھی موت کے گھاٹ اتر گیا۔ یہاں یہ بتا دینا مناسب ہوگا کہ یہ پادری پہلے کرسچن تھا، پھر اسلام قبول کیا اور ایک مدت تک مسلمانوں کے درمیان رہا، اور اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک کیا جاتا رہا، لیکن پھر پلٹ کر اسلام سے مرتد ہو گیا اور اللہ کے دین کا دشمن بن گیا، یہاں تک کہ (اللہ کی مشیت سے) اپنے کیفر کردار (حتمی ٹھکانہ موت) کو پہنچ گیا۔

پہلا مسلک: عقیدۂ تثلیث کی تردید وابطال پر دلائل و براہین اور اللہ کی وحدانیت کا اثبات

نصاریٰ کے یہاں تثلیث سے مراد تین چیزیں ہیں: باپ، بیٹا اور روح القدس۔
وہ کہتے ہیں: باپ ذات ہے، بیٹا کلمہ ہے اور روح القدس زندگی ہے [1]۔

---

(1) اس بات کی تشریح میں نصاریٰ کا اختلاف ہے' ان کے کئی اقوال ہیں:

۱۔ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ: باپ وجود ہے، بیٹا کلمہ ہے، اور روح القدس زندگی ہے۔

۲۔ ان میں سے کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ: باپ وجود ہے، بیٹا کلمہ ہے، اور روح القدس قدرت ہے۔

۳۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: اقانیم تین ہیں: سخی، حکیم اور قادر، کہتے ہیں: سخی باپ ہے، حکیم بیٹا ہے اور قادر روح القدس ہے۔

۴۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: ذات باپ ہے، نطق بیٹا ہے اور زندگی روح القدس ہے۔

۵۔ اور ان میں سے کچھ لوگ کلمہ کو علم سے تعبیر کرتے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں: موجود، زندہ، عالم، یا موجد، عالم، قادر۔

۶۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں: موجود، زندہ، حکیم۔

۷۔ اور کچھ کہتے ہیں: خود قائم، زندہ، حکیم۔

اور یہ سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ مسیح علیہ السلام میں - بزعم خویش - جسم اختیار کرنے والی اور حلول کرنے والی چیز کلمہ کا اقنوم ہے، اور وہ اسی کو باپ کے بجائے بیٹے کا نام دیتے ہیں، - اللہ کی ذات ان کی باتوں سے بلند و برتر ہے -، دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۲/ ۹۰، ۹۴، والملل والنحل، از شہرستانی، ۱/ ۲۲۲-۲۲۸۔

اور نصاریٰ کے تین فرقوں: ملکانیہ، نسطوریہ اور یعقوبیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اُن کے معبود تین ہیں، لیکن تینوں اقانیم کی تفسیر اور حلول و اتحاد کے بارے میں ان کا اختلاف ہے۔ دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۲/ ۹۵، والفصل فی الملل، از امام ابن حزم، ۱/ ۱۱۰-۱۱۲، واظہار الحق، ۱/ ۵۷۶، والملل والنحل، از شہرستانی، ۱/ ۲۲۱-۲۲۸، والبدایۃ والنھایۃ، ۲/ ۱۵۰، ودقائق التفسیر، ۳/ ۳۰، واِغاثۃ اللھفان، ۲/ ۲۷۳۔

امام ابن حزم الفصل فی الملل (۱/ ۱۱۲) میں رقمطراز ہیں: اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نصاریٰ کی بات بیان نہ کیا ہوتا۔ تو کسی مومن کی زبان اس گندی، سطحی، گھٹیا اور اللہ پر اتنی بڑی بات کہنے کی جرأت نہ کرتی! اور اللہ کی قسم! اگر ہم نے نصاریٰ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہوتا تو اس بات پر کبھی یقین نہ کرتے کہ دنیا میں کوئی ایسی بھی عقل ہوگی جس میں اتنی پاگل پنی کی گنجائش ہو، ہم ذلت سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اور اس کی تعبیر اس طرح کرتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ -اور اللہ تعالیٰ ان کے کفر سے بری اور بلند تر ہے- تین اقانیم ہے، اور اقنوم ان کی زبان میں اصل کو کہا جاتا ہے ①، اور ان کے گمان کے مطابق تینوں اقانیم الٰہ واحد کے نام ہیں ②، جو کہ عقلاً و شرعاً باطل و مردود ہے۔

عقیدۂ تثلیث کی تردید و ابطال ③ اور حکیمانہ گفتگو سے انہیں اللہ کی طرف دعوت دینا حسب ذیل باتوں سے ممکن ہے:

۱۔ توحید انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کا دین رہا ہے:

تثلیث کا عقیدہ آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے تک سابقہ امتوں میں سے کسی بھی امت میں نہ تھا، جبکہ عقیدۂ توحید تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں کا دین ہے جیسا کہ اہل کتاب کے یہاں عہد قدیم کی کتابیں گویا ہیں کہ: اللہ ایک ہے، جو ازلی ہے، ابدی ہے، زندہ ہے اسے موت نہیں آسکتی، جو چاہے کرنے پر قادر ہے، اس کے مثل کچھ بھی نہیں، نہ ذات میں، نہ ہی صفات میں، چونکہ یہ مسئلہ ان کی کتابوں میں مشہور اور بکثرت ہے لہٰذا اس کے شواہد ذکر کرنے کہ یہاں چنداں حاجت نہیں ④۔

۲۔ نصاریٰ نے تثلیث کا عقیدہ مجلس والوں سے حاصل کیا ہے:

معتمد نصرانی مصادر میں اس اقرار کے سوا کچھ بھی نہیں کہ چوتھی صدی عیسوی کے آغاز تک عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت شرک سے پاک توحید خالص کی دعوت تھی ⑤، یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

① دیکھئے: الجواب الصحیح، ۲/ ۱۰۰، ۱۱۲، والداعی الی الاسلام، از انباری ص ۳۵۹، والفصل فی الملل، از ابن حزم، ۱/ ۱۱۹۔

② دیکھئے: الداعی الی الاسلام، از انباری ص ۳۶۳، ۳۶۴، والجواب الصحیح، ۲/ ۱۱۲۔

③ دیکھئے: الیھودیۃ والمسیحیۃ، از ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمن اعظمی ص ۴۱۱-۴۳۹۔

④ دیکھئے: اظہار الحق، از رحمۃ اللہ ہندی، ۱/ ۵۴۳، ۵۷۷۔

⑤ دیکھئے: اغاثۃ اللھفان، از امام ابن القیم، ۲/ ۲۷۰، وہدایۃ الحیاری ص ۶۲۲، والمناظرۃ بین الاسلام والنصرانیۃ ص ۱۶۴۔

بندے اور رسول عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایا، انہوں نے ان کے دین کی تجدید فرمائی، اپنے سے پیشتر کتاب تورات کی تصدیق فرمائی، اُن پر بعض حرام کردہ امور کو حلال کیا اور انہیں اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دی، تو انہوں نے ان سے دشمنی کی، جھٹلایا اور انہیں اور ان کی ماں علیہما السلام کو بڑے بڑے جرائم سے متہم کیا، اور انہیں قتل کرنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے شر سے محفوظ رکھا اور انہیں اپنی طرف اٹھالیا، بالآخر وہ انہیں کچھ بھی تکلیف نہ پہنچا سکے، نیز اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے لئے حامیان و مددگار کھڑے کئے جنہوں نے آپ کے دین و شریعت کی طرف لوگوں کو دعوت دی، یہاں تک کہ آپ کا دین مخالفین پر غالب ہوگیا اور اس میں بڑے بڑے شاہان داخل ہوئے، اور آپ کے بعد تقریباً تین صدیوں تک حالات درست اور سازگار رہے، پھر مسیح علیہ السلام کے دین میں تغیر و تبدیلی ہونے لگی اور اس میں سے نصاریٰ کے ہاتھوں میں محض چند چیزیں باقی رہ گئیں، جیسے: ختنہ، غسل جنابت، ہفتہ کی تعظیم، سود کی حرمت اور تورات کی حرام کردہ چیزیں سوائے ان مسائل کے جنہیں تورات نے صراحتاً حلال قرار دیا ہو، پھر انہوں نے سود کو حلال کرلیا، ہفتہ کو حلال کرلیا اور اُسے اتوار سے بدل دیا، ختنہ اور غسل جنابت چھوڑ دیا، اور مسیح علیہ السلام بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے اُنھوں نے مشرق کی طرف پڑھا، صلیب (سولی) کی تعظیم اور اس کی عبادت کرنے لگے۔ اس طرح مسیح علیہ السلام کے دین میں تغیر و تبدیلی اور فساد پیدا ہونے لگا تو نصاریٰ نے کئی ایک مجلسیں منعقد کیں، پھر اختلاف و انتشار اور باہمی لعنت کاری کے نتیجہ میں ٹولیوں اور گروہوں میں تقسیم ہوگئے، ان میں سے ایک اہم ترین مجلس سنہ ۳۲۵ء کی مجلس نیقیہ ہے، چنانچہ قسطنطنیہ کا بانی شاہ قسطنطین نے دنیا کے تمام ممالک سے ۲۰۴۸ پادریوں کو اکٹھا کیا، یہ سب کے سب مختلف آراء اور دین وعقیدہ رکھتے تھے۔ ان میں سے ۳۱۸ پادریوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں – اللہ ان کے کفر سے بالاتر ہے – اور جوہر میں اللہ کے برابر ہیں، نیز یہ کہ وہ آسمان سے اترے، روح القدس سے جسم اختیار کیا اور انسان بن گئے، وہ حمل میں رہے

پھر مریم علیہا السلام سے پیدا ہوئے، آپ کو قتل کیا گیا، سولی دی گئی اور دفن کر دیا گیا، اور پھر تیسرے دن کھڑے ہوئے آسمان کی طرف چڑھ گئے، اپنے باپ کے دائیں جانب بیٹھ گئے، اور اب وہ زندوں اور مردوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے دوبارہ دنیا میں آنے کے لئے تیار ہیں، نیز کہتے ہیں: کہ ہم روح القدس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور بادشاہ نے پادریوں کے ایجاد کردہ اس عقیدہ پر لوگوں کو مجبور کر دیا۔

پھر ۳۸۱ء میں ایک دوسری مجلس منعقد کی گئی، اس میں ۱۵۰ پادری اکٹھا ہوئے اور انہوں نے اتفاق کیا کہ روح القدس خالق ہے مخلوق نہیں،، اور اس مجلس کے ذریعہ ان کے تثلیث کا عقیدہ مکمل ہو گیا، چنانچہ انہوں نے کہا: کہ باپ، بیٹا اور روح القدس تین اقانیم ہیں۔ اور نصرانی بادشاہوں نے یہ عقیدہ لوگوں پر فرض اور لازمی قرار دیا۔

پھر ۴۳۱ء میں ایک اور مجلس منعقد ہوئی اور اس میں تقریباً ۲۰۰ پادری اکٹھا ہوئے اور انہوں نے یہ ثابت کیا کہ مریم علیہا السلام نے الٰہ کو جنم دیا ہے۔۔۔!

اس کے بعد بھی مجلسیں منعقد ہوتی رہیں، ان میں سے مشہور ترین وہ دس مجلسیں ہیں جو مختلف ادوار میں منعقد ہوئیں، اور سب ایک دوسرے کو کافر گردانتے رہے اور ایک دوسرے پر لعنت کرتے رہے، خلاصہ یہ کہ ان کا نو ایجاد کردہ دین لعنت پر قائم ہے [1]۔

چنانچہ اس خاکہ سے معلوم ہوا کہ تیسری صدی عیسوی کے اختتام تک مسیح علیہ السلام کا دین توحید ہی تھا، نیز یہ کہ نصرانی مجلسوں نے عقیدہ تثلیث فرض کیا، اور بادشاہوں نے تلوار و نوازش کے ذریعہ لوگوں پر اسے لازم کر دیا [2]۔

---

(۱) دیکھئے: الجواب الصحیح، ۱/ ۱۱۵، ۲/ ۹۰-۱۳۵، ۳/ ۲۲-۴۵، و إغاثة اللهفان، ۲/ ۲۷۰-۲۸۱، وهداية الحيارى، ص ۶۴۶-۶۵۸، والبداية والنهاية، از ابن کثیر ۲/ ۱۵۰، ۱۵۱، والمناظرة بين الاسلام والنصرانية، ص ۲۲۲-۲۱۶۔

(۲) دیکھئے: الفصل فی الملل والاهواء والنحل، از امام ابن حزم، ۲/ ۲۲۸۔

اس سے قطعی طور پر معلوم ہوگیا کہ عقیدۂ تثلیث بت پرستانہ عقیدہ ہے جس کا مصدر نصرانی مجلسیں ہیں، جن کا آغاز سنہ ۳۲۵ء کی مجلس نیقیہ سے ہوا، اور یہ نصاریٰ کی تردید کے لئے ایک بہت بڑی دلیل ہے، لیکن حکیمانہ گفتگو، شفقت ونرمی اور بطریق احسن بحث ومناظرہ سے ہونا چاہئے۔

۳۔ تین اقانیم کا ایک معبود ہونا باطل ہے:

تثلیثی عقیدہ والے کہتے ہیں: باپ، بیٹا اور روح القدس، تینوں ایک الٰہ، ایک رب، ایک خالق اور ایک ہی شخصیت کے نام ہیں، جو ہمیشہ سے اور ہمیشہ بولنے والی زندہ چیز رہی ہے: یعنی ذات، گویائی اور زندگی①، اور اس کی تعبیر اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ - اور اللہ ان کے کفر سے بالاتر ہے - تین اقانیم ہے، اور ایسی صورت میں اُن کی تردید حسب ذیل حکیمانہ گفتگو سے کی جائے گی:

اولاً: آپ لوگوں نے تین ہی اقانیم کیوں خاص کیا؟ جبکہ یقیناً یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے، قدرت والا ہے، سننے والا ہے، دیکھنے والا ہے، کریم ہے، خالق ہے، رازق ہے۔۔وغیرہ، تو آپ کے کہنے کے مطابق آپ پر یہ لازم آتا ہے کہ آپ چوتھا اقنوم قدرت، اور پانچواں اقنوم سماعت اور چھٹا اقنوم بصارت اور ساتواں اقنوم کرم اور آٹھواں اقنوم خلق اور نواں اقنوم کلام۔۔۔اور اس طرح دیگر تمام ثابت صفات بھی ثابت کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات متعدد اور بکثرت ہیں، اور ان میں ننیانوے صفاتی نام ایسے ہیں جنہیں شمار کرنے والا جنت میں داخل ہوگا②۔

توجب اللہ کے اسماء بکثرت ہیں تو تین نام یا تین صفات پر اکتفا کرنا باطل اور مردود ہے③۔

---

① کیونکہ ذات ان کے یہاں: باپ ہے جو دونوں کا آغاز ہے، اور نطق بیٹا ہے جو عقل سے نطق کی پیدائش کی طرح اُس سے پیدا ہوا ہے، اور زندگی روح القدس ہے، پھر ان تمام باتوں کی تعبیر اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ تعالی تین اقانیم ہے اور ان کی زبان میں اقنوم: اصل کو کہتے ہیں، دیکھئے: الجواب الصحیح، ۲ / ۱۰۰، ۱۱۲، والداعی الی الاسلام ص ۳۵۹، والفصل فی الملل ۱ / ۱۱۹۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الشروط، باب مایجوز من الاشتراط والثنیا فی الاقرار ۵ / ۳۵۴، حدیث (۲۷۳۶)، ۱۱ / ۲۱۴، وصحیح مسلم، کتاب الذکر، باب اسماء اللہ تعالیٰ، ۴ / ۲۰۶۳، حدیث (۲۶۷۷)۔

③ دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۲ / ۱۱۳۔

ثانیاً: آپ کا یہ کہنا کہ باپ جو کہ دونوں کی ابتدا ہے اور بیٹا نطق (گویائی) ہے جو اس سے ایسے ہی پیدا ہوا ہے جیسے گویائی عقل سے پیدا ہوئی ہے: باطل بات ہے؛ کیونکہ صفات کمال اللہ کی ذات کو اول تا آخر لازم ہیں، چنانچہ وہ ہمیشہ سے اور ہمیشہ زندہ، عالم، قادر ہے، ایسا نہیں ہے کہ وہ پہلے زندہ نہ تھا بعد میں زندہ ہوا، پہلے عالم نہ تھا بعد میں عالم ہوا!!

ثالثاً: آپ کا نطق کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ بیٹا ہے اور وہ اللہ سے پیدا ہوا ہے: اگر اس سے آپ کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ کی لازمی صفت ہے، تو اسی طرح زندگی بھی اللہ کی لازمی صفت ہے، ایسی صورت میں روح القدس بھی اللہ کے دوسرے بیٹے ہوں گے! اور اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ نطق پہلے نہ تھا بعد میں حاصل ہوا، تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ اللہ پہلے عالم نہ تھا بعد میں عالم ہوا، اور یہ عقیدہ باطل اور کفر ہونے کے ساتھ ساتھ، زندگی میں وہی بات لازم آتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ پہلے زندہ نہ تھا بعد میں زندہ ہوا، اللہ کی ذات اس سے بلند و برتر اور پاک ہے!!

رابعاً: اللہ تعالیٰ کی زندگی کو روح القدس کا نام دینا، اللہ کی نازل کردہ کتابوں میں سے کسی بھی کتاب میں نہیں ہے، لہٰذا اللہ کی زندگی پر روح القدس کا اطلاق کلام الٰہی میں تحریف وتبدیلی کے قبیل سے ہے۔

خامساً: آپ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ مجسم بالمسیح ہی کلمہ ہے اور وہی علم ہے، اگر اس سے آپ کا مقصد خود علم ونطق والی ذات ہے تو مسیح علیہ السلام ہی باپ، بیٹا اور روح القدس قرار پائیں گے، جبکہ یہ چیز آپ اور تمام لوگوں کے نزدیک باطل ہے۔

سادساً: علم ایک صفت ہے اور صفت نہ پیدا کرسکتی ہے نہ ہی روزی دے سکتی ہے، اور باتفاق عقلاء مسیح علیہ السلام خود صفت نہیں ہیں جو کسی اور سے قائم ہو، نیز مسیح علیہ السلام تثلیثیوں کے یہاں آسمانوں اور زمین کے خالق ہیں، لہٰذا وہ صفت نہیں ہوسکتے، کیونکہ اللہ معبود حقیقی وہ ہے جو زندہ، علم والا اور قدرت والا ہے، وہ بذات خود زندگی نہیں ہے، نہ ہی بذات خود علم اور کلام ہے، چنانچہ اگر کوئی دعا

کرنے والا کہے: اے اللہ کی زندگی، یا اے اللہ کے علم، یا اے اللہ کے کلام مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔۔۔۔تو یہ عقل صریح میں باطل ہوگا، اسی لئے سماوی ادیان والوں میں سے کسی نے بھی اس بات کو جائز نہیں سمجھا کہ تورات یا انجیل یا دیگر کلام الٰہی سے دعا کی جائے کہ مجھے بخش دے، اور مجھ پر رحم کر، بلکہ اس کلام کے متکلم اللہ واحد سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے کہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔

اور تثلیثیوں کے یہاں مسیح علیہ السلام ہی خالق ومعبود ہیں جن سے دعا کی جاتی ہے کہ ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما،لہٰذا اگر وہ بذات خود ہی اللہ کا علم اور کلام ہوتے تو اُن کا الٰہ معبود ہونا جائز نہ ہوتا، تو بھلا جب وہ بذات خود اللہ کا علم اور کلام نہیں ہیں بلکہ اللہ کے کلام سے پیدا ہوئے ہیں، جیسا کہ اللہ نے کہا تھا ''کن'' (ہوجا) تو وہ ہوگئے تھے، تو وہ معبود کیسے ہوسکتے ہیں۔

لہٰذا اس سے واضح ہوا کہ اللہ کے کلمات بکثرت اور لامتناہی ہیں، اور یہ بھی معلوم ہے کہ مسیح علیہ السلام بہت کلمات نہیں ہیں، بلکہ وہ محض ایک کلمہ ہیں، کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے کلمات میں سے ایک کلمہ سے پیدا ہوئے ہیں[1]۔

سابعاً: اس بات کے درست ہونے میں کسی عقلمند کو شک نہیں ہوسکتا کہ تثلیث کا عقیدہ کتاب وسنت کے صریح دلائل اور عقل سلیم کی روشنی میں باطل ومردود ہے، اور تمام ادیان وملل والوں کے یہاں یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود، زندہ، علم والا، بات کرنے والا، قدرت والا وغیرہ ہے، اس کی صفات کمال تین چیزوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں، نہ ہی ان میں تین چیزوں کو ایسی تعبیر میں کہا جائے گا جو اس پر دلالت ہی نہ کرے، یعنی لفظ: باپ، بیٹا اور روح القدس، کیونکہ یہ الفاظ دنیا کی کسی بھی امت کی زبان میں اُن کی تفسیر کردہ معنیٰ پر دلالت نہیں کرتے، نہ ہی انبیاء کرام میں سے کسی کے کلام میں ملتا ہے کہ اُنہوں نے تثلیثیوں کے ذکر کردہ معانی کو ان الفاظ سے تعبیر کیا ہو، بلکہ یہ

---

(1) دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۲/ ۱۱۲-۱۱۶، قدرے تصرف کے ساتھ۔

نصاریٰ کی ایجاد کردہ بدعت ہے جس پر کوئی عقل وشریعت دلالت نہیں کرتی[①]۔

چنانچہ واضح ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی تمام کتابیں نصاریٰ کے مذہب کو باطل قرار دیتی ہیں، لہٰذا وہ دو معاملوں کے درمیان ہیں:

۱۔ انبیاء علیہم السلام کے کلام پر ایمان لائیں اور ان کا دین (عقیدۂ تثلیث) باطل قرار پائے۔

۲۔ اپنے دین کو صحیح ٹھہرائیں اور انبیاء علیہم السلام کو جھٹلائیں[②]۔

۴۔ نصاریٰ کی کتابوں کے دلائل سے عقیدۂ تثلیث کا ابطال:

اہل تثلیث کے خلاف الزامی دلائل میں سے یہ ہے کہ حکیمانہ گفتگو کے ذریعہ ان کے سامنے ان کی کتابوں کی باتیں پیش کی جائیں جن کا وہ اعتراف کرتے ہیں، کیونکہ ان کی کتابوں میں ایسی باتیں ہیں جس سے ان کے قول اور عقیدۂ تثلیث کی تردید ہوتی ہے، بطور مثال چند امور حسب ذیل ہیں:

(الف) انجیل یوحنا میں ہے: کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا میں کہا: ''بیشک ہمیشگی کی زندگی لوگوں سے اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ بیشک تو ہی تنہا اللہ برحق ہے، اور یقیناً تو نے ہی یسوع مسیح کو رسول بنا کر مبعوث کیا ہے''[③]۔

(ب) نیز فرمایا: ''یقیناً اللہ نے نہ کھایا ہے نہ کھائے گا، نہ پیا ہے نہ پیئے گا، نہ سویا ہے نہ سوئے گا، نہ اس کی کوئی اولاد ہے، نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا، نہ اسے کسی نے دیکھا ہے، اور جو بھی اسے دیکھے گا[④] مرجائے گا''[⑤]۔

---

① دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۲/ ۹۱۔

② دیکھئے: مرجع سابق، ۲/ ۲۱۳۔

③ ہدایۃ الحیاریٰ، از امام ابن القیم ص ۶۲۰۔

④ یہاں دنیا میں دیدار کی نفی مقصود ہے، البتہ آخرت میں اہل ایمان جنت میں اپنے رب کا دیدار کریں گے، اور وہ جنتیوں کی عظیم ترین نعمت ہوگی - اللہ ہمیں ان میں شامل فرمائے - آمین۔

⑤ دیکھئے: ہدایۃ الحیاریٰ، از امام ابن القیم ص ۶۲۱۔

اور اس سے (درج ذیل) فرمان باری تعالیٰ کا راز نمایاں ہوتا ہے:

﴿مَّا ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ وَأُمُّهُۥ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ ٱلطَّعَامَ﴾ [المائدۃ:۷۵]۔

مسیح ابن مریم سوا پیغمبر ہونے کے اور کچھ بھی نہیں، اس سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو چکے ہیں ان کی والدہ ایک راست باز عورت تھیں دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ بہت سی مثالیں ہیں، جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ①۔

۵۔ قرآن کریم کا عقیدۂ تثلیث کو باطل قرار دینا:

عقائد کی تصحیح واصلاح میں قرآن کریم ہی اصل ہے، اور نصاریٰ کے ساتھ سابقہ حکیمانہ باتیں: عقلی دلائل، تاریخی حقائق اور ان کی کتابوں میں مذکور باتوں کے ذریعہ انہیں ان کی عقلوں کے مطابق مخاطب کرنے کے قبیل سے ہیں جو عقیدۂ تثلیث کو باطل ٹھہراتی ہیں اور ثابت کرتی ہیں کہ عقیدۂ توحید ہی تمام انبیاء علیہم السلام کا دین رہا ہے۔

قرآن کریم- جو اللہ کی جانب سے تحریف وتبدیلی سے محفوظ ہے- نہایت مختصر اور واضح ترین الفاظ میں اس مسئلہ کی تردید کرتا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿يَـٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَـٰبِ لَا تَغْلُوا۟ فِى دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْحَقَّ ۚ إِنَّمَا ٱلْمَسِيحُ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ ٱللَّهِ وَكَلِمَتُهُۥٓ أَلْقَىٰهَآ إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ ۖ وَلَا تَقُولُوا۟ ثَلَـٰثَةٌ ۚ ٱنتَهُوا۟ خَيْرًا لَّكُمْ ۚ إِنَّمَا ٱللَّهُ إِلَـٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ سُبْحَـٰنَهُۥٓ أَن يَكُونَ لَهُۥ وَلَدٌ ۘ لَّهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۗ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ وَكِيلًا ﴿١٧١﴾﴾ [النساء:۱۷۱]۔

اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ اور اللہ پر بجز حق کے اور کچھ نہ

---

① اس کی بکثرت مثالیں: ھدایۃ الحیاریٰ ص ۶۲۰-۶۲۲، اور اظہار الحق، ۲/ ۲۵-۳۹، میں ملاحظہ فرمائیں۔

کہو، مسیح عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے کلمہ (کن سے پیدا شدہ) ہیں، جسے مریم (علیہا السلام) کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کے پاس کی روح ہیں اس لئے تم اللہ کو اور اس کے سب رسولوں کو مانو اور نہ کہو کہ اللہ تین ہیں، اس سے باز آجاؤ کہ تمہارے لئے بہتری ہے، اللہ عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی ہے اور وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو، اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿لَّقَدْ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ مِنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا إِنْ أَرَادَ أَن يُهْلِكَ ٱلْمَسِيحَ ٱبْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُۥ وَمَن فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا ۗ وَلِلَّهِ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾﴾ [المائدة:١٧]۔

یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے، آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم اور اس کی والدہ اور روئے زمین کے سب لوگوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟ آسمانوں وزمین اور دونوں کے درمیان کا کل ملک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ ٱلْمَسِيحُ يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾ لَّقَدْ

كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ ثَالِثُ ثَلَٰثَةٖۘ وَمَا مِنۡ إِلَٰهٍ إِلَّآ إِلَٰهٞ
وَٰحِدٞۚ وَإِن لَّمۡ يَنتَهُواْ عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۡهُمۡ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى ٱللَّهِ وَيَسۡتَغۡفِرُونَهُۥۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ
﴿٧٤﴾ مَّا ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ مَرۡيَمَ إِلَّا رَسُولٞ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهِ ٱلرُّسُلُ وَأُمُّهُۥ صِدِّيقَةٞۖ
كَانَا يَأۡكُلَانِ ٱلطَّعَامَۗ ٱنظُرۡ كَيۡفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ ٱلۡأٓيَٰتِ ثُمَّ ٱنظُرۡ أَنَّىٰ
يُؤۡفَكُونَ ﴿٧٥﴾ ﴾ [المائدۃ: ۷۲-۷۵]۔

بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جن کا قول ہے کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے حالانکہ خود مسیح نے ان سے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے، یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ وہ لوگ بھی قطعاً کافر ہو گئے جنہوں نے کہا، اللہ تین میں کا تیسرا ہے، دراصل سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے اس قول سے باز نہ رہے تو ان میں سے جو کفر پر رہیں گے، انہیں المناک عذاب ضرور پہنچے گا۔ یہ لوگ کیوں اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں جھکتے اور کیوں استغفار نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ تو بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔ مسیح ابن مریم سوا پیغمبر ہونے کے اور کچھ بھی نہیں، اس سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو چکے ہیں ان کی والدہ ایک راست باز عورت تھیں دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے، آپ دیکھیے کہ کس طرح ہم ان کے سامنے دلیلیں رکھتے ہیں پھر غور کیجئے کہ کس طرح وہ پھرے جاتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کے بارے میں بتلایا کہ انہوں نے لوگوں کو انہی باتوں کا حکم دیا جن کا اللہ نے انہیں حکم دیا تھا، ارشاد باری ہے:

﴿ وَإِذۡ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَى ٱبۡنَ مَرۡيَمَ ءَأَنتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ ٱتَّخِذُونِي

وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ ٱللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَٰنَكَ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُۥ فَقَدْ عَلِمْتَهُۥ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَآ أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّٰمُ ٱلْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِي بِهِۦٓ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾ ﴾ [المائدة:۱۱۶،۱۱۷]۔

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ اللہ کے معبود قرار دے لو! عیسیٰ عرض کریں گے کہ میں تو تجھ کو منزہ سمجھتا ہوں، مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں، اگر میں نے کہا ہوگا تو تجھ کو اس کا علم ہوگا۔ تو، تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتا ہے اور میں تیرے نفس میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔ تمام غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے۔ میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو تو نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ میں ان پر گواہ رہا جب تک ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو، تو ہی ان پر مطلع رہا۔ اور تو ہر چیز کی پوری خبر رکھتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ وَقَالُوا۟ ٱتَّخَذَ ٱلرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَّقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ ٱلسَّمَٰوَٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ ٱلْأَرْضُ وَتَخِرُّ ٱلْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَن دَعَوْا۟ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنۢبَغِي لِلرَّحْمَٰنِ أَن يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ إِن كُلُّ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ إِلَّآ ءَاتِي ٱلرَّحْمَٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ ﴾ [مریم:۸۸-۹۳]۔

ان کا قول تو یہ ہے کہ اللہ رحمٰن نے بھی اولاد اختیار کی ہے۔یقیناً تم بہت بری اور بھاری چیز لائے ہو۔قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزے ریزے ہو جائیں۔کہ وہ رحمان کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے۔شان رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ اولاد رکھے۔آسمان و زمین میں جو بھی ہیں سب کے سب اللہ کے غلام بن کر ہی آنے والے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَى ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ ٱللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَٰهِهِمْ ۖ يُضَٰهِـُٔونَ قَوْلَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِن قَبْلُ ۚ قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٣٠﴾ ﴾ [التوبۃ:٣٠]۔

اور نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے۔اگلے منکروں کی بات کی یہ بھی نقل کرنے لگے اللہ انہیں غارت کرے وہ کیسے پلٹائے جاتے ہیں۔

بھلا کیا اس سے بھی واضح بات کچھ اور ہو سکتی ہے؟ اور کیا ان دلائل و براہین سے بڑھ کر کوئی دلیل ہو سکتی ہے؟[1]۔

رہا فرمان باری: ﴿ وَكَلِمَتُهُۥٓ أَلْقَىٰهَآ إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ ﴾ [النساء:١٧١]۔

اور اس کے کلمہ (کن سے پیدا شدہ) ہیں، جسے مریم (علیہا السلام) کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کے پاس کی روح ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بڑی جامع، بلیغ اور خوب خوب وضاحت فرمائی ہے۔

(الف) جو کلمہ اللہ نے مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا تھا وہ کلمہ ''کُن'' (ہو جا) ہے، چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام ''کن'' (ہو جا) سے (ہوئے)، عیسیٰ علیہ السلام خود ''کُن'' نہیں ہیں، بلکہ ''کُن'' سے ہوئے ہیں،

---

(١) دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ٢/ ٢٧٩-٢٨١، دقائق التفسیر، ٣/ ٢٨، ٢٩۔

چنانچہ ''ہو جا'' اللہ کی طرف سے کلمۂ ''کُن'' ہے، لہٰذا ''کُن'' مخلوق نہیں ہے [1]، ارشاد باری ہے:

﴿ إِذْ قَالَتِ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ يَٰمَرْيَمُ إِنَّ ٱللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ٱسْمُهُ ٱلْمَسِيحُ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ وَمِنَ ٱلْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٥﴾ وَيُكَلِّمُ ٱلنَّاسَ فِى ٱلْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿٤٦﴾ قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِى وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِى بَشَرٌ ۖ قَالَ كَذَٰلِكِ ٱللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ إِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٤٧﴾ ﴾ [آل عمران:۴۵-۴۷]۔

جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ایک کلمے کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں ذی عزت ہے اور وہ میرے مقربین میں سے ہے۔ وہ لوگوں سے اپنے گہوارے میں باتیں کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔ کہنے لگیں الٰہی مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟ حالانکہ مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا، فرشتے نے کہا، اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا کرتا ہے، جب کبھی وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ کہہ دیتا ہے کہ ہو جا! تو وہ ہو جاتا ہے۔

چنانچہ فرمان باری میں کئی وجوہ سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مخلوق ہیں، بات ویسی نہیں ہے جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ فرمان باری: ﴿ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ﴾ (اپنے ایک کلمہ کی) یہ اثبات کے سیاق میں نکرہ ہے، جو اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ اللہ کے کلمات میں سے ایک کلمہ ہیں، وہ اللہ کا مکمل کلام نہیں ہیں، جیسا کہ نصاریٰ کا دعویٰ ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان: ﴿ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ﴾ (اپنے ایک کلمہ کی) کا مقصد بیان کیا کہ وہ مخلوق ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا:

---

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۰/ ۴۹۳، ودقائق التفسیر، ۳/ ۳۱، وتفسیر ابن کثیر، ۱/ ۵۹۱۔

﴿ كَذَٰلِكِ ٱللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ إِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٤٧﴾ ﴾ [آل عمران:۴۷]۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا کرتا ہے، جب کبھی وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ کہہ دیتا ہے کہ ہو جا! تو وہ ہو جاتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ ٱللَّهِ كَمَثَلِ ءَادَمَ ۖ خَلَقَهُۥ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ ﴾ [آل عمران:۵۹]۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال ہو بہو آدم (علیہ السلام) کی مثال ہے جسے مٹی سے بنا کر کے کہہ دیا کہ ہو جا! پس وہ ہو گیا!

اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿ ذَٰلِكَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ ٱلْحَقِّ ٱلَّذِى فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلَّهِ أَن يَتَّخِذَ مِن وَلَدٍ ۖ سُبْحَٰنَهُۥٓ ۚ إِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾ ﴾ [مریم:۳۴،۳۵]۔

یہ ہے صحیح واقعہ عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کا، یہی ہے وہ حق بات جس میں لوگ شک وشبہ میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا ہونا لائق نہیں، وہ تو بالکل پاک ذات ہے، وہ تو جب کسی کام کے سرانجام دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، وہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔

یہ قرآن کریم کی تین آیتیں جو اس بات کو آشکارا کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے ''کُن'' کہا، اور یہی اللہ کے کلمہ کی تفسیر ہے۔

۳۔ ارشاد فرمایا کہ ان کا نام: مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے۔

۴۔ بتلایا کہ وہ دنیا وآخرت میں باعزت وجاہت ہیں۔

۵۔ بتلایا کہ وہ مقربین میں سے ہیں۔

اور یہ تمام صفتیں مخلوق کی ہیں، اللہ اور اس کے کلام جو اس کی صفت ہے کے بارے میں ان میں سے کوئی بات نہیں کہی جاسکتیں۔

۶۔ مریم علیہا السلام نے کہا: ﴿أَنَّىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ﴾ (الٰہی مجھے لڑکا کہاں سے ہوگا؟) اس سے واضح ہوا کہ مسیح علیہ السلام جو کہ کلمہ ہیں، مریم علیہا السلام کی اولاد ہیں، نہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی[1]۔

(ب) رہا مسئلہ روح کا جس کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَرُوحٌ مِّنْهُ﴾ (اس کے پاس کی روح ہیں) تو ضروری نہیں کہ وہ اللہ کی ذات پاک سے جدا ہو، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ﴾ [الجاثیہ:۱۳]۔

اور آسمان وزمین کی ہر ہر چیز کو بھی اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے تابع کر دیا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ﴾ [النحل:۵۳]۔

تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿مَّا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ﴾ [النساء:۷۹]۔

تجھے جو بھلائی ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

چنانچہ یہ ساری چیزیں اللہ کی جانب سے ہیں جبکہ مخلوق ہیں۔

اور اس سے بڑھ کر اللہ کی وہ روح ہے جسے اللہ نے مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا، اور مخلوق ہے:

﴿فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ

[1] دیکھئے: الجواب الصحیح، ۲/ ۹۹-۳۰۰، ۲/ ۱۴۰، ۱۲۷۔

بِٱلرَّحْمَٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ إِنَّمَآ أَنَا۠ رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ ﴾ [مریم:۱۷-۱۹]۔

پھر ہم نے اس کے پاس اپنی روح (جبرائیل علیہ السلام) کو بھیجا پس وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔ یہ کہنے لگیں میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو کچھ بھی اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں، تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَٱلَّتِىٓ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا وَجَعَلْنَٰهَا وَٱبْنَهَآ ءَايَةً لِّلْعَٰلَمِينَ ﴿٩١﴾ ﴾ [الانبیاء:۹۱]۔

اور وہ پاک دامن بی بی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی ہم نے اس کے اندر روح سے پھونک دی اور خود انہیں اور ان کے لڑکے کو تمام جہان کے لئے نشانی بنا دیا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَمَرْيَمَ ٱبْنَتَ عِمْرَٰنَ ٱلَّتِىٓ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا ﴾ [التحریم:۱۲]۔

اور (مثال بیان فرمائی) مریم بنت عمران کی جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی پھر ہم نے اپنی طرف سے اس میں جان پھونک دی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس روح کو اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا تھا وہ روح القدس اللہ کے فرشتے جبریل علیہ السلام ہیں جو کہ مخلوق ہیں، وہی ہیں جن کے نفخ (پھونکنے) اور مریم علیہا السلام سے مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں، تو جب اصل ہی مخلوق ہے تو اس سے نکلنے والی فرع کیا ہوگی؟

رہا مسیح علیہ السلام کے بارے میں اللہ کا ﴿وَرُوحٌ مِّنْهُ﴾ (اس کے پاس کی روح ہیں) کہنا، تو اس تخصیص کی وجہ یہ ہے اس روح سے اُن کی ماں میں پھونکا گیا، اور اس پھونک سے وہ حاملہ ہوگئیں، یہ ان کی اُس روح سے دیگر ہے جس میں تمام بشر اُن کے شریک ہیں، چنانچہ ان کا امتیاز یہی ہے کہ اُن کی ماں روح پھونکنے سے حاملہ ہوئیں، اور اسی لئے انہیں اللہ کی طرف سے روح کہا گیا①۔

رہا فرمان باری: ﴿فَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهَا رُوحَنَا﴾ (پھر ہم نے اس کے پاس اپنی روح (جبرائیل علیہ السلام) کو بھیجا) میں اللہ کی طرف روح کی اضافت کا مسئلہ تو یہ مخلوق کی خالق کی طرف اضافت ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿نَاقَةَ ٱللَّهِ وَسُقْيَٰهَا ﴿١٣﴾﴾ [الشمس:۱۳]۔

اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی (حفاظت کرو)۔

نیز ارشاد ہے:

﴿عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ ٱللَّهِ﴾ [الانسان:۶]۔

جو ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے۔

اور اللہ کی طرف اضافت کی دو قسمیں ہیں:

(الف) اگر اللہ کی طرف اضافت کردہ صفت کسی مخلوق سے متعلق نہ ہو، جیسے: اللہ کا علم، اللہ کی قدرت، قرآن اللہ کا کلام ہے، اور اللہ کی زندگی وغیرہ، تو وہ اللہ کی صفت ہوگی۔

(ب) اگر مضاف کوئی عین ہو جو خود اپنی ذات یا اس میں کسی صفت سے متعلق ہو، یا غیر اللہ کی صفت ہو، جیسے: گھر، اونٹنی، بندہ، روح، تو وہ مخلوق ہوگی جس کی اضافت اس کے خالق و مالک کی

---

① دیکھئے: الجواب الصحیح، ۲/ ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۳، ۳۰۲، ۳۰۳، ودقائق التفسیر ۲/ ۳۴۱، ۳/ ۳۲، تفسیر البغوی، ۱/ ۵۰۱، وتفسیر ابن کثیر، ۱/ ۵۹۱، ۴/ ۴۹۵، وفتح القدیر، ۱/ ۵۴۰۔

طرف کی گئی ہے۔

البتہ یہ اضافت ''اللہ کی اونٹنی''، ''اللہ کا گھر''، ''اللہ کے بندے''، ''اللہ کی روح'' خالق کی طرف مخلوق کی ایسی اضافت ہے جو شرف اور فضیلت کی متقاضی ہے، اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ نصاریٰ کے پاس اپنے موقف پر سرے سے کوئی دلیل و حجت نہیں ہے، اور الحمدللہ اس طرح ان کی بات ساقط ہو جاتی ہے①۔

دوسرا مسلک: عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت اور عبدیت پر قطعی دلائل و براہین:

عیسائیوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں حکمت کی بات یہ ہے کہ ان کے سامنے اس بات کی وضاحت کی جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا تھا اور اس کی جانب سے روح ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا اور اپنے بندوں سے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ مخلوق ہیں اور یہ کہ یہ چیز اللہ کے بس سے باہر نہیں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ ٱللَّهِ كَمَثَلِ ءَادَمَ ۖ خَلَقَهُۥ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ ٱلْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾﴾ [آل عمران:۵۹،۶۰]۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال ہو بہو آدم (علیہ السلام) کی مثال ہے جسے مٹی سے بنا کر کے کہہ دیا کہ ہو جا! پس وہ ہو گیا! تیرے رب کی طرف سے حق یہی ہے خبردار شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس نوع انسانی کو ممکنہ اقسام میں پیدا فرمایا ہے تاکہ اپنی عام قدرت کو

① دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۲/ ۱۱۵، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۲، ۱۳۸-۱۴۰، ۱۴۲، و دقائق التفسیر، ۲/ ۳۴۳۔

آشکارا فرمائے، چنانچہ آدم علیہ السلام کو مرد وعورت کے بغیر پیدا فرمایا، اور ان کی بیوی حواء کو عورت کے بغیر صرف مرد سے پیدا فرمایا، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا ﴾ [النساء:۱]۔

اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کو مرد کے بغیر صرف عورت سے پیدا فرمایا، اور آدم وحواء علیہما السلام کی پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کی کی پیدائش سے زیادہ تعجب خیز تھی، کیونکہ حواء آدم علیہما السلام کی پسلی سے پیدا کی گئیں، اور یہ مریم علیہا السلام کے شکم میں عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق سے زیادہ حیرت انگیز ہے، اور آدم علیہ السلام کی پیدائش ان دونوں سے زیادہ تعجب خیز ہے، وہی حواء علیہا السلام کی پیدائش کی اصل ہیں، چنانچہ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں آدم کی تخلیق سے تشبیہ دی ہے، جوکہ مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے زیادہ حیرت انگیز ہے، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ انہیں مٹی سے پیدا کرنے پر قادر تھا، جبکہ مٹی انسانی جسم کی جنس سے نہیں ہے تو کیا وہ اسے ایک عورت سے پیدا کرنے پر قادر نہ ہوگا جو انسانی جسم ہی کی جنس سے ہے؟ اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا، پھر اس سے کہا ''کُن'' یعنی ہوجا، تو جب اس میں اپنی روح پھونکا تو وہ ہوگئے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام میں بھی اپنی روح پھونکا اور اس کے کہا ''کُن'' ہوجا، تو وہ ہوگئے، اور آدم علیہ السلام اپنے اندر اللہ کی روح پھونکے جانے کے سبب لاہوت وناسوت نہیں ہوگئے تھے، بلکہ پورے طور پر ناسوت ہی تھے، لہٰذا اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی پورے طور پر ناسوت (انسان) ہی ہیں [1]۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت نیز اُن کے اللہ کے بندہ ورسول ہونے کے سلسلہ میں نصاریٰ سے مباہلہ کریں، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا۟ نَدْعُ أَبْنَآءَنَا

---

(۱) دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۲/ ۲۹۴، ودقائق التفسیر، از ابن تیمیہ، ۲/ ۳۳۴، وتفسیر ابن کثیر، ۱/ ۳۶۸۔

وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَٰذِبِينَ ﴿٦١﴾ [آل عمران:٦١]۔

اس لئے جو شخص آپ کے پاس اس علم کے آجانے کے بعد بھی آپ سے اس میں جھگڑے تو آپ کہہ دیں کہ آو ہم تم اپنے اپنے فرزندوں کو اور ہم تم اپنی اپنی عورتوں کو اور ہم تم خاص اپنی اپنی جانوں کو بلالیں، پھر ہم عاجزی کے ساتھ التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمان الٰہی کی تابعداری کی اور انہیں مباہلہ کی دعوت دیدی، چنانچہ انہوں نے جان لیا کہ اگر وہ نبی ﷺ سے مباہلہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر یقیناً اپنی لعنت اتار دے گا، چنانچہ انہوں نے ذلیل ہو کر جزیہ دینے کا اقرار کرلیا۔

یہ ساری باتیں اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نیز اس بات کو آشکارا کرتی ہیں کہ نصاریٰ مباہلہ کرنے اور اسلام میں داخل ہونے سے مُکر نے کے سبب ظالم تھے (۱)۔

اور اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت اور ان کی اور ان کی ماں کی ایسی جامع اور کامل صفت بیان فرمائی ہے جس سے کسی قسم کے شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اور عیسیٰ اور ان کی ماں علیہما السلام کی بشریت کے سلسلہ میں ہر شبہہ کی جڑ کٹ جاتی ہے، چنانچہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَٱذْكُرْ فِى ٱلْكِتَٰبِ مَرْيَمَ إِذِ ٱنتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَٱتَّخَذَتْ مِن دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ إِنِّىٓ أَعُوذُ بِٱلرَّحْمَٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ إِنَّمَآ أَنَا۠

---

(۱) دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۲/ ۲۹۵، ودقائق التفسیر، ۲/ ۳۳۴، ودرء تعارض العقل والنقل، ۱/ ۱۹۸، وتفسیر ابن کثیر، ۱/ ۳۶۸۔

رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَٰمٌ
وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ
هَيِّنٌ ۖ وَلِنَجْعَلَهُۥٓ ءَايَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا
﴿٢١﴾ ۞ فَحَمَلَتْهُ فَٱنتَبَذَتْ بِهِۦ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَأَجَآءَهَا ٱلْمَخَاضُ
إِلَىٰ جِذْعِ ٱلنَّخْلَةِ قَالَتْ يَٰلَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنتُ نَسْيًا
مَّنسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادَىٰهَا مِن تَحْتِهَآ أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾
وَهُزِّيٓ إِلَيْكِ بِجِذْعِ ٱلنَّخْلَةِ تُسَٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِي وَٱشْرَبِي
وَقَرِّي عَيْنًا ۖ فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ ٱلْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِيٓ إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا
فَلَنْ أُكَلِّمَ ٱلْيَوْمَ إِنسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَأَتَتْ بِهِۦ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُۥ ۖ قَالُوا۟ يَٰمَرْيَمُ لَقَدْ
جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يَٰٓأُخْتَ هَٰرُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ ٱمْرَأَ سَوْءٍ وَمَا
كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا۟ كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي
ٱلْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ إِنِّي عَبْدُ ٱللَّهِ ءَاتَىٰنِيَ ٱلْكِتَٰبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾
وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَٰنِي بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ
حَيًّا ﴿٣١﴾ وَبَرًّۢا بِوَٰلِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَٱلسَّلَٰمُ عَلَيَّ
يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذَٰلِكَ عِيسَى ٱبْنُ
مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ ٱلْحَقِّ ٱلَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلَّهِ أَن يَتَّخِذَ مِن وَلَدٍ ۖ
سُبْحَٰنَهُۥٓ ۚ إِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾ ﴾ [مريم:١٦-٣٥]۔

اس کتاب میں مریم کا بھی واقعہ بیان کرو۔ جبکہ وہ اپنے گھر کے لوگوں سے علیحدہ ہو کر مشرقی جانب آئیں۔ اوران لوگوں کی طرف سے پردہ کرلیا، پھر ہم نے اس کے پاس اپنی روح (جبریل علیہ السلام) کو بھیجا پس وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔ یہ کہنے لگیں

میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو کچھ بھی اللہ سے ڈرنے والا ہے۔اس نے جواب دیا کہ میں تو اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں، تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں۔کہنے لگیں بھلا میرے ہاں بچہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مجھے تو کسی انسان کا ہاتھ تک نہیں لگا اور نہ میں بدکار ہوں۔اس نے کہا بات تو یہی ہے۔لیکن تیرے پروردگار کا ارشاد ہے کہ وہ مجھ پر بہت ہی آسان ہے ہم تو اسے لوگوں کے لئے ایک نشانی بنادیں گے اور اپنی خاص رحمت، یہ تو ایک طے شدہ بات ہے۔پس وہ حمل سے ہوگئیں اور اسی وجہ سے وہ یکسو ہو کر ایک دور کی جگہ چلی گئیں۔پھر دردِزہ ایک کھجور کے تنے کے نیچے لے آیا، بولی کاش! میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور لوگوں کی یاد سے بھی بھولی بسری ہوجاتی۔اتنے میں اسے نیچے سے ہی آواز دی کہ آزردہ خاطر نہ ہو، تیرے رب نے تیرے پاؤں تلے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔اور اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، یہ تیرے سامنے تروتازہ پکی کھجوریں گرادے گا۔اب چین سے کھا پی اور آنکھیں ٹھنڈی رکھ، اگر تجھے کوئی انسان نظر پڑ جائے تو کہہ دینا کہ میں نے اللہ رحمٰن کے نام کا روزہ مان رکھا ہے۔میں آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔اب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو لئے ہوئے وہ اپنی قوم کے پاس آئیں۔سب کہنے لگے مریم تو نے بڑی بری حرکت کی۔اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔مریم نے اپنے بچے کی طرف اشارہ کیا۔سب کہنے لگے کہ لو بھلا ہم گود کے بچے سے باتیں کیسے کریں؟ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے اپنا پیغمبر بنایا ہے۔اور اس نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں بھی میں ہوں، اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک بھی میں زندہ رہوں۔اور اس نے مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں کیا۔اور مجھ پر میری پیدائش کے دن اور میری موت کے دن اور جس دن کہ میں دوبارہ زندہ کھڑا کیا جاؤں گا، سلام ہی سلام

ہے ۔ یہ ہے صحیح واقعہ عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کا، یہی ہے وہ حق بات جس میں لوگ شک وشبہ میں مبتلا ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا ہونا لائق نہیں، وہ تو بالکل پاک ذات ہے، وہ تو جب کسی کام کے سرانجام دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، وہ اسی وقت ہو جاتا ہے ۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٥٩﴾﴾ [الزخرف:٥٩]۔

عیسیٰ (علیہ السلام) بھی صرف بندہ ہی ہے جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے نشان قدرت بنایا۔

عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور اس کے انبیاء ورسل علیہم السلام میں سے ایک ہیں، اور بشری صفات سے متصف ہیں، جیسے بشر کھانا کھاتا ہے وہ بھی کھاتے ہیں [1] ۔

﴿مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ﴾ [المائدة:٧٥]۔

مسیح ابن مریم سوا پیغمبر ہونے کے اور کچھ بھی نہیں، اس سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو چکے ہیں ان کی والدہ ایک راست باز عورت تھیں دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے ۔

رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے لئے جنت کی بشارت دی ہے جو اس بات کی شہادت دے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا تھا، اور اس کی طرف سے روح ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا:

”مَنْ شَهِدَ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ،

---

(١) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۸۲۔

وَالجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، أَدْخَلَهُ اللَّهُ الجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ العَمَلِ "[1]۔

جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں، جسے پہنچا دیا تھا اللہ نے مریم تک اور اللہ کی طرف سے روح ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو اس کا جو بھی عمل ہو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلو سے منع فرمایا ہے، اور بتلایا ہے غلو نصاریٰ کے عیسیٰ علیہ اللہ کو معبود بنانے لینے کے اسباب میں سے ہے [2]۔

ان عقلی ونقلی قطعی دلائل و براہین سے ہر عقلمند کے سامنے واضح ہو جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور اس کی باندی کے بیٹے ہیں، اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا تھا اور اس کی طرف سے روح ہیں، اب جو بھی انہیں ان کے علاوہ ایسے صفات سے متصف کرے گا جن سے اُن کے رب اور خالق سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں متصف نہیں کیا ہے وہ عقل ونقل کے تقاضے سے نکل کر پاگل پنی یا ظلم وہٹ دھرمی میں داخل ہو جائے گا، ارشاد ہے:

﴿لَّن يَسْتَنكِفَ ٱلْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْدًا لِّلَّهِ وَلَا ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ ٱلْمُقَرَّبُونَ ۚ وَمَن يَسْتَنكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِۦ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ﴿١٧٢﴾﴾ [المائدۃ: ۱۷۲]۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الأنبیاء، باب قولہ تعالیٰ: يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ، ۶/ ۴۷۴، حدیث (۳۴۳۵)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعاً، ۱/ ۵۷، حدیث (۲۸)، اور حدیث میں مزید الفاظ کے لئے دیکھیں: صحیح بخاری مع فتح الباری، ۶/ ۴۷۴، ومسلم، ۱/ ۵۷۔

(۲) دیکھئے: صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الانبیاء، باب قولہ تعالیٰ: وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ...، ۶/ ۴۷۸، حدیث (۳۴۴۵)، وکتاب الحدود، باب رجم الحبلی من الزنا إذا أحصنت، ۱۲/ ۱۴۴، حدیث (۶۸۳۰)۔

مسیح (علیہ السلام) کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی ننگ و عار یا تکبر و انکار ہرگز ہو ہی نہیں سکتا اور نہ مقرب فرشتوں کو، اس کی بندگی سے جو بھی دل چرائے اور تکبر و انکار کرے، اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا اپنی طرف جمع کرے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ ٱللَّهُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحُكْمَ وَٱلنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا۟ عِبَادًا لِّى مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا۟ رَبَّٰنِيِّۦنَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ ٱلْكِتَٰبَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿٧٩﴾ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا۟ ٱلْمَلَٰٓئِكَةَ وَٱلنَّبِيِّۦنَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم بِٱلْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨٠﴾﴾ [آل عمران: ۷۹، ۸۰]۔

کسی ایسے انسان کو جسے اللہ تعالیٰ کتاب و حکمت اور نبوت دے، یہ لائق نہیں کہ پھر بھی وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ وہ تو کہے گا کہ تم سب رب کے ہو جاؤ، تمہارے کتاب سکھانے کے باعث اور تمہارے کتاب پڑھنے کے سبب۔ اور یہ نہیں (ہوسکتا) کہ وہ تمہیں فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لینے کا حکم کرے، کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد بھی تمہیں کفر کا حکم دے گا۔

تیسرا مسلک: قتل وسولی کے مسئلہ کی تردید پر قطعی دلائل وبراہین:

نصاریٰ کا خیال ہے کہ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کردیا، انہیں سولی دیدی اور انہیں دفنا دیا گیا، اور وہ تیسرے دن کھڑے ہوئے اور آسمان پر چڑھ گئے [1]، جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے

[1] دیکھئے: الجواب الصحیح، ۲/ ۱۱۶، والداعی الی الاسلام ص ۳۷۷، وإغاثۃ اللھفان، ۲/ ۲۷۳، وھدایۃ الحیاریٰ ص ۶۱۸۔

خیال کو جھوٹ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ﴾ [النساء:۱۵۷]۔

نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لئے ان (عیسیٰ) کا شبیہ بنا دیا گیا تھا۔

عیسائیوں کو اللہ کی طرف دعوت اور ان کے موقف کی تردید و ابطال میں حکمت کی بات یہ ہے کہ اُن کی تردید حسب ذیل طریقوں سے کی جائے:

ا۔ عقلی دلائل:

(الف) نصرانیو! چونکہ آپ لوگوں نے اتحاد (یکسانیت) اور صلب و قتل کی بات پر اتفاق کر رکھا ہے [1]، تو بھلا یہ بتاؤ کہ صلب و قتل کی حالت میں بھی اتحاد موجود تھا یا نہیں؟

اگر آپ یہ کہیں کہ اتحاد موجود تھا، تو آپ کو لازمی طور پر یہ بھی کہنا ہوگا کہ - آپ کے گمان کے مطابق - اللہ کا قدیم بیٹا بھی مر گیا اور اُسے سولی دیدی گئی، کیونکہ قتل کا جواز موت، حرکت و سکون اور افتراق کے جواز جیسا ہی ہے، اور اس میں باپ اور روح دونوں کی موت کا جواز ہے، جبکہ وہ اس کے قائل نہیں ہیں۔

اور اگر وہ یہ کہیں کہ اتحاد ختم ہو گیا تھا، تو اُن سے کہا جائے گا کہ: ایسی صورت میں مسیح علیہ السلام کا مقتول نہ ہونا واجب ہے، کیونکہ اتحاد ٹوٹ جانے پر جسم مسیح نہ رہ گیا، لہذا مسیح علیہ السلام کے قتل و سولی سے متعلق آپ کی بات باطل قرار پائی۔

(ب) آپ لوگوں کا گمان یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا اور انہیں سولی دیدی گئی، اور آپ

---

(1) یہ لوگ کہتے ہیں: معبود انسان کے ساتھ متحد ہو گیا جس سے دونوں چیزیں ایک ہو گئیں: یعنی کلمہ مسیح کے جسم کے ساتھ متحد ہو گیا، اور کلمہ جو کہ ان کے یہاں علم ہے اُسے مسیح میں حلول کرنے کے بعد ہی وہ بیٹا کہتے ہیں، چنانچہ ان کے یہاں مسیح حلول شدہ چیز کے ساتھ بیٹا ہے۔۔۔ دیکھئے: الفصل فی الملل، از ابن حزم، ۱/۱۱۷، والداعی الی الاسلام ص ۳۶۵، والملل، از شہرستانی، ۱/۲۲۲، و دقائق التفسیر، ۲/۳۴۶۔

ہی کے عقیدہ کے مطابق مسیح علیہ السلام لاہوت وناسوت دونوں تھے، ایسی صورت میں آپ کے معبود کے قتل ہوجانے کی بات لازم آتی ہے، کیونکہ آپ کے یہاں مسیح علیہ السلام معبود مطلق ہیں، اور اس سے بدیہی طور پر معبود کے قتل وموت کی بات لازم آتی ہے، اور یہ دین سے خروج ہے [1]۔

اب اگر وہ یہ کہیں کہ لاہوت کے بجائے صرف ناسوت کو قتل کیا گیا، تو ان سے کہا جائے گا کہ: یہ دو وجہوں سے باطل ہے:

۱۔ ان کے ناسوت کو بھی سولی نہیں دی گئی اور اس میں لاہوت نہ تھا۔

۲۔ آپ کی یہ بات محض دعویٰ ہے، لہٰذا اس کے بالمقابل منع ہی کافی ہے [2]۔

(ج) آپ کے خیال کے مطابق جب عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے قدیم الروح ہیں تو یہودیوں کو اللہ کے بیٹے کو قتل کرنے کی قدرت کیونکر ہوئی، جبکہ وہ آپ کے یہاں معبود ہیں اور معبود قتل نہیں کیا جاتا!!

اب اگر وہ کہیں کہ روح نہیں صرف ہیکل (ڈھانچہ) کو قتل کیا گیا، تو ان سے کہا جائے گا کہ: آپ کے اتحاد کا دعویٰ باطل قرار پایا، کیونکہ روح اور لاہوت کا ہیکل وناسوت کو قتل ہونے سے روکنا ضروری تھا، لہٰذا معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے نہ کہ بیٹے [3]۔

۲۔ قتل وسولی کی خبریں یہودی مصادر سے ماخوذ ہیں:

یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ مسیح علیہ السلام اور صلب وقتل کی باتیں نصاریٰ نے یہودیوں سے لی ہیں، اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ اُن میں سے کوئی بھی حاضر نہ تھا، محض یہودیوں نے کہہ دیا کہ: ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا اور انہیں سولی دیدی، حالانکہ یہود اُن کے سب سے بڑے دشمن ہیں

---

① دیکھئے: الداعی الی الاسلام ص ۳۷۸۔

② دیکھئے: الجواب الصحیح ۲/۲۹۷، ودقائق التفسیر ۲/۳۳۶، وإغاثۃ اللھفان ۲/۲۹۰۔

③ دیکھئے: الداعی الی الاسلام، از انباری ص ۳۷۸، والجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ۲/۲۷۹-۲۹۴۔

جنہوں نے اُن پر اور اُن کی ماں پر بڑے بڑی تہمتیں لگائیں، اور یہودیوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے الوہیت کا سرے سے کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا جسے نصاریٰ نے اُن کی طرف منسوب کر رکھا ہے، ایسی صورت میں نصاریٰ سے کہا جائے گا کہ: اگر آپ نے قتل وسلب کے معاملہ میں یہودیوں کی تصدیق کی ہے تو اس بات میں بھی اُن کی تصدیق کریں کہ عیسیٰ علیہ السلام الٰہ (معبود) نہیں بلکہ اللہ کے پیدا کردہ بندہ ہیں![1]۔

عجیب بات یہ ہے کہ نصاریٰ صلیب کی تعظیم کرتے ہیں، حالانکہ عقلوں کا تقاضہ تو یہ تھا کہ انہیں جہاں بھی صلیب ملتا جلا دیتے، کیونکہ اُن کے خیال میں اسی صلیب پر ان کے الٰہ و معبود کو سولی دی گئی تھی۔۔اب اس کے بعد آخر کس بنیاد پر صلیب تعظیم کا مستحق ہے؟؟!![2]۔

۳۔ سولی کے مسئلہ میں انجیلوں کا تناقض:

سولی دیئے جانے کے مسئلہ میں نصاریٰ کے یہاں معتمد انجیلوں میں تیس سے زیادہ ٹکراؤ ہے، اور ایسی صورت میں ان تناقضات پر یہ قاعدہ منطبق کیا جائے گا: ''**کل ماتسرب إلیہ الاحتمال سقط بہ الاستدلال**''[3]۔ ہر مسئلہ جس میں احتمال ہو جائے اس سے استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔

اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سولی دیئے جانے سے متعلق تمام باتیں نصاریٰ پر مشتبہ اور گڈ مڈ ہوگئی ہیں، ان سے حقیقت کھو کر رہ گئی ہے، چنانچہ وہ ہمیشہ اختلاف ہی کرتے رہیں گے، اور اس سے ان کی بات ساقط ہو جاتی ہے؛ کیونکہ ان کے پاس نہ اس بارے میں علم ہے نہ کوئی معتمد دلیل[4]۔

---

① دیکھئے: ھدایۃ الحیاریٰ ص ۶۳۷-۶۳۹، والجواب الصحیح، ۲/ ۲۸۳۔

② دیکھئے: اغاثۃ اللھفان من مصاید الشیطان، از ابن القیم، ۲/ ۸۵، وھدایۃ الحیاریٰ ص ۴۹۵، والفصل فی الملل، از ابن حزم، ۱/ ۱۲۳-۱۲۸۔

③ ان تناقضات کی مثالیں مع انجیلوں کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں: المناظرۃ بین الاسلام والنصرانیۃ ص ۶۲-۱۰۸، والانجیل دراسۃ وتحلیل، از ڈاکٹر محمد شلبی ص ۹۴-۱۲۱۔

④ دیکھئے: المناظرۃ بین الاسلام والنصرانیۃ ص ۱۰۴۔

۴۔ قرآن کریم کا قتل وصلب کے مسئلہ کو باطل قرار دینا:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سولی دیئے جانے کے قضیہ کی دوٹوک اور خوب وضاحت فرمائی ہے، نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسے آشکارا کیا ہے، جو معجزات اور واضح دلائل و براہین سے تائید شدہ ہیں، چنانچہ اللہ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ﴿١٥٧﴾ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾ وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾﴾ [النساء:۱۵۷-۱۵۹]۔

نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لئے ان (عیسیٰ) کا شبیہ بنادیا گیا تھا۔ یقین جانو کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں ہیں، انہیں اس کا کوئی یقین نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اتنا یقینی ہے کہ انہوں نے انہیں قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے۔ اہل کتاب میں ایک بھی ایسا نہ بچے گا جو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لا چکے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔

لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی ہے، بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا ہے، آپ کی موت بھی نہیں ہوئی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ [آل عمران:۵۵]۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں۔

نیز مسیح علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾ ﴾ [المائدة:١١٧]۔

پھر جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو، تو ہی ان پر مطلع رہا۔ اور تو ہر چیز کی پوری خبر رکھتا ہے۔

یہاں ''وفاۃ'' قبضہ کے معنیٰ میں ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: توفیت من فلان مالی علیہ، یعنی میں نے فلاں سے اپنا حق سمیٹ لیا، اور پورا پورا حاصل کرلیا، لہٰذا ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ کا معنیٰ یہ ہوگا کہ میں تمہیں روئے زمین سے سمیٹنے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں (١)۔

اور فرمان باری: ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ یہود ونصاریٰ دونوں کو عام ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ تمام اہل کتاب مسیح علیہ السلام پر اُن کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے، بایں طور کہ آخری زمانہ میں جب عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے (٢) تو یہود ونصاریٰ اس بات پر ایمان لائیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں، نہ وہ جھوٹے ہیں جیسا کہ یہودیوں کا

---

(١) اس قول کو امام طبری نے اپنی تفسیر (٣/ ٢٠٣) میں راجح قرار دیا ہے۔

یہاں وفاۃ کے معنیٰ کے بارے میں دوسرے اقوال بھی ہیں، چنانچہ بعض لوگ کہتے ہیں: نیند کے معنیٰ میں ہے، جیسا کہ امام ابن کثیر نے کہا ہے، ١/ ٣٦٧، اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آیت کریمہ میں تقدیم وتاخیر ہے، اور تقدیری عبارت یوں ہے: میں تمہیں اپنی طرف اٹھاؤں گا، اور کافروں سے پاک کروں گا اور پھر اس کے بعد تمہیں وفات دوں گا۔

دیکھئے: تفسیر الطبری، ٣/ ٢٠٢-٢٠٤، وتفسیر البغوی، ١/ ٣٠٨، وزاد المسیر، ١/ ٣٩٦، والجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ٢/ ٢٨٥، وتفسیر ابن کثیر، ١/ ٣٦٧، وأضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، ١/ ٣٤٢۔

(٢) آخری زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور شریعت اسلامیہ کے ذریعہ فیصلہ کی بابت حدیث ملاحظہ فرمائیں: صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الانبیاء، باب نزول عیسیٰ ابن مریم، ٦/ ٤٩٠، حدیث (٣٤٤٨)، ومسلم، کتاب الایمان، باب نزول عیسیٰ ابن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد ﷺ، ١/ ١٣٥، حدیث (١٥٥)۔

کہنا ہے، نہ ہی وہ اللہ ہیں جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں [1]، پھر شریعت محمدیہ ﷺ کی روشنی میں فیصلہ فرمانے کے بعد قیامت سے پیشتر دیگر انسانوں کی طرح وفات پا جائیں گے۔

تو الحمدللہ اس سے واضح ہو گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ تو قتل کئے گئے ہیں، نہ انہیں سولی دی گئی ہے نہ اب تک ان کی موت ہوئی ہے، چنانچہ نصاریٰ کا دعویٰ باطل ہو گیا، جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ﴾ نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا۔ اور اللہ ہی مددگار ہے۔

چوتھا مسلک: نصرانیت کی منسوخی اور انجیلوں میں تحریف واقع ہونے پر واضح دلائل:

نصاریٰ کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں ایک حکیمانہ بات یہ بھی ہے کہ عقلی و نقلی دلائل سے ان کے سامنے واضح کیا جائے کہ دین اسلام نے سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے، نیز یہ کہ سابقہ کتابوں کی جو باتیں پائی جاتی ہیں وہ دو حالتوں سے خالی نہیں: یا تو وہ حق ہیں جنہیں شریعت اسلامیہ نے منسوخ کر دیا ہے۔ یا وہ تحریف شدہ کلام ہے یا اس میں حق و باطل گڈمڈ ہو گیا ہے [2]۔

یہ بات معلوم ہے کہ نصاریٰ اپنی کتاب کو دو حصوں میں کرتے ہیں:

۱۔ عہد قدیم کی کتابیں [3]۔

---

① دیکھئے: فتح الباری، ۶/ ۴۹۱، ۴۹۲، ۴/ ۴۱۴، ۵/ ۱۲۱، وشرح مسلم، از نووی، (۲/ ۱۹۰)۔

② رہا شریعت اسلامیہ کے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کرنے کے اثبات کا مسئلہ تو پہلی فصل میں یہودیوں کے ساتھ حکیمانہ گفتگو کے ضمن میں میں اس کے عقلی و نقلی دلائل پیش کر چکا ہوں، لہٰذا یہاں ان کے ذکر کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔

③ عہد قدیم کی کتابیں وہ ہیں جن کے بارے میں نصاریٰ کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ کتابیں عیسیٰ علیہ السلام سے پیشتر انبیاء کے واسطہ سے ان تک پہنچی ہیں، اور ان میں مشہور کتابیں پانچ ہیں: ۱۔ سفر التکوین۔ ۲۔ سفر الخروج۔ ۳۔ سفر الاخبار۔ ۴۔ سفر العدد۔ ۵۔ سفر الاستثناء۔ اور انہی کتابوں کے مجموعہ کو تورات کہا جاتا ہے۔ دیکھئے: اظہار الحق، از رحمۃ اللہ ہندی، ۱/ ۹۵-۹۸، والیہودیۃ والمسیحیۃ، از محمد ضیاء الرحمن اعظمی ص ۹۹-۱۸۳۔

۲۔ عہد جدید کی کتابیں[1]۔

رہا مسئلہ عہد قدیم کی کتابوں کا تو ان میں تحریف واقع ہونے کا ثبوت عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں گذر چکا ہے[2]۔

رہیں عہد جدید کی کتابیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ عہد جدید کی کتابوں میں تحریف واقع ہونے کی بات نصاریٰ کے یہاں عہد قدیم کی کتابوں میں تحریف کی بات کہنے سے کہیں زیادہ آسان ہے؛ کیونکہ وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے ہیں کہ اناجیل مسیح علیہ السلام پر اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں، نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام انہیں لے کر آئے ہیں، بلکہ اُن سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ چار تاریخیں ہیں جنہیں چار لوگوں نے مختلف زمانوں میں تالیف کیا ہے[3] اسی لئے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اناجیل انبیاء علیہم السلام سے نقل کردہ اقوال اوران کی سیرت وکردار کے درجہ میں ہیں، جس میں صحیح غلط واقع ہوسکتا ہے''[4]۔

چونکہ یہ موضوع بڑا وسیع ہے اس لئے میں اناجیل میں تحریف کے وقوع کے سلسلہ میں حسب ذیل مثالوں کے ذکر پر اکتفا کروں گا:

۱۔ خلاصۂ کلام جسے تسلیم کئے بغیر چارۂ کار نہیں، یہ ہے کہ بروقت موجودہ قانونی اناجیل محض تالیف کردہ کتابیں ہیں، بنابریں وہ صحیح وغلط کی زد میں ہیں، اور ایک لمحہ کے لئے بھی یہ دعویٰ ممکن نہیں کہ یہ

---

① عہد جدید کی کتابیں وہ ہیں جن کے بارے میں نصاریٰ کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد الہام سے لکھی گئی ہیں، اوران میں سے مشہور کتابیں چار اناجیل ہیں: ۱۔انجیل متی۔ ۲۔انجیل مرقس۔ ۳۔انجیل لوقا۔ ۴۔انجیل یوحنا۔ دیکھئے: اظہار الحق، ۱/ ۹۵-۹۸، والیھودیۃ والمسیحیۃ، ص ۳۱۳- ۳۵۲۔

② دیکھئے: یہودیوں کے ساتھ حکیمانہ گفتگو: پہلے مطلب کا دوسرا مسلک۔

③ دیکھئے: الفصل فی الملل، از ابن حزم، ۲/ ۱۳، والجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۲/ ۱۹، والمناظرۃ بین الاسلام والنصرانیۃ، ص ۴۷۔

④ دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۲/ ۱۹۔

اناجیل الہام سے لکھی گئی ہیں ؛ بلکہ یقیناً انہیں نامعلوم لوگوں نے نامعلوم جگہوں پر غیر یقینی تاریخوں میں تحریر کیا ہے، یقینی چیز صرف اتنی ہے کہ یہ اناجیل مختلف ہیں باہم مربوط نہیں ہیں، بلکہ اپنے آپ اور خارجی دنیا کے حقائق سے متعارض ومتناقض ہیں، کیونکہ یہ اناجیل بہت سے پیشین گوئیوں میں ناکام رہی ہیں، مثلاً دنیا کے خاتمہ کی بات ! اور ہوسکتا ہے کہ ایک عام نصرانی اس بات سے حرج اور تنگی محسوس کرے بلکہ چونک اٹھے ؛ لیکن نصرانی دنیا کے یہاں یہ بات ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے [١]، کیونکہ انہوں نے اس سلسلہ میں ریسرچ کیا ہے اور واقعی اناجیل سے اس بات کو جانا ہے۔

٢۔ تحریف کے سلسلہ میں اناجیل سے شواہد:

(الف) انجیل مرقس میں آیا ہے: کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے شاگردوں سے کہا: ''پوری دنیا میں جاؤ اور تمام مخلوق کو انجیل کی بشارت دیدو، جو اس پر ایمان لائے گا اور اعتماد کرے گا، نجات پائے گا، اور جو ایمان نہیں لائے گا ذلیل ہوگا، اور یہ نشانیاں مومنوں کے تابع رہیں گی، وہ شیاطین کو میرے نام سے نکالیں گے، نئی زبانوں میں گفتگو کریں گے، سانپوں کو ساتھ لئے رہیں گے، اور اگر کوئی جان لیوا چیز پیئیں گے تو انہیں نقصان نہ پہنچائے گی، اور مریضوں پر اپنے ہاتھ رکھیں گے تو وہ شفایاب ہوجائیں گے'' [٢]۔

اس نص میں دو وجہوں سے نصاریٰ کے خلاف حجت ہے:

پہلی وجہ: ان کا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ کہنا کہ: انہوں نے انہیں انجیل کے بارے میں خوشخبری سنانے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام ان کے پاس کوئی انجیل لائے تھے جو اب اُن کے پاس نہیں ہے، بلکہ ان کے پاس باہم متعارض چار اناجیل ہیں، اور ان میں کوئی انجیل ایسی نہیں ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بہت سالوں بعد تالیف نہ کی گئی ہو،

---

① دیکھئے: المناظرۃ بین الاسلام والنصرانیۃ ص ۳۵-۵۰، اس میں آپ کو اس تناقض اور ٹکراؤ کی بہت سی مثالیں ملیں گی۔

② دیکھئے: الفصل فی الملل، از ابن حزم، ۲/ ۱۳۹، اور محقق نے انجیل مرقس، اصحاح ۱۶/ ۱۵-۱۸ کا احالہ کیا ہے۔

لہٰذا یہ بات صحیح ہے کہ جس انجیل کے بارے میں عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں بتلایا تھا کہ وہ لائیں گے اوراس کی بشارت دینے کا انہیں حکم دیا تھا' وہ ان کے پاس سے جا چکی ہے؛ کیونکہ انہیں اس کا کچھ بھی اتہ پتہ نہیں ہے، اوراس کے سوا کچھ ممکن نہیں۔

دوسری وجہ: ان کا یہ کہنا کہ: عیسیٰ علیہ السلام نے شاگردوں کی دعوت پر ایمان لانے والے تمام لوگوں سے یہ وعدہ کیا کہ وہ ایسی زبانوں میں گفتگو کریں گے جن کا انہیں علم نہیں، اور مجنونوں سے جن بھگائیں گے، اور مریضوں پر ہاتھ پھیریں گے تو شفایاب ہو جائیں گے، اور اپنے ساتھ سانپ لئے رہیں گے، اور اگر کوئی قتل کرنے والی چیز پئیں گے تو انہیں نقصان نہ پہنچائے گی، جبکہ یہ وعدہ کھلا جھوٹ ہے، کیونکہ نصاریٰ میں کوئی نہیں ہے جو نہ سیکھی ہوئی زبان میں بات کرتا ہو، نہ ان میں سے کوئی جن بھگاتا ہے، نہ کوئی سانپ لیتا ہے جو اسے نقصان نہ پہنچائے، نہ ہی کوئی ایسا ہے جو کسی مریض پر ہاتھ پھیرے تو وہ شفایاب ہو جائے، اور نہ ہی کوئی ایسا ہے جسے زہر پلایا جائے تو اسے کوئی نقصان نہ پہنچے، جب کہ وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ یوحنا (صاحب انجیل) کی موت زہر سے ہوئی تھی، اور اللہ کی پناہ کی کوئی نبی جھوٹے وعدے کرے، یہ نصاریٰ کے تحریف وتناقض اور ایک دوسرے کو جھٹلانے کی دلیل ہے[۱]۔

(ب) اسی طرح انجیل متّیٰ میں آیا ہے: کہ عیسیٰ علیہ السلام نے انجیر کے ہر بھرے درخت پر بد دعا کی تو وہ اُسی وقت خشک ہوگیا، شاگردوں کو اس سے بڑا تعجب ہوا، تو عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: میں تم سے حق کہہ رہا ہوں، بشرطیکہ تمہارے پاس ایمان ہو، اور تم صرف انجیر کے معاملہ میں شک نہ کرو، بلکہ اگر تم اس پہاڑ سے کہو کہ یہاں سے ٹل کر سمندر میں گر جائے تو وہ بھی ہو جائے گا''[۲]۔

اس میں نصاریٰ کے خلاف حجت ہے، وہ اس طرح کہ مسئلہ دو حالتوں سے خالی نہیں: یا تو نصاریٰ

---

① دیکھئے: الفصل فی الملل، از امام ابن حزم، ۲/ ۱۳۹۔

② دیکھئے: الفصل فی الملل، از ابن حزم، ۲/ ۱۳۹۔ اور محقق نے اسے انجیل متی، اصحاح ۲۱/ ۱۸-۲۲، کی طرف احالہ کیا ہے۔

کا مسیح علیہ السلام پر ایمان ہوگا، یا نہیں ہوگا، اب اگر وہ ایمان والے ہیں تو یہ بات جو انہوں نے مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کی ہے اُس میں انہوں نے اُن پر جھوٹ باندھا ہے- جب کہ وہ جھوٹ سے پاک ہیں- کیونکہ عیسائیوں میں سے کسی کو اتنی بھی قدرت نہیں کہ وہ ایک رائی کے دانے کو ٹلنے کا حکم دے تو وہ ٹل جائے، تو کسی پہاڑ کو اکھاڑ کر سمندر رسید کرنے کی طاقت کیونکر ہو سکتی ہے!

اور اگر ایمان والے نہیں ہیں تو وہ اس بات کا اقرار کرنے کے سبب کافر ہیں، اور کسی کی تصدیق کرنا جائز نہیں ①۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اناجیل میں عظیم تحریفات واقع ہوئی ہیں، ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اور اسلام میں داخل ہونے کے سوا اس حیرانی سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں ہے!!۔

پانچواں مسلک: انصاف پسند علماء نصاریٰ کے اعتراف کا اثبات:

نصاریٰ کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں ایک حکیمانہ طریقہ یہ بھی ہے کہ اُن کے خلاف انصاف پسند علمائے نصاریٰ اور ان میں سے جنہیں اللہ نے قبول اسلام کی توفیق بخشی ہے اُن کی گواہیوں سے استدلال کیا جائے، کیونکہ، یہ طریقہ ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَآ﴾ [یوسف:۲۶] (اور عورت کے قبیلے ہی کے ایک شخص نے گواہی دی) کے قبیل سے ہے۔

ان میں سے بطور تحدید نہیں، بطور مثال حسب ذیل لوگ ہیں:

ا۔ شاہ حبشہ نجاشی رضی اللہ عنہ: ②

① دیکھئے: الفصل فی الملل والاھواء والنحل، از امام حافظ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم (۳۸۳ھ-۴۵۶ھ)، ۲/۹۸۔ نیز دیکھئے: ۲/۱۴-۲۰۰، والمناظرۃ بین الاسلام والنصرانیۃ، ص ۳۲-۴۵۲۔

② یہ اصحمہ حبشہ کے بادشاہ ہیں، اسلام لائے اور ان کا اسلام خوب رہا، ان کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے، نہ انہوں نے ہجرت کی نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، لہٰذا ایک حیثیت سے وہ تابعی ہیں اور ایک حیثیت سے صحابی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں وفات پائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی جنازہ غائبانہ پڑھائی، اُن کے علاوہ کسی اور کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ غائبانہ پڑھانا ثابت نہیں۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء، ۱/۴۲۸-۴۴۳۔

جب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے سامنے سورۂ مریم کی ابتدائی آیتیں پڑھیں تو نجاشی رونے لگا حتیٰ کہ اس کی داڑھی تر ہوگئی، اور جب تلاوت کردہ آیات کو ان کے پادریوں نے سنا تو وہ بھی رونے لگے، اور نجاشی نے وفد سے کہا: تمہارا ساتھی (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابن مریم کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ تو جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ اُن کے بارے میں اللہ کی بات کہتے ہیں: کہ وہ اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، اللہ نے انہیں پاکباز کنواری مریم علیہا السلام سے نکالا، جن کے قریب کوئی انسان نہ گیا،۔۔۔ یہ سن کر نجاشی نے ایک لکڑی لی اور اسے اوپر اٹھا کر کہا: اے راہبو اور پادریوں کی جماعت! ابن مریم کے بارے میں جو تم کہتے ہو اس لکڑی کے برابر بھی اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کہتا، اور وفد سے کہا: تمہیں اور تم جس کے پاس سے آئے ہو دونوں کو مبارک باد! آؤ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اور وہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں عیسیٰ علیہ السلام نے جن کی بشارت دی تھی، اور اگر میں بادشاہت کے اس مقام پر نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے جوتے چوم لیتا۔۔ ①۔

۲۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ:

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قصہ بڑا عجیب اور مشہور ہے ②، چنانچہ انہوں نے علماء نصاریٰ کی ایک جماعت کے ساتھ زندگی گزاری، بالآخر جب ان علماء میں سے آخری عالم کے ساتھ ملک روم کے عموریہ میں تھے تو اُس کی وفات کا وقت آیا، اس عالم نے وصیت فرمائی اور اس میں کہا:

”قَدْ أَظَلَّكَ زَمَانُ نَبِيٍّ يُبْعَثُ مِنَ الحَرَمِ، مُهَاجَرُهُ بَيْنَ حَرَّتَيْنِ إِلَى أَرْضٍ سَبْخَةٍ ذَاتِ نَخْلٍ، وَإِنَّ فِيْهِ عَلاَمَاتٍ لاَ تَخْفَى: بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ، يَأْكُلُ الهَدِيَّةَ، وَلاَ يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَخْلُصَ إِلَى تِلْكَ البِلاَدِ، فَافْعَلْ، فَإِنَّهُ قَدْ

---

① دیکھئے: سیر اعلام النبلاء، ۱/ ۴۳۸۔

② ان کا اور ان کے اسلام لانے کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں: سیر اعلام النبلاء، ۱/ ۵۰۵-۵۵۶۔

أَظَلَّكَ زَمَانُهُ"①۔

یقیناً تم پر ایک نبی کا زمانہ سایہ کر چکا ہے جو حرم سے مبعوث ہوگا، اس کی جائے ہجرت دو پتھریلی جگہوں کے درمیان کھجوروں والی کھاری زمین ہوگی، اس میں کچھ نشانیاں ہوں گی جو پوشیدہ نہ ہوں گی: اس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، وہ ہدیہ کھائے گا، صدقہ نہ کھائے گا، لہٰذا اگر تم اس سرزمین تک رسائی کرسکو تو ضرور کرو، کیونکہ اس کا زمانہ آچکا ہے۔

اور بالفعل سلمان رضی اللہ عنہ نے سفر کیا، اور اس نصرانی عالم کی بتلائی ہوئی نشانیاں آپ ﷺ میں پائیں اور اسلام لے آئے، رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

۳۔ عظیم روم ہرقل:

ہرقل نے ابوسفیان سے حدیث کے اخیر میں کہا:

"...وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ، فَذَكَرْتَ أَنْ لاَ، وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ لاَ تَغْدِرُ. وَسَأَلْتُكَ بِمَا يَأْمُرُكُمْ، فَذَكَرْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلاَ تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَيَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الأَوْثَانِ، وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلاَةِ وَالصِّدْقِ وَالعَفَافِ، فَإِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ، وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ، لَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ، فَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهُ، وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمِهِ..." ②۔

اور میں نے تم سے پوچھا کہ: آیا وہ کبھی عہد شکنی کرتے ہیں؟ تم نے کہا نہیں، اور پیغمبروں

---

① دیکھئے: سیر اعلام النبلاء، از امام ذہبی، ۱/ ۵۰۹، ۵۱۰۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب بدء الوحی، باب حدثنا ابو الیمان الحکم بن نافع، ۱/ ۳۲، حدیث (۷)، وصحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب کتاب النبی ﷺ إلی هرقل یدعوہ الی الاسلام، ۳/ ۱۳۹۶، حدیث (۱۷۷۳)۔

کا یہی حال ہوتا ہے، وہ عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اور میں نے تم سے کہا کہ وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم نے کہا کہ وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہیں بتوں کی پرستش سے روکتے ہیں، سچائی اور پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں۔ لہٰذا اگر یہ باتیں جو تم کہہ رہے ہو سچ ہیں تو عنقریب وہ اس جگہ کے مالک ہو جائیں گے جہاں میرے یہ دونوں پاؤں ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ (رسول) آنے والا ہے، مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا! اگر میں جانتا کہ اس تک پہنچ سکوں گا تو اس سے ملنے کے لئے ہر تکلیف گوارا کرتا۔ اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔

پھر اس کے بعد رومیوں سے کہا: اے رومیو! کیا تم فلاح و کامرانی اور بھلائی چاہتے ہو اور اپنی حکومت و بادشاہت کی بقا چاہتے تو اس نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرو؟[①] لیکن اپنی بادشاہت کی لالچ و خواہش میں پڑ کر اسلام نہ لایا۔

اس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ عدل و انصاف پسند اہل کتاب نے رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ میں گواہی دی ہے، کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، لہٰذا اس کے بعد جھٹلانے والوں کی قدح سے کوئی فرق نہیں پڑے گا[②]۔

علماء نصاریٰ کی ایک جم غفیر نے اسلام قبول کیا ہے اور اس بات کی شہادت دی ہے کہ محمد ﷺ پوری انسانیت کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٨٢﴾﴾ [المائدۃ:۸۲]۔

یہ اس لئے کہ ان میں علما اور عبادت کے لئے گوشہ نشین افراد پائے جاتے ہیں اور اس وجہ

---

① دیکھئے: صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب بدء الوحی، باب حدثنا ابو الیمان الحکم بن نافع، ۱/ ۳۳، حدیث (۷)۔

② دیکھئے: ھدایۃ الحیاری، از امام ابن القیم، ص ۵۲۵۔

سے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔

لہٰذا تمام نصاریٰ کے لئے مناسب یہی ہے کہ اپنے انصاف پسند علماء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اللہ رب العالمین کے تابع فرمان ہو جائیں۔

چنانچہ داعی کو چاہئے کہ نصاریٰ کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں اس طریقہ سے غافل ہونہ [1]۔

تیسرا مبحث: رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے عموم کے ثبوت پر دلائل و براہین:

اہل کتاب اور دیگر کفار کو دعوت دینے میں ایک نہایت عظیم حکیمانہ طریقہ یہ ہے کہ ان کے سامنے پوری انسانیت کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی صداقت پر قطعی دلائل و براہین بیان کئے جائیں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور آپ کی رسالت کے عموم پر روشن دلائل و براہین بکثرت اور مختلف النوع ہیں، جو دیگر انبیاء کرام کی نشانیوں سے بہت زیادہ اور عظیم تر ہیں، اس قسم کے تمام دلائل و براہین حسب ذیل دو قسموں میں منحصر ہیں:

(الف) وہ نشانیاں جو گذر چکیں اور موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے معجزات کی طرح سچی خبروں کے ذریعہ معلوم ہیں۔

(ب) وہ نشانیاں جو آج تک باقی ہیں، جیسے قرآن کریم اور علم وایمان جس پر آپ کے

---

[1] علماء معاصرین میں یہ طریقہ اپنانے والوں میں فضیلۃ الشیخ عبد المجید زندانی وفقہ اللہ ہیں، چنانچہ وہ نصاریٰ کے خلاف ان کے علماء کی شہادت پیش کرتے ہیں، اور اس طرح ان کے ہاتھوں پر ایک جم غفیر مسلمان ہو چکا ہے، جزاہ اللہ خیراً۔

متبعین قائم و دائم ہیں، یہ آپ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اسی طرح آپ کی لائی ہوئی شریعت اور وہ نشانیاں جنہیں اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً ظاہر فرماتا ہے، جیسے آپ کی امت کے صالحین کے ہاتھوں پر کرامات کا ظہور، حجت و برہان کے ذریعہ آپ کے دین کا غلبہ، گزشتہ انبیاء کرام کی کتابوں میں موجود آپ کے اوصاف وغیرہ①۔ یہ ایک وسیع باب ہے جس کا میں احاطہ نہیں کرسکتا البتہ نبی کریم ﷺ کی نبوت اور آپ کی رسالت کے عموم کے اثبات کے سلسلہ میں حسب ذیل مسالک پر اکتفا کروں گا:

پہلا مسلک: قرآن کریم کے معجزات۔

دوسرا مسلک: رسول اللہ ﷺ کے حسی معجزات۔

تیسرا مسلک: رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا عموم۔

پہلا مسلک: قرآن کریم کے معجزات:

معجزہ کی لغوی تعریف: جس کے ذریعہ چیلنج کے وقت فریق مخالف کو عاجز کر دیا جائے②۔

(جبکہ اصطلاح میں) معجزہ ایسی خلاف عادت امر کا نام ہے، جو بشر کو انفرادی و اجتماعی طور پر اپنا ہم مثل لانے سے عاجز کر دے، یہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر ظاہر کرتا ہے جسے اپنی نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے؛ تاکہ اس کی صداقت اور اس کی رسالت کی حقانیت پر دلیل بنائے③۔

---

① دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۴/ ۶۷-۷۱۔

② دیکھئے: القاموس المحیط، باب زاء، فصل عین، ص ۶۶۳۔

③ دیکھئے: مناہل العرفان فی علوم القرآن، از امام زرقانی ۱/ ۶۶، والمعجم الوسیط، مادۃ عجز، ۲/ ۵۸۵ والارشاد إلی صحیح الاعتقاد، از شیخ صالح فوزان الفوزان ۲/ ۱۵۷۔

معجزہ اور کرامت کے درمیان فرق: یہ ہے کہ "معجزہ" ایک ایسی خلاف عادت شے کا نام ہے جس میں دعوائے نبوت اور بندوں کے لئے چیلنج شامل ہوتا ہے، جبکہ "کرامت" وہ خلاف عادت امر ہے جس میں دعوائے نبوت اور بندوں کے لئے چیلنج شامل نہیں ہوتا۔ البتہ کرامت اسی بندہ پر ظاہر ہوسکتی ہے جو ظاہر میں صالح اور نیک ہو، ساتھ ہی ساتھ صحیح عقیدہ و عمل ==

قرآن کریم محمد ﷺ پر نازل کردہ کلام الٰہی، سب سے عظیم معجزہ ہے جو صدیوں اور زمانوں سے باقی ہے، قیامت تک تمام اگلوں پچھلوں کے لئے زندہ جاوید معجزہ ہے[1]، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”مَا مِنَ الأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مَا مِثْلهُ امَنَ عَلَيْهِ البَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللَّهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ القِيَامَةِ“[2]۔

ہر نبی کو ایسی (ظاہری) نشانیاں عطا کی جاتی تھیں جسے دیکھ کر لوگ ایمان لائیں، لیکن مجھے جو نشانی عطا کی گئی وہ ایک وحی ہے جسے اللہ نے میری طرف کیا ہے، لہٰذا مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ امتی میرے ہوں گے۔

حدیث کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے معجزات قرآن کریم میں محصور ہیں، نہ ہی یہ مطلب ہے کہ آپ کو پچھلے انبیاء کی طرح حسی (ظاہری) معجزات نہیں دیئے گئے، بلکہ حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ قرآن کریم جیسا عظیم ترین معجزہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے، کسی دوسرے نبی کو ایسا معجزہ نہیں

== کا حامل ہو۔ اب اگر منحرف اور عقیدہ وعمل میں گمراہ لوگوں کے ہاتھوں پر خلاف عادت امور ظاہر ہوں تو وہ (کرامت نہیں بلکہ) شیطانی شعبدہ بازیاں ہیں۔ اسی طرح اگر کسی ایسے انسان پر خلاف عادت امر ظاہر ہو جس کے عقیدہ وعمل کے بارے میں کوئی پتہ نہیں، تو اس کی حالت کو کتاب وسنت پر پیش کیا جائے گا، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَمْشِي عَلَى الْمَاءِ، وَيَطِيرُ فِي الْهَوَاءِ، فَلَا تَغْتَرُّوا بِهِ حَتَّى تَعْرِضُوا أَمْرَهُ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ“۔

جب تم کسی آدمی کو پانی پر چلتے ہوئے یا ہوا میں پرواز کرتے ہوئے دیکھو تو اس سے دھوکہ نہ کھاؤ، یہاں تک کہ اس کے معاملہ کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھ لو۔

دیکھئے: شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۵۱۰، وسیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۲۳، والاجوبۃ الاصولیۃ علی الواسطیہ، از شیخ السلمان ص ۳۱۱۔

[1] دیکھئے: الداعی إلی الاسلام، از انباری ص ۳۹۳۔

[2] صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی، ۹/ ۳، حدیث (۴۹۸۱)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس، ۱/ ۱۳۴، حدیث (۱۵۲)۔

دیا گیا؛ کیونکہ ہر نبی کو ایک خاص معجزہ دیا جاتا تھا جس سے اُس کی قوم کو چیلنج ہو؛ اسی طرح ہر نبی کا معجزہ اس کی قوم کی حالت کے اعتبار سے ہوا کرتا تھا؛ اسی لئے چونکہ فرعون کی قوم میں جادو عام تھا اس لئے موسیٰ علیہ السلام جادو گروں کے کرتب کی صورت میں عصا لے کر آئے، لیکن وہ عصا جادو گروں کے سارے کرتبوں کو نگل جاتا تھا، بعینہ اسی طرح کسی اور نبی کا معجزہ نہ تھا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طبابت اور اطباء کا بڑا زور اور چرچا تھا اس لئے وہ اسی قبیل کا ایسا معجزہ لیکر آئے جس سے اطباء حیران و ششدر رہ گئے، جیسے مردوں کو زندہ کرنا، پیدائشی اندھوں اور برص کی بیماری والوں کو شفایاب کرنا وغیرہ، یہ ساری چیزیں طبابت ہی کی جنس سے تھیں لیکن اس حد تک ان کی رسائی نہ تھی۔

اسی طرح چونکہ اہل عرب فصاحت و بلاغت اور زبان دانی کے ماہر تھے، اس لئے اللہ نے ہمارے نبی ﷺ کو قرآن کریم جیسا عظیم معجزہ عطا فرمایا[1]، جس کے بارے میں ارشاد باری ہے:

﴿ لَّا يَأْتِيهِ ٱلْبَٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ ﴾ [فصلت: ۴۲]۔

جس کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، یہ ہے نازل کردہ حکمتوں والے خوبیوں والے (اللہ) کی طرف سے۔

لیکن تمام معجزات میں قرآن کریم کے معجزہ کی ایک نمایاں امتیازی شان ہے، کیونکہ وہ صدیوں سے ایک زندہ جاوید دائمی حجت و برہان کی شکل میں قائم و دائم ہے، جبکہ دیگر انبیاء کے معجزات کی تاثیر ان کی زندگیوں ہی میں ختم ہوگئی، اب صرف اُن کی خبریں باقی ہیں، لیکن قرآن کریم ہمیشہ ہمیش ٹھوس دلیل و برہان کی شکل میں قائم رہے گا جیسے سننے والا رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سن

---

① دیکھئے: فتح الباری، ۹/ ۶، ۷ و شرح نووی علی صحیح مسلم، ۲/ ۱۸۸، و اعلام النبوۃ، از علامہ ماوردی ص ۵۳، و اظہار الحق، از رحمت اللہ ہندی، ۲/ ۱۰۱۔

رہا ہو اُس کی اِسی پیہم وحجت کی پائیداری کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ''①۔

مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ امتی میرے ہوں گے۔

قرآن کریم ایک روشن معجزہ ہے جو کئی اعتبار سے اعجازی پہلوؤں پر مشتمل ہے، جیسے لفظ کے اعتبار سے، نظم ونسق کے اعتبار سے، معنیٰ پر لفظ کی دلالت میں بلاغت کے اعتبار سے، جن معانی کا وہ حکم دیتا ہے اسی طرح اللہ، اس کے اسماء وصفات اور اس کے فرشتوں وغیرہ کے تعلق سے جن معانی کی خبر دیتا ہے اس کے اعتبار سے، اس کے علاوہ دیگر بیشمار اعتبارات سے جسے ہر صاحب علم نے حسب توفیق و استطاعت ذکر کیا ہے②، میں آئندہ سطور میں بطور مثال صرف چار پہلوؤں کے ذکر پر اکتفا کروں گا:

پہلا پہلو: زبان وبیان اور بلاغت کا اعجاز:

قرآن کریم کا ایک اعجازی پہلو اس کی زبان وبیان میں بلاغت اور عاجز کر دینے والی ترکیب ہے جس کے ذریعہ اس نے تمام جن وانس کو چیلنج کیا، اور وہ اس جیسا کلام لانے سے عاجز و درماندہ رہ گئے، ارشاد باری ہے:

﴿قُل لَّئِنِ ٱجْتَمَعَتِ ٱلْإِنسُ وَٱلْجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأْتُوا۟ بِمِثْلِ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِۦ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴿٨٨﴾﴾ [الاسراء:۸۸]۔

کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

① دیکھئے: البدایۃ والنہایہ، ۶/ ۶۹، حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

② دیکھئے: الجواب الصحیح، ۴/ ۷۴، ۷۵ و اعلام النبوۃ، از ماوردی ص ۵۳-۷۰، والبدایۃ والنہایہ ۶/ ۵۴، ۶۵، والبرہان فی علوم القرآن، از امام زرکشی ۲/ ۹۰-۱۲۴، ومناہل العرفان، از زرقانی، ۲/ ۲۷۷-۳۰۸۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُۥ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَأْتُوا۟ بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِۦٓ إِن كَانُوا۟ صَـٰدِقِينَ ﴿٣٤﴾ ﴾ [الطور:۳۳،۳۴]۔

کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے اس قرآن کو خود گھڑ لیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے ہیں۔ اگر وہ اس دعوے میں سچے ہیں تو ذرا اس جیسا کلام لا کر دکھائیں۔

اس چیلنج کے بعد سب عاجز ہو کر رہ گئے کسی نے چیلنج قبول کرنے کی ہمت نہ کی' اللہ نے رسی کو ذرا ڈھیلا کرتے ہوئے اس کے مثل دس سورتیں پیش کرنے کا چیلنج کیا:

﴿ أَمْ يَقُولُونَ ٱفْتَرَىٰهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا۟ بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِۦ مُفْتَرَيَـٰتٍ وَٱدْعُوا۟ مَنِ ٱسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ﴿١٣﴾ ﴾ [ھود:۱۳]۔

کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اسی نے گھڑا ہے' کہہ دیجئے کہ پھر تم بھی اسی کے مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو اپنے ساتھ بلا بھی لو اگر تم سچے ہو۔

لیکن وہ اس سے بھی عاجز و درماندہ رہے' اللہ نے رسی کو مزید ڈھیلا کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ أَمْ يَقُولُونَ ٱفْتَرَىٰهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا۟ بِسُورَةٍ مِّثْلِهِۦ وَٱدْعُوا۟ مَنِ ٱسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ﴿٣٨﴾ ﴾ [یونس:۳۸]۔

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں آپ نے اس کو گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جسے چاہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

اللہ نے اس چیلنج کو ہجرت کے بعد مدینہ میں پھر دہرایا' چنانچہ فرمایا:

﴿ وَإِن كُنتُمْ فِى رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا۟ بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِۦ وَٱدْعُوا۟ شُهَدَآءَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ﴿٢٣﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا۟ وَلَن تَفْعَلُوا۟ فَٱتَّقُوا۟ ٱلنَّارَ ٱلَّتِى وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ ۖ

أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿٢٤﴾ [البقرۃ: ۲۳، ۲۴]۔

ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ، تمہیں اختیار ہے کہ اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔ اور اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہیں کر سکتے تو جہنم کی اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

فرمان باری ﴿فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم ماضی میں یہ چیلنج قبول نہ کر سکے تو مستقبل میں بھی ہرگز اس کا جواب نہیں دے سکتے، اس طرح قرآن کا یہ چیلنج تا قیامت باقی رہے گا، مستقبل میں بھی کبھی یہ قرآن کے مثل ایک سورت لا کر پیش نہیں کر سکیں گے، جیسا کہ اللہ نے خبر دی اور مکہ میں نبی کریم ﷺ کی زبانی یہ اعلان کروایا:

﴿قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴿٨٨﴾﴾ [الاسراء: ۸۸]۔

کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

اللہ عزوجل نے نبی کریم ﷺ کو حکم دے کر پوری مخلوق کے لئے یہ معجزانہ اعلان کروایا کہ سب متفق ہو کر بھی اس جیسا قرآن نہیں لا سکتے خواہ ایک دوسرے کے معاون اور مددگار کیوں نہ ہو جائیں، یہ چیلنج پوری مخلوق کے لئے تھا اور قرآن سننے والے ہر شخص نے اس چیلنج کو سنا، ہر خاص و عام نے جانا، لیکن اس کا جواب نہ دے سکے، نہ ہی نبی کریم ﷺ کی بعثت لے کر آج تک ایک سورت لا سکے، قرآن کریم کا چیلنج ہنوز اسی طرح قائم و دائم ہے [1]۔

قرآن کریم ہزاروں معجزات پر مشتمل ہے کیونکہ اس میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں اور کم سے کم

[1] دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۴/ ۷۱-۷۷، والبدایۃ والنہایۃ، ۶/ ۹۵۔

ایک سورت لانے کے لئے چیلنج کیا گیا ہے، قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورت سورۃ الکوثر ہے جو چھوٹی چھوٹی تین آیات پر مشتمل ہے، قرآن کریم میں متفقہ طور پر چھ ہزار دو سو سے زیادہ آیات ہیں، اور چند آیات یا ایک لمبی آیت کے اعتبار سے الفاظ کی ترتیب کے مطابق سورۃ الکوثر ایک مکمل سورت ہے، معلوم ہوا کہ قرآن کریم نے صرف اتنی ہی مقدار سے پوری مخلوق کو چیلنج کیا ہے اور انہیں عاجز کر کے رکھ دیا ہے①۔

اس اعتبار سے قرآن کریم تمام ظاہری و معنوی معجزات سے بے نیاز اور ان پر بھاری ہے، بشرطیکہ انسان کے پاس بابصیرت دل ہو یا کان لگائے اور دل و دماغ سے حاضر ہو۔

دوسرا پہلو: غیب کی خبروں کا اعجاز:

قرآن کریم کا ایک اعجازی پہلو یہ بھی ہے کہ وہ بیشمار غیب کی خبروں پر مشتمل ہے جس کے بارے میں محمد ﷺ کو کوئی علم نہ تھا، نہ ہی آپ کی طرح کسی فرد بشر کے لئے اس تک رسائی ممکن ہے، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن کریم اس اللہ کا کلام ہے جس سے کوئی چیز مخفی و پوشیدہ نہیں، ارشاد ہے:

﴿ وَعِندَهُۥ مَفَاتِحُ ٱلۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَآ إِلَّا هُوَۚ وَيَعۡلَمُ مَا فِي ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِۚ وَمَا تَسۡقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٖ فِي ظُلُمَٰتِ ٱلۡأَرۡضِ وَلَا رَطۡبٖ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَٰبٖ مُّبِينٖ ۝٥٩ ﴾ [الانعام:۵۹]۔

اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، (خزانے) ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے۔ اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔

---

① دیکھئے: استخراج الجدال من القرآن الکریم، از ابن نجیم ص ۱۰۰، و فتح الباری ۶/ ۵۸۲، ومناہل العرفان، از زرقانی ۱/ ۳۳۶، ۱/ ۲۳۱، ۲۳۲۔

اور غیب کی خبروں کی کئی قسمیں ہیں:

پہلی قسم: گزشتہ زمانہ کا غیب: جیسے دلنشیں واقعات وقصص اسی طرح گزشتہ زمانوں سے متعلق اللہ کی بتلائی ہوئی تمام باتیں وغیرہ۔

دوسری قسم: موجودہ زمانہ کا غیب: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موجودہ زمانہ کی بعض پوشیدہ چیزیں بتائیں جیسے منافقین کی نقاب کشائی، بعض غلطیاں جو بعض مسلمانوں سے سرزد ہوئیں اسی طرح دیگر باتیں جن کا علم صرف اللہ کو ہے اور اُس نے اپنے رسول کو اُن سے مطلع فرمایا۔

تیسری قسم: مستقبل کا غیب: اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض ایسی باتوں سے مطلع فرمایا جو ابھی واقع نہ ہوئی تھیں، پھر بعد میں بعینہ اسی طرح واقع ہوئیں جس طرح آپ نے خبر دی، یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں [1]۔

تیسرا پہلو: تشریعی اعجاز:

قرآن کریم ایسی مکمل اور جامع ہدایات لیکر آیا ہے جو ہر وقت اور ہر جگہ انسانیت کی تمام تر ضروریات کے لئے کافی وشافی ہیں، کیونکہ اسے نازل کرنے والی وہ ذات ہے جسے ہر چیز کا علم ہے، وہ انسانیت کا خالق اور ان کے حق میں اچھے بُرے اور مفید ومضر کا خبر رکھنے والا ہے، اسی لئے جب کسی چیز کا حکم دیتا ہے تو وہ علم وحکمت کے اعلیٰ مراتب کا آئینہ دار ہوتی ہے، ارشاد ہے:

﴿ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٤﴾ ﴾ [الملک: ۱۴]۔

کیا وہی نہ جانے جس نے پیدا کیا؟ پھر وہ باریک بین اور باخبر بھی ہو۔

اس کی مزید وضاحت اس وقت ہوتی ہے جب انسانی اصول وقوانین پر غور کیا جائے کہ یہ اصول

---

[1] دیکھئے: الداعی الی الاسلام، از انباری ص ۴۲۴ - ۴۲۸، واظہار الحق ۶۵ - ۱۰۷، ومناہل العرفان ۲ / ۲۶۳، ومعالم الدعوۃ، از دیلمی ۱ / ۴۶۳۔ درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت زیادہ غیبی امور کی خبریں دی ہیں، ملاحظہ فرمائیں: جامع الاصول، از علامہ ابن الاثیر ۱۱ / ۳۱۱ تا ۳۳۱۔

وقوانین انسانی مشکلات کے حل اور حالات وظروف اور زمانہ کے شانہ بشانہ چلنے سے قاصر ہوتے ہیں' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کے وضع کرنے والے ہمیشہ ان میں تبدیلی اور کمی بیشی کرنے پر مجبور ہوتے ہیں' آج ایک قانون یا اصول بناتے ہیں کل اسے فرسودہ قرار دیتے ہیں' کیونکہ بلاشبہہ انسان غلطی اور کمی کا مجموعہ ہے' نفوس انسانی کی گیرائیوں سے نا آشنا ہے' اسی طرح کل انسان کے حالات وظروف کیسے ہوں گے اور کونسی چیز ہر زمان ومکان میں پوری بشریت کے لئے موزوں اور مناسب ہوگی ان تمام باتوں کا اسے کوئی علم نہیں۔

یہ اس بات کی ظاہری اور عینی دلیل ہے کہ انسانیت ایسے اصول وقوانین لانے سے قاصر ہے جو پوری مخلوق کے لئے موزوں ہوں اور ان کی اخلاقی اصلاح کرسکیں' نیز یہ کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے جو ہر عیب سے پاک' بندوں کی مصلحتوں کا ضامن اور دنیا وآخرت میں ان کے اصلاح احوال کی ہر طرح رہنمائی کرنے والا ہے بشرطیکہ اس پر مضبوطی سے قائم رہیں اور اسی سے روشنی حاصل کریں[1]، ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ يَهْدِى لِلَّتِى هِىَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ٱلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ﴿٩﴾ ﴾ [الاسراء:۹]۔

یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

مجموعی طور پر قرآن کریم کی لائی ہوئی شریعت (اس کی تعلیمات) کا دارومدار تین مصلحتوں پر ہے:

پہلی مصلحت: چھ چیزوں سے فساد وبرائی کو دور کرنا: یعنی دین' جان' عقل' نسب' عزت

---

① دیکھئے: مناہل العرفان از زرقانی ۲/ ۲۴۷، واثر تطبیق الحدود فی المجتمع الاسلامی (امام محمد بن سعود یونیورسٹی کے زیر اہتمام اسلامی فقہ کانفرنس میں پیش کردہ مقالات کے ضمن) ص ۱۱۷، ومعالم الدعوۃ از دیلمی ۱/ ۴۲۶۔

وآبرو اور مال کی حفاظت کرنا(1)۔

دوسری مصلحت: اچھائیوں اور بھلائیوں کا حصول(2): چنانچہ قرآن کریم نے ہر میدان میں بھلائیوں کے حصول کے دریچے کھولے ہیں اور ضرر رسانی کے ہر چور دروازہ کو بند کیا ہے۔

تیسری مصلحت: عمدہ اور اچھے اخلاق وعادات کا چلن: چنانچہ قرآن کریم نے تمام عالمی مشکلات کا ایسا اطمینان بخش حل پیش کیا ہے، جس سے انسانیت عاجز و درماندہ ہے اور دنیا وآخرت میں نوع انسانی کو مطلوب ہر ہر گوشہ میں مناسب قوانین وضع کئے ہیں اور نہایت سیدھے اور معتدل طریقہ سے اس کی رہنمائی فرمائی ہے(3)۔

چوتھا پہلو: جدید سائنسی اعجاز:

مستقبل کی غیب کی خبروں سے متعلق قرآنی اعجاز کی ایک جدید قسم بھی ہے جس کا انکشاف سائنس نے درج ذیل فرمان الٰہی کے مصداق موجودہ دور میں کیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿سَنُرِيهِمْ ءَايَٰتِنَا فِى ٱلْءَافَاقِ وَفِىٓ أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ ﴿٥٣﴾﴾ [فصلت:۵۳]۔

عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ حق یہی ہے، کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے واقف وآگاہ ہونا کافی نہیں۔

یقیناً ہمارے رب کا یہ وعدہ بعد کے ادوار میں ثابت ہوا چنانچہ لوگوں نے اللہ کی نشانیوں کو آفاق عالم میں نہایت دقیق اور محیر العقول آلات اور مشینریوں کی شکل میں دیکھا، جیسے ہوائی جہاز، زمین دوز

---

(1) یہ چیز اصولیوں کے یہاں ضروریات کے نام سے معروف ہے، دیکھئے: اضواء البیان ۳ / ۴۴۸۔

(2) یہ چیز اصولیوں کے یہاں حاجیات کے نام سے معروف ہے، دیکھئے: اضواء البیان ۳ / ۴۴۸۔

(3) دیکھئے: اضواء البیان ۳ / ۴۰۹-۴۵۷، اس پہلو کو موصوف نے عقلی ونقلی دلائل سے واضح کیا ہے، جزاہ اللہ خیرا وغفرلہ۔

کشتیاں اور اس کے علاوہ دیگر جدید آلات و وسائل جسے انسان نے عصر حاضر میں دیکھا اور اس کا مالک ہوا۔۔۔آخر آج سے چودہ سو دس سال پہلے یہ غیب کی باتیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس نے بتائیں؟ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔

اس سائنسی اعجاز کا انکشاف زمین، آسمان، سمندر، صحراء، انسان، حیوان، نباتات، درخت کیڑوں مکوڑوں وغیرہ سب میں ہوا، یہاں اس سلسلہ کی متعدد مثالیں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں①۔

دوسرا مسلک: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسی معجزات:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خارق عادت حسی وظاہری معجزات بہت زیادہ ہیں②، میں ان کا احاطہ تو نہیں کرسکتا، البتہ ان میں سے بطور مثال مختصراً حسب ذیل نو قسموں کے ذکر پر اکتفا کروں گا۔

پہلی قسم: آسمانی معجزات، مثلاً:

۱- **معجزۂ شق القمر:** یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرنے والے بنیادی معجزات میں سے ہے، چنانچہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ آپ انہیں کوئی نشانی (معجزہ) دکھائیں، تو آپ نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے کرکے دکھایا، یہاں تک کہ لوگوں نے کوہ حرا کو اُن دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا③، ارشاد باری ہے:

---

① قرآن کریم کے سائنسی اعجاز کی بکثرت مثالوں کے لئے ملاحظہ فرمائیں: مناہل العرفان فی علوم القرآن، از زرقانی، ۲/ ۲۷۸-۲۸۴، وکتاب الایمان، از عبدالمجید زندانی ص ۵۵-۵۹، نیز کتاب التوحید، از زندانی، ۱/ ۴۷-۷۷۔

② شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے تقریباً ایک ہزار معجزات اکٹھا کئے ہیں'' دیکھئے: الفرقان بین اولیاء الرحمن واولیاء الشیطان، از ابن تیمیہ ص ۱۵۸۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات بارہ سو سے زیادہ ہیں، ان کی تعداد تین ہزار بھی بتائی گئی ہے، دیکھئے: فتح الباری ۶/ ۵۸۳۔

③ صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر ۷/ ۱۸۲، ۶/ ۶۳۱، حدیث (۳۶۳۶)، ۸/ ۶۱۷، وصحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب انشقاق القمر، ۴/ ۲۱۵۹، حدیث (۲۸۰)۔

﴿ ٱقْتَرَبَتِ ٱلسَّاعَةُ وَٱنشَقَّ ٱلْقَمَرُ ۝١ وَإِن يَرَوْا۟ ءَايَةً يُعْرِضُوا۟ وَيَقُولُوا۟ سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝٢ ﴾ [القمر:۱،۲]۔

قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ یہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ پہلے سے چلا آتا ہوا جادو ہے۔

۲- **معجزۂ اسراء ومعراج:** یعنی اسراء ومعراج کی شب نبی کریم ﷺ آسمانوں کے اوپر تشریف لے گئے، اس بارے میں قرآن کریم نے خبر دی ہے اور متواتر حدیثیں بھی وارد ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿ سُبْحَٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِۦ لَيْلًا مِّنَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ إِلَى ٱلْمَسْجِدِ ٱلْأَقْصَا ٱلَّذِى بَٰرَكْنَا حَوْلَهُۥ لِنُرِيَهُۥ مِنْ ءَايَٰتِنَآ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ۝١ ﴾ [الاسراء:۱]۔

پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے، اس لئے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔

یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ کے عظیم معجزات میں سے ہے کیونکہ آپ کو راتوں رات بیت المقدس لیجایا گیا، آپ نے محدود وقت میں ایک لمبی مسافت طے کی، پھر وہاں سے آسمانوں کی سیر کرائی گئی، آپ ایک ایسی جگہ تک تشریف لے گئے جہاں آپ نے قلم کی آواز سنی، جنت دیکھا، آپ پر نمازیں فرض کی گئیں اور پھر آپ صبح ہونے سے پہلے مکہ واپس آ گئے، واقعہ سن کر قریش نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کی سچائی کو آزمانے کے لئے آپ سے نشانیاں طلب کیں، ان میں سے بیت المقدس کی نشانیاں بھی تھیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ نے اس سے پہلے بیت المقدس نہیں دیکھا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو کھول کر آپ کی نگاہوں کے سامنے رکھ دیا، آپ نے انہیں بیت

المقدس کی نشانیاں بتائیں اور اُن کے تمام سوالات کے جوابات دیدیئے [1]۔

ان کے علاوہ دیگر آسمانی معجزات ہیں، جیسے آپ کی بعثت کے وقت ستاروں کے ذریعہ آسمان کی پہرہ داری وغیرہ۔

دوسری قسم: فضائی معجزات:

۱- اس سلسلہ کا ایک معجزہ یہ تھا کہ اللہ کے حکم سے بادل نبی کریم ﷺ کا مطیع ہو جاتا تھا، چنانچہ آپ کی دعاء سے بادل آتا، بارش ہوتی اور پھر واپس چلا جاتا [2]۔

۲- اللہ تعالیٰ ہوا کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کی مدد فرماتا تھا، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ﴾ [الاحزاب:۹]۔

یاد کرو جبکہ تمہارے مقابلے کو فوجوں پر فوجیں آئیں پھر ہم نے ان پر تیز و تند آندھی اور ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں۔

لشکروں پر اللہ نے جو ہوا بھیجی وہ بادِ صبا (پوربی ہوا) تھی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"نُصِرْتُ بِالصَّبَا، وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ" [3]۔

بادِ صبا (پوربی ہوا) کے ذریعہ میری مدد کی گئی اور قوم عاد پچھمی ہوا سے ہلاک ہوئی۔ وغیرہ

تیسری قسم: جانداروں یعنی جن وانس اور مویشیوں میں آپ ﷺ کا تصرف:

یہ بڑا وسیع باب ہے، چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

---

[1] دیکھئے: صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب حدیث الاسراء ۷/ ۱۹۶، حدیث (۳۸۸۶)، وصحیح مسلم کتاب الایمان، باب ذکر المسیح ابن مریم والمسیح الدجال، ۱/ ۱۵۶، حدیث (۱۷۰)۔

[2] دیکھئے: صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الجمعہ، باب الاستسقاء فی الخطبۃ یوم الجمعہ ۲/ ۴۱۳، حدیث (۹۳۳)، وصحیح مسلم کتاب الاستسقاء، باب الدعاء فی الاستسقاء ۲/ ۶۱۴، حدیث (۸۹۷)۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الاستسقاء، باب فی ریح الصبا والدبور، حدیث (۹۰۰)۔

الف- انسانوں میں آپ ﷺ کا تصرف:

۱- علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی آنکھوں میں درد کے سبب سخت تکلیف سے دوچار تھے' رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں تھوکا اور دعا فرمائی' جس سے آپ اس طرح شفایاب ہو گئے جیسے آنکھوں میں کوئی درد ہی نہ تھا[①]۔

۲- عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی پنڈلی ٹوٹ گئی' رسول اللہ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا' تکلیف اس طرح جاتی رہی جیسے پنڈلی کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی[②]۔

۳- خیبر کے روز سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں سخت چوٹ آئی' رسول اللہ ﷺ نے اس میں تین بار پھونکا' سلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد کبھی تکلیف محسوس نہ کی[③]۔

ب- جن وشیاطین میں آپ ﷺ کا تصرف:

۱- رسول اللہ ﷺ انسان پر سوار جن وشیاطین کو محض گفتگو کے ذریعہ نکال (اتار) دیتے تھے' چنانچہ فرماتے تھے:

''اخْرُجْ عَدُوَّ اللهِ، أَنَا رَسُولُ اللهِ''[④]۔

اللہ کے دشمن نکل! میں اللہ کا رسول ہوں۔

۲- رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے سینے سے شیطان کو نکالا' چنانچہ آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے سینہ پر تین مرتبہ اپنا ہاتھ مارا اور ان کے منہ میں تھوکا' اور

---

① دیکھئے: صحیح بخاری' کتاب الجہاد' باب فضل من اسلم علی یدیہ رجل، ۶/ ۱۴۴، حدیث (۳۰۰۹)، وصحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابة' باب فضائل علی رضی اللہ عنہ، ۴/ ۱۸۷۲، حدیث (۲۴۰۶)۔

② دیکھئے: صحیح بخاری مع فتح الباری کتاب المغازی' باب قتل ابی رافع، ۷/ ۳۴۰، حدیث (۴۰۳۹)۔

③ دیکھئے: حوالہ سابق' کتاب المغازی' باب غزوۃ خیبر ۷/ ۴۷۵، حدیث (۴۲۰۶)۔

④ مسند احمد ۴/ ۱۷۰-۱۷۲، امام ہیثمی مجمع الزوائد (۹/ ۶) میں فرماتے ہیں: مسند احمد کی اس حدیث کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فرمایا: ''اخْرُجْ عَدُوَّ اللهِ'' اللہ کے دشمن نکل! آپ نے تین بار اسی طرح کیا، اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کو کبھی شیطان نہ لگا[1]۔

ج- مویشیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصرف:

یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کئی بار پیش آئی، ایک بار ایک اونٹ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سجدہ کرنے لگا' یہ دیکھ کر آپ کے صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جب مویشی اور درخت آپ کا سجدہ کرتے ہیں تو ہم اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کا سجدہ کریں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اعْبُدُوا رَبَّكُمْ، وَأَكْرِمُوا أَخَاكُمْ، وَلَوْ كُنْتُ امِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا''[2]۔

اپنے رب کی عبادت کرو' اپنے بھائی کا احترام کرو، اگر میں کسی کو کسی کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کا سجدہ کرے۔

چوتھی قسم: درختوں' پھلوں اور لکڑیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاثیر:

الف- درختوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاثیر:

۱- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ فَأَقْبَلَ أَعْرَابِيٌّ فَلَمَّا دَنَا مِنْهُ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: **أَيْنَ تُرِيدُ؟** قَالَ: إِلَى أَهْلِي قَالَ: **هَلْ لَكَ فِي خَيْرٍ؟** قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: **تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ،** فَقَالَ: وَمَنْ يَشْهَدُ عَلَى مَا

---

① سنن ابن ماجہ' کتاب الطب' باب الفزع والارق وما یتعوذ منہ' (بسند حسن) ۲/ ۱۱۷۴، حدیث (۳۵۴۸)، نیز دیکھئے: صحیح سنن ابن ماجہ ۲/ ۲۷۳۔

② مسند احمد ۶/ ۷۶، امام ہیثمی مجمع الزوائد (۹/ ۹) میں فرماتے ہیں: اس کی سند جید ہے' اس قسم کے دیگر معجزات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: مسند احمد ۴/ ۱۷۰- ۱۷۲، و مجمع الزوائد، از امام ہیثمی ۹/ ۳- ۱۲۔

تَقُولُ؟ قَالَ: **هَذِهِ السَّلَمَةُ!**① فَدَعَاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهِيَ بِشَاطِئِ الْوَادِي فَأَقْبَلَتْ تَخُدُّ② الْأَرْضَ خَدًّا حَتَّى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلَاثًا، فَشَهِدَتْ ثَلَاثًا أَنَّهُ كَمَا قَالَ، ثُمَّ رَجَعَتْ إِلَى مَنْبَتِهَا''③۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، ایک دیہاتی آیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہوا تو آپ نے اُس سے پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ اس نے جواب دیا، اپنے گھر کو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھلائی چاہتے ہو؟ اس نے پوچھا: کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ دیہاتی نے کہا: جو آپ کہہ رہے ہیں اُس کی گواہی کون دے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ درخت! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وادی کے کنارہ پر واقع اُس درخت کو بلایا' وہ درخت زمین کو چیرتا پھاڑتا ہوا وہاں سے چل پڑا' اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے تین مرتبہ گواہی طلب کی' اُس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ آپ اپنی بات میں سچے ہیں' اور پھر اپنی جگہ پر واپس ہوگیا۔

۲- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر میں تھے' آپ کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی' کوئی چیز نہ ملی جس سے پردہ پوشی ہوسکے' آپ نے درخت کی ایک ٹہنی پکڑی اور اس سے فرمایا: ''انْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللهِ'' اللہ کے حکم میرے تابع ہوجا' وہ درخت نکیل زدہ اونٹ④ کی مانند آپ کے تابع ہوگیا'

---

① ''سلمہ'' ایک صحرائی درخت کا نام ہے، دیکھئے: المصباح المنیر' مادہ ''سلم'' ۱/ ۲۸۶، ومختار الصحاح، مادہ ''سلم'' ص ۱۳۱۔

② یعنی گڑھے کے طرح کھودتا ہوا، دیکھئے: المصباح المنیر، مادہ ''خد'' ۱/ ۱۶۵، ومختار الصحاح، مادہ ''خد'' ص ۷۲۔

③ سنن دارمی (مقدمہ) باب ما اکرم اللہ نبیہ من ایمان الشجر بہ والبہائم والجن، ۱/ ۱۷، حدیث (۱۶)، اس کی سند صحیح ہے' نیز دیکھئے: مشکاۃ المصابیح، ۳/ ۱۶۶۶، حدیث (۵۹۲۵)۔

④ ''مخشوم'' وہ اونٹ ہے جس کی ناک میں لکڑی ڈال دی جائے اور اگر وہ سخت ہو تو اُسے قابو میں کرنے کے لئے اُس میں رسی باندھ دی جائے، دیکھئے: شرح صحیح مسلم، از نووی، ۱۸/ ۱۴۶۔

پھر آپ دوسرے درخت کے پاس آئے‘ اس کے ساتھ بھی اسی طرح کیا اور کہا‘ پھر آپ نے ان دونوں کو ایک ساتھ مل جانے کا حکم دیا‘ دونوں درخت مل کر ایک ہو گئے‘ پھر قضائے حاجت کے بعد دونوں درخت اپنی اصلی حالت پر پلٹ کر اپنی اپنی جگہ جا کھڑے ہوئے[1]۔

ب- پھلوں میں آپ ﷺ کی تاثیر:

جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ بِمَ أَعْرِفُ أَنَّكَ نَبِيٌّ؟ قَالَ: **إِنْ دَعَوْتُ هَذَا العِذْقَ مِنْ هَذِهِ النَّخْلَةِ تَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ؟** فَدَعَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتَّى سَقَطَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: ارْجِعْ فَعَادَ، فَأَسْلَمَ الأَعْرَابِي“[2]۔

ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں کیسے یقین کروں کہ واقعی آپ اللہ کے نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر میں کھجور کے اِس خوشہ کو یہاں بلالوں‘ تو کیا تم گواہی دوگے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پھر آپ نے اسے بلایا‘ چنانچہ کھجور کا وہ خوشہ درخت سے اتر کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگیا‘ پھر آپ نے اس سے کہا: ’واپس ہو جاؤ‘ تو وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا‘ یہ منظر دیکھ کر دیہاتی مسلمان ہوگیا۔

ج- لکڑیوں میں آپ ﷺ کی تاثیر:

رسول اللہ ﷺ مدینہ میں جمعہ کے روز کھجور کے ایک تنہ کے سہارے خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے‘ پھر جب آپ کے لئے منبر بنا دیا گیا اور آپ اُس پر چڑھ کر خطبہ دینے لگے‘ تو کھجور کا وہ تنہ ایسے چیخنے لگا جیسے چھوٹا بچہ چیختا ہے [اور رسول اللہ ﷺ کے فراق کے غم سے ایسے بلکنے لگا جیسے گائے آواز

---

① دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب حدیث جابر الطویل وقصۃ ابی الیسر ۴/ ۲۳۰۶، حدیث (۳۰۱۲)۔

② جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب حدثنا عباد، ۵/ ۵۹۴، حدیث (۳۶۲۸)، ومسند احمد ۱/ ۱۲۳، ومستدرک حاکم‘ اور انہوں نے اسے امام مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے‘ اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، ۲/ ۶۲۰۔

نکالتی ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے سے چمٹایا اور سینہ سے لگایا- وہ کراہ رہا تھا- اور اسے سہلاتے رہے، یہاں تک کہ وہ خاموش ہوگیا][1]۔

پانچویں قسم: پہاڑوں اور پتھروں میں آپ ﷺ کی تاثیر اور اسے تابع فرمان کر لینا:

الف- پہاڑوں میں آپ ﷺ کی تاثیر:

رسول اللہ ﷺ کوہ اُحد پر چڑھے، آپ کے ساتھ ابو بکر صدیق، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے، کوہ اُحد لرزنے لگا، رسول اللہ ﷺ نے اُس پر اپنا پیر مارا اور فرمایا:

''اثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ، وَصِدِّيقٌ، وَشَهِيدَانِ''[2]۔

اُحد ٹھہر جا! کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

ب- پتھروں میں آپ کی تاثیر:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ إِنِّي لَأَعْرِفُهُ الْآنَ''[3]۔

میں مکہ کے ایک پتھر کو جانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا، میں اب بھی اسے پہچانتا ہوں۔

ج- زمین کی مٹی میں آپ کی تاثیر:

جب رسول اللہ ﷺ جنگ حنین میں تھے اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی، تو آپ اپنے خچر سے

---

(1) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام ٦ / ٦٠٢، حدیث (٣٥٨٤)، بین القوسین کے الفاظ مسند احمد کے ہیں، ٢ / ١٠٩۔

(2) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب قولہ ﷺ: لوکنت متخذاً خلیلاً ۔۔ ٧ / ٢٢، ٤٠، ٧ / ٥٣، حدیث (٣٦٧٥)۔

(3) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ وتسلیم الحجر علیہ قبل النبوۃ، ٤ / ١٧٨٢، حدیث (٢٢٧٧)۔

اترے اور ایک مٹھی مٹی لی، اور اسے کفار کے چہروں کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: ''شَاهَتِ الْوُجُوهُ'' چہرے بگڑ جائیں، چنانچہ وہ ایک مٹھی مٹی اُن میں سے ہر شخص کے آنکھوں میں بھر گئی، آخر اللہ نے انہیں شکست دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم فرمایا[1]۔

چھٹی قسم: پانی کا چشمہ بہانا اور کھانے پینے اور پھلوں میں اضافہ:

الف- پانی کا ابل پڑنا اور پینے کی اشیاء میں برکت:

اس قسم کا معجزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت زیادہ پیش آیا[2]، چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱- حدیبیہ میں کو لوگوں کو سخت پیاس محسوس ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالے میں اپنا دست مبارک رکھا، آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمہ کے مثل پانی ابلنے لگا، لوگوں نے پیا اور وضو کیا، جابر سے کسی نے پوچھا: آپ کتنے لوگ تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ویسے تو ہم پندرہ سو لوگ تھے، لیکن اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی ہمارے لئے کافی ہوتا[3]۔

۲- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک تشریف لائے، آپ نے دیکھا کہ اس کا چشمہ جوتے کے تسمہ کی مانند ہے (یعنی اس سے بہت تھوڑا تھوڑا پانی بہہ رہا ہے) بہر حال آپ کے لئے چلو کے ذریعہ تھوڑا تھوڑا پانی جمع کیا گیا، آپ نے اس میں اپنا دونوں ہاتھ اور چہرۂ مبارک دھویا، پھر اُس پانی کو اُسی چشمہ میں ڈال دیا، یکا یک چشمہ سے زوردار پانی ابلنے لگا، اور وہ چشمہ آج تک باقی ہے[4]۔

---

① صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر باب غزوۂ حنین، ۳/ ۱۴۰۲، حدیث (۱۷۷۷)، اس قسم کی چیزیں بدر میں بھی پیش آئیں۔

② دیکھئے: صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام ۶/ ۵۸۰، حدیث (۳۵۷۱-۳۵۷۷)، وصحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب قضاء الصلاۃ الفائتہ واستحباب تعجیل قضائھا، ۱/ ۴۷۱ تا ۴۷۷، حدیث (۶۸۱، ۶۸۲)، وجامع الاصول از ابن الاثیر ۱۱/ ۳۳۴-۳۵۱۔

③ صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ ۶/ ۵۸۱، ۷/ ۴۴۱، ۴۴۳، ۱۰/ ۱۰۱، حدیث (۳۵۷۶)، وصحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب استحباب مبایعۃ الامام الجیش عند...، ۳/ ۱۴۸۴، حدیث (۱۸۵۶، ۷۲)۔

④ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۴/ ۱۷۸۴، حدیث (۷۰۶)۔

۳- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دودھ کے پیالہ کا واقعہ، کہ ایک پیالہ دودھ میں اتنی برکت ہوئی کہ مسلمانوں کے تمام مہمانوں (یعنی اصحاب صفہ) نے نوش کر لیا①۔

ب- رسول اللہ ﷺ کی برکت سے کھانے میں بے پناہ اضافہ:

۱- رسول اللہ ﷺ اپنے چودہ سو صحابۂ کرام کیساتھ کسی غزوہ میں تھے، بھوک کے سبب سب بڑی مشقت سے دو چار ہو گئے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اُن کے پاس جو کچھ بھی ہے ایک جگہ جمع کریں اور دسترخوان بچھائیں، کھانا بہت تھوڑا تھا لیکن اللہ نے اُس میں اس قدر برکت دی کہ سبھوں نے آسودہ ہو کر کھایا اور باقی ماندہ حصہ اپنے برتنوں میں محفوظ بھی کر لیا②۔

۲- غزوۂ خندق میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام نے مسلسل تین روز تک کوئی چیز نہ چکھی، یہاں تک کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے ایک بکری ذبح کی، اور ان کی بیوی نے ایک صاع جو کا آٹا گوندھا، پھر جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو دعوت دی، نبی کریم ﷺ نے اس تھوڑے سے کھانے پر تمام اہل خندق کو بلا لیا، پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور گوندھے ہوئے آٹے میں تھوکا اور برکت کی دعا فرمائی، اسی طرح گوشت کی ہانڈی میں بھی تھوکا اور برکت کی دعا کی، جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اہل خندق کی تعداد ایک ہزار تھی، اللہ کی قسم سبھوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور باقی بھی چھوڑ گئے، ہماری ہانڈی اسی طرح کھولتی رہی اور گوندھے ہوئے آٹے سے روٹی اسی طرح پکائی جاتی رہی③۔ یہ بڑا وسیع باب ہے جس کا شمار ممکن نہیں۔

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الرقاق، باب کیف کان یعیش النبی ﷺ وأصحابہ..، ۱۱/ ۲۸۱، حدیث (۶۴۵۲)۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری کتاب الجہاد، باب حمل الزاد فی الغزو، ۶/ ۱۲۹، حدیث (۲۹۸۲)، وصحیح مسلم، کتاب اللقطہ، باب استحباب خلط الازواد إذا قلت، ۳/ ۱۳۵۴، حدیث (۱۷۲۹)۔

③ صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق، ۷/ ۳۹۵، ۳۹۶، حدیث (۴۱۰۱)، وصحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب جواز استتباع غیرہ إلی دار من یثق برضاہ بذلک، ۳/ ۱۶۱۰، حدیث (۲۰۳۹)۔

ج- پھلوں اور غلوں میں اضافہ:

۱- ایک شخص کھانے کی چیز مانگنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا، آپ نے اسے آدھا وسق جو عطا فرمایا، وہ شخص اسے لے گیا اور وہ اس کے اہل خانہ اور ان کے مہمان کچھ دنوں تک اسے کھاتے رہے، یہاں تک کہ ایک دن اُس نے اسے تولا (جس سے وہ ختم ہوگیا)، اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر واقعہ بیان کیا، تو آپ نے فرمایا:

''لَوْ لَمْ تَكِلْهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ، وَلَقَامَ لَكُمْ''① ۔

اگر تم نے اسے تولا نہ ہوتا تو اُسے کھاتے رہتے اور وہ بدستور باقی رہتا۔

۲- جابر رضی اللہ عنہ کے والد قرض کے بوجھ سے گراں بار تھے، اور ان کے کھجور کے درختوں پر جو پھل تھے اس سے سالوں قرض ادا نہ ہوسکتا تھا، چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلانے آئے تا کہ آپ تولنے کے وقت حاضر رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور کھلیان کے گرد ایک چکر لگایا، پھر جابر رضی اللہ عنہ کو تولنے کا حکم دیا، جابر رضی اللہ عنہ کھجوریں تولتے رہے یہاں تک کہ تمام قرض خواہوں کا حق ادا ہوگیا، جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''وَبَقِيَ تَمْرِي كَأَنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ''② ۔

میرا کھجور ایسے ہی باقی رہا جیسے اس میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی ہو۔

ساتویں قسم: فرشتوں کے ذریعہ اللہ کا آپ کی تائید کرنا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اپنے دین کی نصرت کے لئے کئی مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرشتوں کی ذریعہ مدد فرمائی، چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

---

① صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۴/ ۱۷۸۴، حدیث (۲۲۸۱)۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ، ۶/ ۵۸۷، ۷/ ۳۵۷، حدیث (۳۵۸۰)، نیز روایات حدیث کی شرح ملاحظہ کیجئے: فتح الباری ۶/ ۵۹۳۔

۱- ہجرت کے موقع پر: ارشاد باری ہے:

﴿ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَيۡهِ وَأَيَّدَهُۥ بِجُنُودٍ لَّمۡ تَرَوۡهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ٱلسُّفۡلَىٰۗ وَكَلِمَةُ ٱللَّهِ هِيَ ٱلۡعُلۡيَاۗ ﴾ [التوبۃ:۴۰]۔

چنانچہ اللہ نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں، اس نے کافروں کی بات پست کر دی اور بلند و عزیز تو اللہ کا کلمہ ہی ہے۔

۲- غزوۂ بدر میں: ارشاد باری ہے:

﴿ إِذۡ تَسۡتَغِيثُونَ رَبَّكُمۡ فَٱسۡتَجَابَ لَكُمۡ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلۡفٖ مِّنَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ مُرۡدِفِينَ ۝٩ ﴾ [الانفال:۹]۔

اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگا تار چلے آئیں گے۔

۳- غزوۂ احد میں:

غزوۂ احد میں جبریل و مکائیل علیہما السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں جانب سے کافروں سے مقابلہ کیا[۱]۔

۴- غزوۂ خندق میں: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ إِذۡ جَآءَتۡكُمۡ جُنُودٞ فَأَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيحٗا وَجُنُودٗا لَّمۡ تَرَوۡهَاۚ ﴾ [الاحزاب:۹]۔

جب تمہارے مقابلے کو فوجوں پر فوجیں آئیں تو ہم نے ان پر تیز و تند آندھی اور ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں۔

---

[۱] صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المغازی، باب اذ ہمت طائفتان۔۔، ۷/ ۳۵۸، حدیث (۴۰۵۴)، وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب قتال جبریل ومیکائیل علیہما السلام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم أحد، ۴/ ۱۸۰۲، حدیث (۲۳۰۶)۔

۵- غزوۂ بنی قریظہ میں: جب غزوۂ خندق سے واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہتھیار اتار دیئے اور غسل فرمایا، تو جبریل امین علیہ السلام نے آپ سے فرمایا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ہتھیار اتار دیئے؟ اللہ کی قسم ابھی ہم نے ہتھیار نہیں اتارے! آیئے چلیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کہاں کا رخ ہے! جبریل علیہ السلام نے اشارہ کرتے ہوئے بتایا: بنو قریظہ کا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی سرکوبی کے لئے نکلے اور اللہ نے اُن کے خلاف آپ کی مدد فرمائی ①۔

۶- غزوۂ حنین میں: ارشاد باری ہے:

﴿ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿٢٦﴾ ﴾ [التوبۃ: ۲۶]۔

اور اپنے وہ لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے اور کافروں کو پوری سزا دی۔ ان کفار کا یہی بدلہ تھا۔

آٹھویں قسم: آپ کے دشمنوں کے خلاف اللہ کی کفایت اور لوگوں کے شر سے آپ کی حفاظت:

یہ قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی سچائی کے عظیم دلائل میں سے ہے، چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱- مشرکین اور مذاق اڑانے والوں کے شر سے اللہ کی کفایت، چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے، ارشاد باری ہے:

﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٤﴾ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿٩٥﴾ ﴾ [الحجر: ۹۴، ۹۵]۔

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الاحزاب، ۷/ ۴۰۷، حدیث (۴۱۱۷)، وصحیح مسلم، کتاب الجہاد باب جواز قتال من نقض العہد، ۳/ ۱۳۸۹، حدیث (۱۷۶۹)۔

پس آپ اس حکم کو جو آپ کو کیا جارہا ہے کھول کر سنا دیجئے! اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے۔ آپ سے جو لوگ مسخراپن کرتے ہیں ان کی سزا کے لیے ہم کافی ہیں۔

۲- اہل کتاب کے شر سے اللہ کی کفایت، ارشاد ہے:

﴿ فَإِنْ ءَامَنُوا۟ بِمِثْلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِۦ فَقَدِ ٱهْتَدَوا۟ ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا۟ فَإِنَّمَا هُمْ فِى شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ ٱللَّهُ ۚ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿١٣٧﴾ ﴾ [البقرة:۱۳۷]۔

اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں، اور اگر منہ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا اور وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کے شر سے آپ کی حفاظت فرمائی، ارشاد ہے:

﴿ ۞ يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِ ۗ ﴾ [المائدة:٦٧]۔

اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی، اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچالے گا۔

یہ عمومی اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا، اور آیت میں مذکور تینوں باتیں اللہ کے وعدے کے مطابق من وعن ثابت ہوئیں، چنانچہ آپ کے دشمنوں کے خلاف اللہ نے خلاف معمول عجیب وغریب طریقوں سے آپ کی کفایت کی، دشمنوں کی کثرت وقوت اور غلبہ کے باوجود اُن کے خلاف آپ کی مدد فرمائی اور اُن سے ناقابل فراموش انتقام لیا۔

اس سلسلہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک عیسائی شخص مسلمان ہوا اور سورۂ بقرہ وسورۂ آل عمران پڑھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطوط وغیرہ بھی لکھتا تھا، پھر مرتد ہو کر عیسائی ہوگیا، اور وہ یہ کہتا تھا کہ میں جو کچھ لکھتا ہوں اس کے علاوہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ بھی پتہ نہیں، بہر حال پھر اس کی موت ہوئی، اس کی قوم کے لوگوں

نے اسے دفنایا‘ لیکن ہوا یہ کہ زمین نے اسے باہر نکال دیا‘ لوگوں نے گہری قبر کھودی اور دوبارہ دفنایا‘ زمین نے پھر اسے باہر نکال پھینکا‘ لوگوں نے اور گہری قبر کھودی اور پھر دفنایا‘ زمین نے پھر اسے باہر نکال پھینکا‘ اب لوگوں نے جان لیا کہ یہ کوئی انسانی کام نہیں ہے (بلکہ اللہ کا عذاب ہے) لہٰذا اسے یونہی قبر سے باہر پڑا چھوڑ دیا[①]۔

نویں قسم: آپ ﷺ کی دعاؤں کی قبولیت:

رسول ﷺ نے جو دعائیں فرمائیں اور ان کی قبولیت کا مشاہدہ روز روشن کی طرح کیا گیا‘ بے شمار ہیں، یہاں اکثر کے ذکر کرنے کی گنجائش نہیں‘ بطور مثال چند دعائیں درج ذیل ہیں:

۱- نبی کریم ﷺ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء کرتے ہوئے فرمایا:

"اللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ، وَوَلَدَهُ، وَبَارِكْ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتَهُ[②]، وَأَطِلْ حَيَاتَهُ، وَاغْفِرْ لَهُ"[③]۔

اے اللہ انہیں زیادہ مال اور خوب اولاد عطا فرما، اور انہیں جو کچھ عطا کر اس میں برکت دے، انہیں لمبی زندگی دے، اور ان کی بخشش فرما۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! (نبی کریم ﷺ کی دعاء کے نتیجے میں) میرے پاس بہت زیادہ مال ہے، اور میری اولاد اور اُن کے بچوں کی تعداد آج تقریباً سو کے قریب ہے[④]۔

اور میری بیٹی امینہ نے مجھے بتایا کہ حجاج کے بصرہ آنے کے وقت تک میری ایک سو بیس سے

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ ۶/ ۶۲۴، حدیث (۳۶۱۷)، وصحیح مسلم کتاب صفات المنافقین، ۴/ ۲۱۴۵ حدیث (۲۷۸۱)۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الصیام، باب من زار قوماً فلم یفطر عندھم ۴/ ۲۲۸، ۱۱/ ۱۴۴، حدیث (۱۹۸۲)، وصحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضل انس رضی اللہ عنہ ۴/ ۱۹۲۸، حدیث (۲۴۸۰)۔

③ الادب المفرد، از امام بخاری، حدیث (۶۵۳) نیز دیکھئے: فتح الباری ۱۱/ ۱۵۴، وسیر اعلام النبلاء، از امام ذہبی ۲/ ۲۱۹۔

④ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل انس رضی اللہ عنہ، ۴/ ۱۹۲۹، حدیث (۲۴۸۱، ۱۴۳)۔

زائد صلبی اولاد دفن ہو چکی تھی①۔

اور انس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا باغ تھا جس میں سال میں دو مرتبہ پھل لگتا تھا، اور اس میں ایک پھول تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی②۔

۲- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کی ہدایت کے لئے آپ نے دعاء فرمائی تو اللہ نے انہیں فوراً ہدایت عطا فرمائی اور وہ مسلمان ہو گئیں③۔

۳- عروہ بن ابو الجعد بارقی رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُ فِي صَفْقَةِ يَمِينِهِ"۔

اے اللہ! انہیں ان کے ہاتھ کے سودے میں برکت عطا فرما۔

چنانچہ وہ کوفہ میں کھڑے ہوتے اور اپنے گھر واپس ہونے سے پہلے چالیس ہزار نفع کما لیتے④ اور اگر وہ مٹی بھی خریدتے تو انہیں اس میں نفع ہوتا⑤۔

۴- نبی کریم ﷺ نے اپنے بعض دشمنوں کے لئے بد دعا فرمائی تو فوراً قبول ہوئی، جیسے ابو جہل، امیہ، عقبہ اور عتبہ وغیرہ⑥۔

۵- اسی طرح آپ ﷺ نے غزوۂ بدر کے موقع پر، غزوۂ حنین کے موقع پر اور سراقہ بن مالک وغیرہ کے لئے بد دعا فرمائی (جو فوراً قبول ہوئی) اور اس طرح کی مثالیں بے شمار ہیں⑦۔

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الصیام، باب من زار قوما فلم یفطر عندھم، ۴/ ۲۲۸، حدیث (۱۹۸۲)۔

② ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب انس، ۵/ ۶۸۳، حدیث (۳۸۳۳)، نیز دیکھئے: صحیح سنن ترمذی ۳/ ۳۳۴۔

③ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ۴/ ۱۹۳۸، حدیث (۲۴۹۱)۔

④ مسند احمد بن حنبل ۴/ ۳۷۶۔

⑤ صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب حدثنا محمد بن المثنی، ۶/ ۶۳۲، حدیث (۳۶۴۲)۔

⑥ دیکھئے: فتح الباری مع صحیح بخاری ۱/ ۳۴۹، وصحیح مسلم ۳/ ۱۴۱۸۔

⑦ دیکھئے: بدر کی دعاء: صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر، ۳/ ۱۳۸۴، حدیث (۱۷۶۳)۔==

حقیقت یہ ہے کہ ایک عقلمند انصاف پسند شخص ان معجزات اور روشن دلائل کے سامنے حیرت زدہ اور مبہوت ہو کر رہ جائے گا، اور اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہوگا کہ ''أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کہہ کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائے۔

تیسرا مسلک: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا عموم:

سب سے بنیادی چیز محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر حقیقی اور سچا ایمان ہے اور یہ کہ آپ انس وجن، عرب وعجم، اہل کتاب وآتش پرست اور حاکم ومحکوم پر مشتمل پوری مخلوق کی طرف اللہ کے رسول ہیں، آپ کی ظاہری وباطنی اتباع کئے بغیر دنیا کے کسی بھی شخص کے لئے اللہ تک رسائی ممکن نہیں، حتی کہ اگر موسیٰ وعیسیٰ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ ملتا تو ان پر بھی آپ کی اتباع کرنا واجب ہوتا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلنَّبِيِّۦنَ لَمَآ ءَاتَيْتُكُم مِّن كِتَٰبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِۦ وَلَتَنصُرُنَّهُۥ ۚ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِى ۖ قَالُوٓا۟ أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَٱشْهَدُوا۟ وَأَنَا۠ مَعَكُم مِّنَ ٱلشَّٰهِدِينَ ﴿٨١﴾ فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴿٨٢﴾ ﴾ [آل عمران: ۸۱، ۸۲]۔

جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے، فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں پس اس کے بعد بھی جو پلٹ جائیں وہ یقیناً پورے نافرمان ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''اللہ نے جو بھی نبی بھیجا اُس سے یہ عہد ضرور لیا کہ اگر اُس کی زندگی میں محمد ﷺ کی بعثت ہو جائے تو اُسے آپ پر ایمان لانا اور آپ کی مدد کرنا ضروری ہے اور اُس نبی کو حکم دیا کہ وہ اپنی امت سے بھی یہ عہد و پیمان لے کہ اگر ان کے زندہ رہتے ہوئے محمد ﷺ کی بعثت ہوگئی تو انہیں آپ ﷺ پر ایمان لانا اور آپ کی مدد کرنا ضروری ہے''[①]۔

اسی لئے حدیث میں آیا ہے:

''لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي''[②]۔

کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تمہارے درمیان باحیات ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کئے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔

جو نبی کریم ﷺ کی رسالت کے عموم کی مخالفت کرے وہ دو صورتوں سے خالی نہ ہوگا:

۱- یا تو اس کا اس بات پر ایمان ہوگا کہ آپ ﷺ اللہ کی طرف سے مبعوث ہیں البتہ وہ یہ کہتا ہوگا کہ آپ کی رسالت خاص عرب کے لئے تھی۔

۲- اور یا تو وہ اجمالی و تفصیلی طور پر آپ کی رسالت کا منکر ہوگا۔

== یوم حنین کی دعاء: صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ الطائف، ۳/ ۱۴۰۲، حدیث (۱۷۷۵)۔ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ: صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی ﷺ وأصحابہ إلی المدینہ، ۷/ ۲۳۸، حدیث (۳۹۰۶)۔

① دیکھئے: الفرقان بین اولیاء الرحمن وأولیاء الشیطان، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۷۷، ۱۹۱-۲۰۰، وفتاویٰ ابن تیمیہ ۱۹/ ۹-۶۵، بعنوان: ایضاح الدلالۃ فی عموم الرسالۃ للثقلین، والجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۱/ ۳۱-۱۷۶، وتفسیر ابن کثیر، ۱/ ۳۷۸، وأضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، ۲/ ۳۳۴، ومعالم الدعوۃ، از دیلمی ۱/ ۴۵۴-۴۵۶، والمناظرۃ بین الاسلام والنصرانیہ، ص ۳۰۳-۳۰۹۔

② مسند احمد ۳/ ۳۳۸، اس حدیث کے کئی شواہد اور مختلف سندیں ہیں جنہیں علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں ذکر فرمایا ہے، ۱/ ۱۷۳-۱۷۴۔ نیز دیکھئے: مشکاۃ المصابیح بتحقیق علامہ البانی، ۱/ ۶۳، ۶۸۔

☆ اب رہا وہ شخص جو اجمالی طور پر رسالت کا اقراری ہے' لیکن اسے عرب کے لئے خاص سمجھتا ہے اس پر لازم ہے کہ اللہ کی طرف سے لائی ہوئی تمام باتوں میں نبی کریم ﷺ کی تصدیق کرے' اور اسی میں آپ کی رسالت کا عموم اور پچھلی تمام شریعتوں کا خاتمہ بھی ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ آپ پوری انسانیت کی طرف اللہ کے رسول ہیں' اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے قاصدین اور اسلام کی دعوت کے لئے کسریٰ' قیصر' نجاشی' اور دنیا کے دیگر بادشاہوں کے نام خطوط بھیجے' اور پھر جو مشرکین اسلام میں داخل نہ ہوئے ان سے جنگ کی' اہل کتاب سے جنگ کی' ان کی عورتوں کو غلام بنایا' ان پر جزیہ (ٹیکس) متعین کیا' اور یہ تمام باتیں محض اسلام میں نہ داخل ہونے سبب پیش آئیں۔ لیکن اگر وہ شخص ایک رسول پر ایمان رکھے اور اُس کی لائی ہوئی تمام باتوں کی تصدیق نہ کرے' تو یہ کھلا تضاد اور سراسر ہٹ دھرمی ہے۔

☆ رہی بات اس شخص کی جو ہمارے نبی محمد ﷺ کی رسالت کا سرے سے منکر ہے' تو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ ﷺ کی رسالت کی صداقت پر قطعی دلائل ثابت ہیں اور قرآن کریم کے معجزات تمام جن وانس کو کھلا چیلنج کر رہے ہیں۔ اب یا تو وہ اس تشنۂ جواب چیلنج کا کوئی توڑ پیش کرے یا پھر لازمی طور پر اس کے پیغام کو تسلیم کرلے۔ اگر وہ رسالت کا اقرار کرتا ہے تو اس پر رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی تمام باتوں کی تصدیق کرنا لازم ہے، اور اگر عناد و ہٹ دھرمی پر آمادہ ہو کر محمد ﷺ کے لائے ہوئے قرآن کے مثل قرآن پیش کرنے پر مصر ہے تو لامحالہ اسے عاجز و درماندہ ہونا اور اپنی ذلت کے دن دیکھنا ضروری ہے' کیونکہ جب فصاحت و بلاغت کے ماہرین اس سے عاجز رہے ہیں' تو بلاشبہ دیگر لوگ ان سے بھی زیادہ عاجز ہوں گے؛ کیونکہ قرآن کریم ایک ٹھوس' پائیدار اور زندہ جاوید معجزہ ہے (1)۔

---

(1) دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۱/ ۱۴۴،۱۶۶، ومناہج الجدل فی القرآن الکریم ص ۳۰۳، والارشاد اِلی صحیح الاعتقاد، از ڈاکٹر صالح فوزان، ۲/ ۱۸۲۔

اور ایسی صورت میں پوری مخلوق پر لازم ہوتا ہے کہ قرآنی تعلیمات پر عمل کریں اور اسی سے فیصلہ لیں۔

قرآن کریم نے صراحت کی ہے کہ محمد ﷺ تمام لوگوں کی طرف اللہ کے رسول اور سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ٱلَّذِى لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْىِۦ وَيُمِيتُ ۖ فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِىِّ ٱلْأُمِّىِّ ٱلَّذِى يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَـٰتِهِۦ وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٨﴾﴾ [الاعراف:۱۵۸]۔

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں، جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تاکہ تم راہ پر آجاؤ۔

نیز ارشاد ہے:

﴿تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِۦ لِيَكُونَ لِلْعَـٰلَمِينَ نَذِيرًا ﴿١﴾﴾ [الفرقان:۱]۔

بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَأُوحِىَ إِلَىَّ هَـٰذَا ٱلْقُرْءَانُ لِأُنذِرَكُم بِهِۦ وَمَنۢ بَلَغَ ۚ﴾ [الانعام:۱۹]۔

اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعے سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں۔

قرآن کریم جس تک بھی پہنچا اس کے لئے نبی کریم ﷺ کی عمومی رسالت کا یہ کھلا پیغام ہے۔

اسی طرح اللہ عزوجل نے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے لئے بھی رسالت محمدیہ کی شمولیت کی صراحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾ ﴾ [آل عمران:۲۰]۔

اور اہل کتاب سے اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دیجئے! کہ کیا تم بھی اطاعت کرتے ہو؟ پس اگر یہ بھی تابعدار بن جائیں تو یقیناً ہدایت والے ہیں اور اگر یہ روگردانی کریں، تو آپ پر صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھ بھال رہا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ ﴾ [الاحزاب:۴۰]۔

(لوگو) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد ﷺ نہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

نیز فرمایا:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾ ﴾ [الانبیاء:۱۰۷]۔

ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

نیز فرمایا:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾ ﴾ [سبا:۲۸]۔

ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ہاں مگر (یہ صحیح ہے) کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام لوگوں تک یہ پیغام پہنچا دیا کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کی رسالت (سب کے لئے) عام ہے، ارشاد ہے:

''أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الأَنْبِيَاءِ قَبْلِي، وذكر منها: وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً'' الحديث.① ۔

مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، اور ان میں سے ایک چیز یہ ذکر فرمائی کہ: مجھ سے پہلے ہر نبی خاص اپنی قوم کے لئے بھیجا جاتا تھا اور میں دنیا کے تمام لوگوں کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

''مَثَلِي وَمَثَلَ الأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ، إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ، وَيَعْجَبُونَ لَهُ، وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ''② ۔

میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص ایک گھر بنائے اور اس کی خوب تزئین و آرائش کرے، لیکن ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دے! اب لوگ آکر اس کا چکر لگائیں (دیکھیں) اور تعجب سے کہیں کہ آخر یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی؟ آپ

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الصلاۃ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: جعلت لی الارض مسجداً وطہوراً ۱ / ۵۳۳، حدیث (۴۳۸)، وصحیح مسلم، کتاب المساجد، ۱ / ۳۷۰، حدیث (۵۲۱)۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ۶ / ۵۵۸، حدیث (۳۵۳۵)، وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین، ۴ / ۱۷۹۰، حدیث (۲۲۸۶)۔

نے فرمایا: تو وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں نبیوں کا خاتم ہوں۔

بعثت سے لیکر قیامت تک، ہر وقت و ہر جگہ، تمام انس و جن کے لئے آپ کی رسالت کا عموم اور دیگر رسالتوں کا خاتمہ، یہ تمام امور اس بات کے متقاضی اور قطعی دلالت کناں ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد سلسلۂ وحی منقطع ہونے کے سبب نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، اور اب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے علاوہ شریعت سازی اور عبادت کا کوئی مصدر و منبع نہیں ہے، اور اس کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عمومی رسالت پر ایمان رکھا جائے اور آپ کی لائی ہوئی تمام باتوں کی اتباع کی جائے، ارشاد گرامی ہے:

”وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ، وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ“[1]۔

اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اس امت کا جو بھی یہودی یا نصرانی میرے بارے میں سنے اور پھر میری لائی ہوئی شریعت (قرآن کریم) پر ایمان لائے بغیر مرجائے، وہ جہنمی ہوگا۔

بہر کیف اللہ کی مدد اور پھر اخیر میں ذکر کردہ ان تینوں مسالک کے ذریعہ حجت قائم ہو جاتی ہے اور قیامت تک، ہر وقت و ہر جگہ، تمام انس و جن کے لئے آپ کی رسالت اور اس کا عموم و شمول ثابت ہو جاتا ہے، ارشاد ہے:

﴿ قَدْ جَآءَكُم بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ عَمِىَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَآ أَنَا۠ عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ﴿١٠٤﴾ ﴾ [الانعام: ۱۰۴]۔

---

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس ونسخ الملل بملتہ، ۱/ ۱۳۴، حدیث (۱۵۳)۔

اب بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں سو جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا، اور میں تمہارا نگراں نہیں ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَقُلِ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ﴾ [الکہف:۲۹]۔

اور آپ کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

رہا اہل کتاب کو عملی قوت کے ذریعہ دعوت دینے کا مسئلہ تو میں نے اسے ''بت پرستوں کو دعوت دینے کا طریقہ'' نامی رسالہ کے اخیر میں بیان کیا ہے، جو چاہے اس کا مراجعہ کرلے۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وأصحابہ۔

تیسرا رسالہ:

بت پرست مشرکین کو اللہ کی طرف دعوت دینے کا طریقہ

کتاب وسنت کی روشنی میں

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

مقدمہ

إن الحمد للّٰه، نحمده، ونستعينه، ونستغفره، ونعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده اللّٰه فلا مضل له، ومن يُضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا اللّٰه وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، صلى اللّٰه عليه وعلى اله وأصحابه وسلم تسليماً كثيراً، أما بعد:

یہ ''بت پرست مشرکین کو اللہ کی طرف دعوت دینے کے طریقے'' کے بارے میں ایک مختصر رسالہ ہے، جس میں میں نے مختصراً اُنہیں اللہ کی طرف دعوت دینے کے اسالیب و وسائل اور حکیمانہ طریقے بیان کئے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ اس معمولی کوشش کو مبارک، نفع بخش اور اپنے رخ کریم کے لئے خالص بنائے، اور اس کے ذریعہ مجھے میری زندگی اور موت کے بعد نفع پہنچائے، اور جس تک بھی یہ رسالہ پہنچے اُسے اُس سے نفع پہنچائے؛ کیونکہ وہ سب سے بہتر ذات ہے جس سے سوال کیا جاتا ہے اور انتہائی کریم ہے جس سے امید وابستہ کی جاتی ہے، اور وہ ہمارے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

اللہ تعالیٰ رحمت، سلامتی اور برکت نازل فرمائے اپنے بندے اور رسول، ہمارے نبی محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر، اور آپ کے آل و اصحاب اور قیامت تک آنے والے ان کے سچے متبعین پر۔

مؤلف

تحریر کردہ: بوقت چاشت بروز جمعرات

1425/2/25ھ

تمہید:

''وثنی'' یعنی بت پرست وہ ہے جو دین وعقیدہ کے طور پر بت کی پوجا کرے[1]، کہا جاتا ہے: بت پرست مرد، بت پرست لوگ، بت پرست عورت، بت پرست عورتیں[2]، اور ''بت'' ہر وہ چیز ہے

---

① ''وثن'' کے معنیٰ بت کے ہیں، جس کی جمع ''وُثن'' اور ''اوثان'' آتی ہے، یعنی کوئی مجسمہ (اسٹیچیو) جس کی پوجا کی جائے، خواہ وہ لکڑی ہو یا پتھر یا دھات یا چاندی یا کوئی اور چیز۔ بت پرستوں کا عقیدہ تھا کہ اُس کی عبادت انہیں اللہ سے قریب کر دے گی، جیسا کہ اللہ نے ان کا عقیدہ نقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ ﴾ [سورۃ الزمر: ۳]۔

ہم ان بتوں کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں تا کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔

دیکھئے: القاموس المحیط، باب نون، فصل واو، ص ۱۵۹۷، و باب میم، فصل صاد، ص ۱۴۶۰۔ والمعجم الوسیط مادہ ''وثن'' ۲/ ۱۰۱۲ ومادہ ''صنم'' ۱/ ۵۲۶۔ والمصباح المنیر، مادہ ''وثن'' ص ۶۴۷، ۶۴۸ ومادہ ''صنم'' ص ۳۴۹، ومختار الصحاح، مادہ ''وثن'' ص ۲۹۵ ومادہ ''صنم'' ص ۱۵۶۔

② دیکھئے: المعجم الوسیط مادہ ''وثن'' ۲/ ۱۰۱۲۔ والمصباح المنیر، مادہ ''وثن'' ص ۶۴۸۔

علامہ ابن الاثیر فرماتے ہیں: ''وثن'' اور ''صنم'' کے درمیان فرق یہ ہے کہ 'وثن' ہر اس بت کو کہا جاتا ہے جس کا زمین کے اجزاء یا لکڑی یا پتھر وغیرہ سے کوئی جسم اور ڈھانچہ بنایا گیا ہو، جیسے کسی آدمی کی شکل میں کوئی مجسمہ بنایا جائے اور پھر اسے نصب کر کے اس کی پوجا کی جائے۔ جبکہ 'صنم' اسے کہتے ہیں جس کی صرف شکل وصورت بنائی جائے، اس کا جسم یا ڈھانچہ نہ ہو۔ اور بعض لوگوں نے تفریق کے بغیر دونوں لفظوں کو دونوں معنوں میں استعمال کیا ہے۔ دیکھئے: النہایۃ فی غریب الحدیث ۵/ ۱۵۱، ۳/ ۵۶۔ آگے فرماتے ہیں: ''بسا اوقات 'وثن' کا لفظ اس چیز پر بھی بولا جاتا ہے، جس کی کوئی شکل وصورت نہ ہو، اسی قبیل سے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہے، فرماتے ہیں:

'' أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ. فَقَالَ: يَا عَدِيُّ اطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الوَثَنَ ''۔

میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جبکہ میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی، تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے عدی! اپنے گلے سے اس بت کو نکال پھینکو۔

اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ التوبۃ، ۵/ ۲۷۸، حدیث (۳۰۹۵)، نیز دیکھئے: صحیح سنن ترمذی ۳/ ۵۶۔

اللہ کے سوا جس کی عبادت کی جائے، خواہ وہ کوئی قبر ہو یا مزار ہو یا تصویر ہو یا کوئی اور چیز ①۔

جو بھی شخص کسی نبی، یا ولی، یا فرشتہ، یا جن کو پکارے، یا اس کے لئے کسی قسم کی عبادت کرے وہ اللہ کو چھوڑ کر اسے معبود بنانے والا ہے ②، اور درحقیقت یہی وہ شرک اکبر ہے جس کے سلسلہ میں ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱفْتَرَىٰٓ إِثْمًا عَظِيمًا ﴿٤٨﴾﴾ [النساء:۴۸]۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔

اور مشرکین کو ان کی عقل و سمجھ کے مطابق حکیمانہ گفتگو کے ذریعہ اللہ کی طرف دعوت دی جائے گی۔

اور میں ان شاء اللہ حسب ذیل مباحث میں اس کی وضاحت کروں گا:

پہلا مبحث: اللہ کی الوہیت کے اثبات پر قطعی عقلی دلائل و براہین۔

دوسرا مبحث: اللہ کے سوا تمام معبودان کی ہر اعتبار سے کمزوری و بے بسی۔

تیسرا مبحث: حکیمانہ مثالیں۔

چوتھا مبحث: کمال مطلق مستحق عبادت اللہ واحد کے لئے ہے۔

پانچواں مبحث: توحید تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت ہے۔

چھٹا مبحث: بنی آدم کے کفر کا سبب صالحین کی شانوں میں غلو ہے۔

ساتواں مبحث: مثبت و منفی سفارش۔

آٹھواں مبحث: کائنات کی تمام چیزیں الٰہ حقیقی نے اپنے بندوں کے لئے مسخر کی ہیں۔

نواں مبحث: بعث بعد الموت (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا)۔

---

① دیکھئے: فتح المجید شرح کتاب التوحید از شیخ عبدالرحمن بن حسن آل شیخ ص ۲۴۴۔

② دیکھئے: فتح المجید شرح کتاب التوحید، ص ۲۴۲۔

پہلا مبحث: اللہ کی الوہیت کے اثبات پر ٹھوس عقلی دلائل

اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو معبود بنانے والوں کے سامنے ایک داعی کو جن ٹھوس دلائل کی وضاحت کرنا مناسب ہے ان میں اللہ کا یہ فرمان ہے:

﴿أَمِ اتَّخَذُوا آلِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنشِرُونَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ﴿٢٣﴾﴾ [الانبیاء:۲۱-۲۳]۔

کیا ان لوگوں نے زمین (کی مخلوقات میں) سے جنہیں معبود بنا رکھا ہے وہ زندہ کر دیتے ہیں۔ اگر آسمان و زمین میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں۔ وہ اپنے کاموں کے لئے (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نکیر فرمائی ہے جنہوں نے اللہ کے علاوہ زمین سے دیگر معبود بنا لئے، خواہ وہ پتھر ہوں یا لکڑی یا ان کے علاوہ دیگر بت ہوں جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے، تو کیا یہ لوگ مردوں کو زندہ کر سکتے اور انہیں اٹھا سکتے ہیں؟؟

جواب یہ ہے کہ نہیں ہرگز نہیں، انہیں اس بات کی کوئی قدرت نہیں، اور اگر آسمانوں اور زمین میں اللہ کے علاوہ دیگر معبود عبادت کے حق دار ہوتے تو یقیناً زمین و آسمان فنا ہو جاتے، اور زمین

وآسمان کی مخلوقات بھی تباہ و برباد ہو جاتیں، کیونکہ ایک سے زیادہ معبودان کا ہونا آپس میں ایک دوسرے کو منع کرنے، آپس میں جھگڑنے اور باہم اختلاف کرنے کا متقاضی ہے، اور اسی کے سبب ہلاکت وتباہی پیدا ہوگی۔

چنانچہ اگر دو معبودوں کا وجود فرض کرلیا جائے اور ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز کو پیدا کرنا چاہے اور دوسرا نہ چاہے، یا ایک کوئی چیز دینا چاہے جبکہ دوسرا نہ چاہے، یا دونوں میں سے ایک کسی جسم کو ہلانا چاہے اور دوسرا روکنا چاہے، تو ایسی صورت میں دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور زندگی برباد ہو جائے گی، کیونکہ:

☆ دونوں معبودوں کی چاہت کا بیک وقت پایا جانا محال ہے، اور یہ انتہائی باطل شے ہے، کیونکہ اگر دونوں کی چاہتیں بیک وقت پائی جائیں تو اس سے دو متضاد چیزوں کا اکٹھا ہونا لازم آئے گا، نیز یہ لازم آئے گا کہ ایک ہی چیز بیک وقت زندہ بھی ہو مردہ بھی ہو، متحرک بھی ہو ساکن بھی ہو۔

☆ اگر دونوں میں سے کسی ایک کی بھی چاہت حاصل نہ ہو تو اس سے ہر دو معبودوں کا عاجز و درماندہ ہونا لازم آئے گا، اور درماندگی ربوبیت کے منافی ہے۔

☆ اور اگر دونوں میں سے کسی ایک کی چاہت پائی جائے اور وہی نافذ ہو، دوسرے کی نہ چلے، تو جس کی چاہت پائی جائے گی وہی قدرت والا معبود ہوگا اور دوسرا عاجز، کمزور اور بے بس قرار پائے گا۔

☆ اور تمام امور میں دونوں کا ایک ہی چاہت پر متفق ہونا ناممکن امر ہے۔

ایسی صورت میں یہ طے ہو جاتا ہے کہ طاقتور اور اپنے معاملے پر غالب وہی ذات ہے، تنہا جس کی چاہت پائی جارہی ہے، جسے نہ کوئی روک ٹوک کرنے والا ہے، نہ آڑے آنے والا، نہ جھگڑنے والا، نہ مخالف اور نہ ہی کوئی شریک ہے، اور وہ اللہ عزوجل ہے جو پیدا کرنے والا تنہا معبود ہے جس کے سوا نہ کوئی معبود برحق ہے اور نہ کوئی رب اور پالنہار، اور اسی وجہ سے اللہ عزوجل نے دلیل تمانع کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿مَا ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ مِن وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُۥ مِنْ إِلَٰهٍ ۚ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ سُبْحَٰنَ ٱللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٩١﴾ عَٰلِمِ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ فَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٩٢﴾﴾ [المؤمنون:۹۱،۹۲]۔

نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے، ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لئے لئے پھرتا اور ہر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا۔ جو اوصاف یہ بتلاتے ہیں ان سے اللہ پاک (اور بے نیاز) ہے۔ وہ غائب حاضر کا جاننے والا ہے اور جو شرک یہ کرتے ہیں اس سے بالاتر ہے۔

عالم علوی وسفلی کا استحکام اور از وقت تخلیق اس کا نظم ونسق اور بعض کا بعض سے ربط انتہائی گہرا اور مکمل ہے، ارشاد باری ہے:

﴿مَّا تَرَىٰ فِى خَلْقِ ٱلرَّحْمَٰنِ مِن تَفَٰوُتٍ ۖ﴾ [الملک:۳]۔

آپ اللہ رحمن کی تخلیق میں کوئی بے سلیقگی اور کجی نہ دیکھیں گے۔

اور ہر چیز مسخر اور مخلوقات کی مصلحتوں کے لئے حکمت کے ساتھ پابند کی ہوئی ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا کا مدبر ایک ہے، اس کا رب ایک ہے، اس کا معبود ایک ہے، جس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی خالق[1]۔

---

[1] دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، از امام ابن تیمیہ، ۹/ ۳۵۲، ۳۵۴، ۳۳۷-۳۸۲، ۱/ ۳۵-۳۷، وتفسیر البغوی، ۳/ ۲۴۱، ۳۱۶، وابن کثیر، ۳/ ۲۵۵، ۱۷۶، وفتح القدیر از شوکانی، ۳/ ۴۰۲، ۴۹۶، وتفسیر عبد الرحمن السعدی، ۵/ ۲۲۰، ۳۷۴، وأیسر التفاسیر از ابوبکر جابر الجزائری، ۳/ ۹۹، ومناهج الجدل فی القرآن الکریم از ڈاکٹر زاھر بن عواض الألمعی، ص:۱۵۸-۱۶۱۔

دوسرا مبحث: اللہ کے سوا تمام معبودان کی ہر اعتبار سے کمزوری و بے بسی

تمام عقلاء کے نزدیک یہ بات معلوم ہے کہ اللہ کے علاوہ جن معبودان کی بھی عبادت کی جاتی ہے وہ تمام وجوہ سے کمزور، عاجز اور بے بس ہیں، نیز یہ معبودان اپنے لئے یا اپنے علاوہ کسی اور کے لئے کسی بھی نفع یا نقصان، زندگی یا موت، دینے یا نہ دینے، بلند یا پست کرنے، عزت یا ذلت دینے کے مالک نہیں ہیں، اور نہ ان صفات میں سے کسی صفت سے متصف ہیں جن سے معبود حقیقی (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) متصف ہے، تو جس کی یہ حالت ہو اس کی عبادت کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور جس کے یہ اوصاف ہوں اس سے کیسے امید لگائی جا سکتی ہے یا ڈرا جا سکتا ہے؟ اور ایسے معبود سے کیسے سوال کیا جا سکتا ہے جو نہ سن سکتا ہے، نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اسے کسی چیز کا علم ہے؟[1]۔

اللہ عزوجل کے علاوہ جن کی بھی عبادت کی جاتی ہے ان کی عاجزی و درماندگی کو اللہ تعالیٰ نے بڑی اچھی طرح بیان فرمایا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَٱللَّهُ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ۝٧٦﴾ [المائدة:٧٦]۔

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے کسی نقصان کے مالک ہیں نہ کسی نفع کے، اللہ ہی خوب سننے اور پوری طرح جاننے والا ہے۔

---

(۱) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۸۳، ۲۱۹، ۷۷، ۲۷، ۴۱۷، ۳/ ۴۷، ۲۱۱، ۳۱۰، وتفسیر سعدی، ۲/ ۳۲۷، ۴۲۰، ۳/ ۲۹۰، ۴۵۱، ۵/ ۲۷۹، ۴۵۷، ۶/ ۱۵۳، وأضواء البیان از علامہ شنقیطی، ۲/ ۴۸۲، ۳/ ۱۰۱، ۳۲۲، ۵۹۸، ۵/ ۴۴، ۶/ ۲۶۸۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَآ أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٢﴾ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى ٱلْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَـٰمِتُونَ ﴿١٩٣﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ فَٱدْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا۟ لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ﴿١٩٤﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَآ ۖ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَآ ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَآ ۖ أَمْ لَهُمْ ءَاذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۗ قُلِ ٱدْعُوا۟ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ ﴿١٩٥﴾ إِنَّ وَلِـِّۧىَ ٱللَّهُ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْكِتَـٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى ٱلصَّـٰلِحِينَ ﴿١٩٦﴾ وَٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَآ أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٧﴾ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى ٱلْهُدَىٰ لَا يَسْمَعُوا۟ ۖ وَتَرَىٰهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٩٨﴾﴾ [الاعراف:۱۹۱-۱۹۸]۔

کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہ کرسکیں اور وہ خود ہی پیدا کئے گئے ہوں۔ اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود بھی مدد نہیں کر سکتے۔ اور اگر تم ان کو کوئی بات بتلانے کو پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو۔ واقعی تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں سو تم ان کو پکارو پھر ان کو چاہئے کہ تمہارا کہنا کر دیں اگر تم سچے ہو۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں آپ کہہ دیجئے! تم اپنے سب شرکا کو بلالو، پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو پھر مجھ کو ذرا مہلت مت دو۔ یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد

کرتا ہے۔اور تم جن لوگوں کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتے اور نہ وہ اپنی مدد کرسکتے ہیں۔اور ان کو اگر کوئی بات بتلانے کو پکارو تو اس کو نہ سنیں اور ان کو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔

یہ معبودان باطلہ ان صفات کے ساتھ خود اپنے پجاریوں کی بھی تکلیف دور کرنے یا اسے دوسروں کی طرف پھیرنے کے مالک نہیں ہیں،ارشاد ہے:

﴿ قُلِ ٱدْعُوا۟ ٱلَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِۦ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ ٱلضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ﴿٥٦﴾ ﴾ [الاسراء:۵۶]۔

کہہ دیجئے اللہ کے سوا جنھیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو،لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کرسکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔

یہ چیز یقینی طور پر معلوم ہے کہ مشرکین اللہ کو چھوڑ کر جن انبیاء یا صالحین یا فرشتوں یا مسلمان جنوں کی عبادت کرتے ہیں وہ ان سے بیزار ہو کر خود عمل صالح اور اپنے رب سے قریب ہونے میں منافست کے ذریعہ اللہ کی طرف محتاجی کا اہتمام کرتے ہیں،اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں،تو جس کی یہ حالت ہو اس کی عبادت کیسے کی جاسکتی ہے؟[1]۔

ارشاد باری ہے:

﴿ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُۥ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُۥٓ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾ ﴾ [الاسراء:۵۷]۔

جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہوجائے وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے

---

(۱) دیکھئے:تفسیر ابن کثیر ۳/ ۴۸ وتفسیر سعدی ۴/ ۲۹۱۔

خوفزدہ رہتے ہیں، (بات بھی یہی ہے) کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے کہ اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان میں تمام پہلو سے دعاء کی عدم قبولیت اور عاجزی کے تمام اسباب موجود ہیں، کیونکہ یہ لوگ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کی مقدار کے بھی مالک نہیں، نا مستقل طور پر اور نہ ہی اشتراک کے طور پر، اور نہ ہی ان معبودان باطلہ میں سے اللہ کا کوئی اس کی بادشاہت اور تدبیر میں معاون اور مددگار ہے، اور نہ ہی سفارش اس کے پاس کچھ نفع دے سکتی ہے سوائے اس کے جس کے لئے اللہ کی اجازت ہو[1]۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قُلِ ٱدۡعُواْ ٱلَّذِينَ زَعَمۡتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمۡلِكُونَ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِي ٱلۡأَرۡضِ وَمَا لَهُمۡ فِيهِمَا مِن شِرۡكٖ وَمَا لَهُۥ مِنۡهُم مِّن ظَهِيرٖ ۝٢٢ وَلَا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ عِندَهُۥٓ إِلَّا لِمَنۡ أَذِنَ لَهُۥ﴾ [سبا:۲۲،۲۳]۔

کہہ دیجئے! کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے (سب) کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ شفاعت (سفارش) بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے۔

---

① دیکھئے: تفسیر ابن کثیر ۳/ ۷/ ۳، وتفسیر سعدی، ٦/ ۲۷۴۔

تیسرا مبحث: حکیمانہ مثالیں

عقلی حقائق کو محسوس شکل میں پیش کرنے کے لئے مثالوں کا بیان کرنا واضح اور قوی ترین اسالیب میں سے ہے، اور یہ ایک عظیم شے ہے جس سے بت پرستوں کے عقیدہ اور عبادت و تعظیم میں خالق ومخلوق کو مساوی قرار دینے کے ابطال کے لئے بت پرستوں کا جواب دیا جاسکتا ہے، چونکہ اس قسم کی مثالیں قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں، اس لئے میں مندرجہ ذیل صرف تین مثالوں پر اکتفا کروں گا جن سے مقصود واضح ہو جائے گا:

۱- ارشاد باری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ وَإِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴿٧٣﴾ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٧٤﴾﴾ [الحج: ۷۳، ۷۴]۔

لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے، ذرا کان لگا کر سن لو! اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے، گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے، بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جارہا ہے۔ انہوں نے اللہ کے مرتبہ کے مطابق اس کی قدر جانی ہی نہیں، اللہ تعالیٰ بڑا ہی زور وقوت والا اور غالب وزبردست ہے۔

ہر بندے کے لئے ضروری ہے کہ اس مثال کو سنے اور کما حقہ اس میں غور وتدبر کرے، کیونکہ یہ مثال اس کے دل سے شرک کے جراثیم کو کاٹ کر رکھ دے گی، جب وہ معبودان باطلہ جن کی اللہ

کے سوا عبادت کی جاتی ہے انہیں ایک مکھی پیدا کرنے کی بھی قدرت نہیں ہے اگر چہ سارے کے سارے اس کے پیدا کرنے کے لئے جمع ہو جائیں، تو اس سے بڑی چیز کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے مثلاً خوشبو وغیرہ تو اس سے بدلہ لینے کی بھی انہیں قدرت نہیں ہے کہ وہ اسے اس سے چھین لیں، یعنی نہ تو انہیں ایک مکھی پیدا کرنے کی قدرت ہے جو ایک کمزور ترین مخلوق ہے، اور نہ ہی اس سے بدلہ لینے اور چھینی ہوئی چیز کے واپس لینے کی طاقت ہے، الغرض ان معبودان باطلہ سے عاجز و درماندہ اور کمزور کوئی چیز نہیں، تو بھلا ایک عقلمند شخص اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کو کیونکر اچھا سمجھتا ہے؟۔

یہ مثال شرک کے بطلان اور مشرکین کی جہالت کے بیان میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ایک بلیغ ترین مثال ہے [1]۔

۲- شرک کے بطلان، مشرک کے خسارہ اور اسے اپنے مقصود کے برعکس حاصل ہونے کے سلسلہ کی ایک بہترین اور واضح الدلالت مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿مَثَلُ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ ٱلْعَنكَبُوتِ ٱتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ ٱلْبُيُوتِ لَبَيْتُ ٱلْعَنكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُواْ يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ إِنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ مِن شَىْءٍ ۚ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴿٤٢﴾ وَتِلْكَ ٱلْأَمْثَٰلُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَآ إِلَّا ٱلْعَٰلِمُونَ ﴿٤٣﴾﴾ [العنکبوت:۴۱-۴۳]۔

جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے، حالانکہ تمام گھروں سے کمزور اور بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے کاش وہ

---

① دیکھئے: أمثال القرآن از ابن قیم، ص: ۴۷، والتفسیر القیم از ابن قیم، ص: ۳۶۸، وتفسیر بغوی، ۳/ ۲۹۸، وتفسیر ابن کثیر، ۳/ ۲۳۶، وفتح القدیر از شوکانی، ۳/ ۴۷۰، وتفسیر سعدی، ۵/ ۳۲۶۔

جانتے، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنھیں وہ اس کے سوا پکار رہے ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے، ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان فرما رہے ہیں، انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لئے بیان فرمایا ہے جو اللہ کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اس کے ذریعہ عزت، قوت اور نفع کا خواہاں ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی کہ یہ لوگ ضعیف اور کمزور ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر انہیں کارساز بنا لیا ہے وہ ان سے بھی کمزور ہیں اور اپنی کمزوری اور کارساز بنانے سے جو ان کا مقصد ہے اس میں ان کی مثال اس مکڑی کی سی ہے جو سب سے کمزور جانور ہے، جو ایک گھر بنا لیتی ہے جو سب سے کمزور گھر ہوتا ہے، چنانچہ اس کے گھر بنا لینے سے اس کی کمزوری میں اضافہ ہی ہوتا ہے، اسی طرح جس نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز بنا لیا وہ ضعیف اور کمزور ہیں اور انہیں کارساز بنانے سے ان کی کمزوری اور بے بسی میں اضافہ ہی ہوگا[1]۔

۳- ان بلیغ ترین مثالوں میں جن سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ مشرک کی چادر تار تار ہوتی ہے اور وہ اپنے معاملے میں حیران و ششدر رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَآءُ مُتَشَٰكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٩﴾﴾ [الزمر:۲۹]۔

اللہ تعالیٰ مثال بیان فرما رہا ہے ایک وہ شخص جس میں بہت سے باہم ضد رکھنے والے ساجھی ہیں، اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک ہی کا (غلام) ہے، کیا یہ دونوں صفت میں یکساں ہیں، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب تعریف ہے۔ بات یہ ہے کہ ان میں کے اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔

---

(۱) دیکھئے: تفسیر بغوی، ۳/ ۴۶۸، وأمثال القرآن از ابن قیم ص: ۲۱، وفتح القدیر از شوکانی، ۴/ ۲۰۴۔

یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مشرک اور موحد کے لئے بیان فرمائی ہے، چنانچہ مشرک چونکہ مختلف معبودوں کی پرستش کرتا ہے اس لئے اس کی تشبیہ اس غلام سے دی گئی ہے جو آپس میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے والی ایک جماعت کی ملکیت میں ہو، جو بداخلاق اور اس سے خدمت لینے کے اس قدر حریص ہوں کہ ان تمام لوگوں کو راضی کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہو، اور اس طور پر وہ ایک طرح کے عذاب اور کڑھن میں ہو۔

اور موحد چونکہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتا ہے اس لئے اس کی مثال اس غلام کی سی ہے جو صرف ایک آقا کی ملکیت میں ہو، وہ صرف اسی کا ہو، اسے اس کے مقاصد کا علم ہو اور وہ اسے راضی کرنے کا گر سمجھتا ہو، تو ایسا غلام شریکوں کے باہمی کشاکش اور اختلاف سے امن وسکون میں ہوتا ہے، بلکہ وہ خالص اپنے آقا کا ہوتا ہے جس میں کسی کا کوئی تنازعہ نہیں، ساتھ ہی اس کا مالک اس کے ساتھ رحم وکرم، شفقت اور حسن اخلاق سے پیش آتا ہے اور اس کی مصلحتوں کا خیال رکھتا ہے، تو کیا یہ دونوں غلام برابر ہوسکتے ہیں؟؟ جواب یہ ہے کہ نہیں ہرگز نہیں، دونوں کبھی برابر نہیں ہوسکتے !!![1]۔

---

① دیکھئے: تفسیر بغوی، ۴ / ۷۸، وتفسیر ابن کثیر، ۴ / ۵۲، والتفسیر القیم از ابن قیم، ص: ۴۲۳، وفتح القدیر از امام شوکانی، ۴ / ۴۶۲، وتفسیر سعدی، ۶ / ۴۶۸، وتفسیر ابوبکر الجزائری، ۴ / ۴۳۔

چوتھا مبحث: کمال مطلق صرف اللہ برحق کے لئے ہے جو تنہا مستحق عبادت ہے

جب ہمیں معبودان باطلہ کے صفات کا علم ہوگیا اور یہ کہ وہ اپنی ذات یا دوسروں کے نفع ونقصان کے کچھ بھی مالک نہیں تو معلوم ہوگیا کہ وہ عبادت کے مستحق نہیں ہوسکتے' لہٰذا تنہا عبادت کا مستحق صرف وہی ہوسکتا ہے جو ہر چیز پر قادر اور ہر چیز کا احاطہ کئے ہے، مکمل سلطنت وغلبہ اور ہر چیز کی نگہبانی کا مالک ہے، ہر چیز کا جسے علم ہے، اور دنیا وآخرت اور نفع وضرر کا جو مالک ہے، دینا اور نہ دینا جس کے ہاتھ میں ہے، لہٰذا جس کی یہ شان ہو کہ وہی اس لائق ہے کہ یاد رکھا جائے کبھی بھلایا نہ جائے، اور شکر کیا جائے کبھی ناشکری نہ کی جائے، اور اطاعت کی جائے کبھی نافرمانی نہ کی جائے، اور اس کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہ کیا جائے [1]۔

اور کمال مطلق کے اوصاف صرف اور صرف اللہ عزوجل کے لئے ہیں جن کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا، چند اوصاف کمال درج ذیل ہیں:

۱- الوہیت میں منفرد:

عبادت کی مستحق تنہا اللہ وحدہ لاشریک کی ذات ہے جو زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی، جو قیوم ہے، بذات خود قائم ہے اور تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے اور مخلوق ہر ہر چیز میں اس کی محتاج

---

(۱) دیکھئے: تفسیر بغوی، ۱/۲۳۷، ۳/۱۷، ۲/۸۸، ۲۷۳، وتفسیر ابن کثیر، ۱/۳۰۹، ۲/۵۷۲، ۳/۴۲، ۲/۱۲۷، ۴۳۵، ۵۷۰، ۱/۳۴۴، ۲/۱۳۸، وتفسیر سعدی، ۱/۳۱۳، ۷/۶۸۶، ۲/۳۸۱، ۳/۳۹۷، ۴/۲۰۴، ۶/۳۶۴، ۱/۳۵۶، ۲/۲۷۳، وأضواء البیان، ۲/۱۸۷، ۳/۱۷۔

ہے، اللہ تعالیٰ کی کمال زندگی اور کمال قیومیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات اس کے بندے ہیں اور اس کے قہر اور بادشاہت کے ماتحت ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿ إِن كُلُّ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ إِلَّآ ءَاتِي ٱلرَّحۡمَٰنِ عَبۡدٗا ﴿٩٣﴾ لَّقَدۡ أَحۡصَىٰهُمۡ وَعَدَّهُمۡ عَدّٗا ﴿٩٤﴾ ﴾ [مریم: ۹۳، ۹۴]۔

آسمان وزمین میں جو بھی ہیں سب کے سب اللہ کے غلام بن کر ہی آنے والے ہیں۔ ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو پوری طرح گن بھی رکھا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی کمال بادشاہت اور عظمت وکبریائی کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کرسکتا، چنانچہ تمام اہل وجاہت اور سفارشی اللہ کے غلام اور بندے ہیں، وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کرسکتے' اور اللہ کی اجازت اسی کے لئے ہوگی جس سے وہ راضی ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کو محیط ہے، اس کے علم کے ادنیٰ حصہ پر کوئی مطلع نہیں ہوسکتا سوائے اس کے جس کی اس نے ان کو اطلاع دیدی ہے، اور اس کی عظمت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کی کرسی تمام آسمانوں اور زمین کو وسیع ہے، اور اللہ تعالیٰ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کی حفاظت کئے ہوئے ہے، اور ان دونوں کی حفاظت اس کے لئے بھاری نہیں، بلکہ انتہائی سہل اور نہایت آسان ہے، وہ ہر چیز پر غالب اور اپنی ذات سے اپنی تمام مخلوقات پر بلند ہے، اور اپنی عظمت وصفات سے عالی وبرتر ہے، وہ بلند ہے جو تمام مخلوقات پر غالب ہے اور تمام موجودات اس کے تابع ہیں، وہ عظیم، عظمت وکبریائی کی صفات کا جامع ہے، ان عظیم صفات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلۡحَيُّ ٱلۡقَيُّومُۚ لَا تَأۡخُذُهُۥ سِنَةٞ وَلَا نَوۡمٞۚ لَّهُۥ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلۡأَرۡضِۗ مَن ذَا ٱلَّذِي يَشۡفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا

بِإِذْنِهِۦ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهِۦٓ إِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَلَا يَـُٔودُهُۥ حِفْظُهُمَا وَهُوَ ٱلْعَلِىُّ ٱلْعَظِيمُ ﴿٢٥٥﴾ ﴾ [البقرة:۲۵۵]۔

اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔

۲- وہ ایسا معبود ہے جس کی بادشاہت کے سامنے ہر چیز جھکی ہوئی ہے:

ساری مخلوقات خواہ وہ جمادات ہوں، حیوانات ہوں، انسان ہوں، جن ہوں، فرشتے ہوں اسی کے تابع فرمان ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿ وَلَهُۥٓ أَسْلَمَ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾ ﴾ [آل عمران:۸۳]۔

تمام آسمانوں والے اور سب زمین والے اللہ تعالیٰ ہی کے فرمانبردار ہیں خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے، سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

۳- وہ ایسا معبود ہے جس کے ہاتھ میں نفع ونقصان ہے:

چنانچہ اگر ساری مخلوق کسی ایک مخلوق کو نفع پہنچانے پر متفق ہو جائے تو اسے اتنا ہی نفع پہنچا سکتی ہے جتنا اس کے نصیب میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، اور اگر ساری مخلوق کسی مخلوق کو کچھ نقصان پہنچانے پر متفق ہو جائے اور اللہ نہ چاہے تو اسے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی، ارشاد باری ہے:

﴿ وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ ۚ يُصِيبُ بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٠٧﴾ ﴾ [یونس:۱۰۷]۔

اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔

۴- اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی، ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّمَآ أَمْرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾ ﴾ [یس:۸۲]۔

وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا، وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔

۵- اس کے علم کا احاطہ تمام امور غیب کو شامل ہے: اسے اس چیز کا علم ہے جو ہو چکا ہے اور جو ہوگا، اور جو نہیں ہوا اگر ہوتا تو کیسا ہوتا[1]، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَىْءٌ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فِى ٱلسَّمَآءِ ﴿٥﴾ ﴾ [آل عمران:۵]۔

یقیناً اللہ تعالیٰ پر زمین وآسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فِى ٱلسَّمَآءِ وَلَآ أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرَ إِلَّا فِى كِتَٰبٍ مُّبِينٍ ﴿٦١﴾ ﴾ [یونس:۶۱]۔

اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ

---

(۱) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۴۴، ۲/ ۱۳۸، تفسیر سعدی ۲/ ۳۵۶، ۲/ ۳۷۲۔

کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ کوئی چیز بڑی مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَعِندَهُۥ مَفَاتِحُ ٱلۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَآ إِلَّا هُوَۚ وَيَعۡلَمُ مَا فِي ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِۚ وَمَا تَسۡقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٖ فِي ظُلُمَٰتِ ٱلۡأَرۡضِ وَلَا رَطۡبٖ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَٰبٖ مُّبِينٖ ۝٥٩ ﴾ [الانعام:۵۹]۔

اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں (خزانے)، ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے۔ اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمُۢ ۝٧٥ ﴾ [الانفال:۷۵]۔

بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص ان صفات اور ان کے علاوہ کمال وعظمت کے دیگر اوصاف کو جانے گا وہ صرف اللہ واحد کی عبادت کرے گا، کیونکہ وہی عبادت کا مستحق معبود برحق ہے۔

پانچواں مبحث: توحید تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت ہے

ہر مشرک کو یہ پیغام پہنچایا جانا ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوموں کو صرف اللہ واحد کی دعوت دی ہے، اور تمام امتوں پر حجت قائم ہو چکی ہے، ہر قوم میں اللہ نے رسول بھیجا ہے، اور تمام رسول اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دیتے رہے ہیں، جس کا کوئی شریک نہیں [1]، ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٦﴾ ﴾ [النحل:٣٦]۔

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔ پس بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہو گئی، پس تم خود زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ ﴾ [الانبیاء:٢٥]۔

تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی

---

(١) دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل از علامہ ابن تیمیہ ٩ / ٣٤٤، وتفسیر ابن کثیر ٢ / ٥٦٧، وتفسیر سعدی ٤ / ٢٠٢، وأضواء البیان از علامہ شنقیطی ٣ / ٢٦٨۔

معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَآ أَجَعَلْنَا مِن دُونِ ٱلرَّحْمَٰنِ ءَالِهَةً يُعْبَدُونَ ﴿٤٥﴾ ﴾ [الزخرف:۴۵]۔

اور ہمارے ان نبیوں سے پوچھو! جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا ہم نے سوائے رحمٰن کے اور معبود مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے؟

چنانچہ ان آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عمومی طور پر اس بات کی وضاحت فرمادی کہ تمام رسولوں نے "لا إله إلا اللہ"، اور تمام معبودان باطلہ سے کنارہ کش ہوجانے کی دعوت دی ہے [1]، اور قرآن کریم کی دوسری جگہوں پر اس کی تفصیل فرمائی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦ فَقَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥٓ ﴾ [الاعراف:۵۹]۔

ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ ۞ وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۗ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥٓ ﴾ [الاعراف:۶۵]۔

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) دیکھئے: اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن ۳/ ۲۶۸۔

﴿وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَٰلِحًا ۗ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ﴾ [الاعراف:۷۳]۔

اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ﴾ [الاعراف:۸۵]۔

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَقَالَ ٱلْمَسِيحُ يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾﴾ [المائدۃ:۷۲]۔

خود مسیح نے ان سے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے، یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

یہ اس کیلئے اللہ کی جانب سے کھلا پیغام ہے جس کے پاس دل ہو، یا کان لگائے اور حاضر بھی ہو۔ لہٰذا داعی کو چاہئے کہ ان حکیمانہ باتوں کو لوگوں تک پہنچائے، اور ان کے سامنے اس کی وضاحت کر دے، پھر جو دیکھے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو اندھا رہے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، البتہ آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

چھٹا مبحث: صالحین کی شانوں میں غلو بشر کے شرک کا سبب ہے

اللہ کے علاوہ سے وابستہ ہونے والوں کو دعوت دینے میں ایک نہایت حکیمانہ بات یہ ہے کہ ان کے سامنے اس بات کی وضاحت کی جائے کہ صالحین کی شانوں میں غلو ہی اللہ کے ساتھ شرک کا سبب ہے، چنانچہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمین پر اتارے جانے کے بعد سے لوگ اسلام پر گامزن تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"كَانَ بَيْنَ ادَمَ وَنُوحٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَشَرَةُ قُرُونٍ، كُلُّهُمْ عَلَى الْإِسْلَامِ"[①]۔

آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں گذری ہیں یہ سب کے سب اسلام (توحید) پر گامزن تھے۔

اس کے بعد لوگ نیک لوگوں سے وابستہ ہونے لگے اور آہستہ آہستہ زمین میں شرک داخل ہوا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، تاکہ وہ لوگوں کو اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دیں اور غیر اللہ کی عبادت سے روکیں[②]، نوح علیہ السلام کی قوم نے انہیں جواب دیتے ہوئے کہا:

① اسے امام طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے، ۴/ ۲۷۵، حدیث (۴۰۴۸)، ومستدرک حاکم، کتاب التاریخ، ۲/ ۵۴۶-۵۴۷، اور امام حاکم نے فرمایا ہے: کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے، لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا ہے، اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے۔ نیز امام ابن کثیر نے اسے بخاری کے حوالہ سے البدایۃ والنہایۃ میں ذکر فرمایا ہے، ۱/ ۱۰۱، دیکھئے: فتح الباری ۶/ ۳۷۲۔

② دیکھئے: البدایۃ والنہایۃ، از امام ابن کثیر ۱/ ۱۰۶۔

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾﴾ [نوح: ۲۳]۔

اور انھوں نے کہا اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا، اور نہ ہی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو چھوڑنا۔

یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں، جب یہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے ماننے والوں کو یہ بات سمجھائی کہ جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسمے نصب کرلو، اور انہیں انہی کے ناموں سے موسوم کرو، انہوں نے ایسا ہی کیا لیکن ان کی عبادت نہیں کی گئی، یہاں تک کہ جب یہ لوگ (مجسمے نصب کرنے والے) بھی مر گئے اور علم بھلا دیا گیا تو ان کی پرستش ہونے لگی[1]۔

اس شرک کا سبب صالحین کی شان میں غلو کرنا ہے، کیونکہ شیطان صالحین کی شان میں غلو اور قبر پرستی کی دعوت دیتا ہے، اور لوگوں کے دلوں میں یہ ڈالتا ہے کہ ان قبروں پر عمارت کی تعمیر اور ان سے چمٹ کر بیٹھنا ان مدفون انبیاء وصالحین سے محبت کی دلیل ہے، نیز یہ کہ ان قبروں کے پاس دعاء قبول ہوتی ہے، پھر انہیں اس درجہ سے ہٹا کر ان کے وسیلہ سے دعا کرنے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھانے تک لے جاتا ہے، جب کہ اللہ کی شان اس سے عظیم تر ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کسی کے واسطے سے اس سے سوال کیا جائے، پھر جب ان کے دلوں میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے تو انہیں صاحب قبر کو پکارنے، اس کی عبادت کرنے، اللہ کو چھوڑ کر اس سے شفاعت طلب کرنے اور اس کی قبر کو بت بنانے کی طرف لے جاتا ہے، جس پر پردے لٹکائے جائیں، اس کے گرد طواف کیا جائے، اسے چھوا جائے اور اس کا بوسہ لیا جائے اور اس کے پاس جانور ذبح کئے جائیں، اور پھر انہیں چوتھے درجے یعنی لوگوں کو اس کی عبادت کرنے اور اسے میلہ گاہ بنانے کی طرف پھیرتا ہے، اور پھر انہیں اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ جو ان چیزوں سے منع کرتا ہے وہ ان اونچے مقام و مرتبہ والے

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب التفسیر، سورۃ نوح، ۸/ ۶۶۷، حدیث (۴۹۲۰)۔

انبیاء وصالحین کی تنقیص وتوہین کرتا ہے اور ایسا کرنے سے وہ ناراض اور غضبناک ہوتے ہیں ①۔

اسی لئے اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو دین میں غلو کرنے، قول، فعل یا اعتقاد سے کسی کی بہت زیادہ تعظیم کرنے اور مخلوق کو اس کے اپنے مرتبہ سے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے فائز کیا ہے بلند کرنے سے ڈرایا اور متنبہ کیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ وَلَا تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡحَقَّۚ إِنَّمَا ٱلۡمَسِيحُ عِيسَى ٱبۡنُ مَرۡيَمَ رَسُولُ ٱللَّهِ وَكَلِمَتُهُۥٓ أَلۡقَىٰهَآ إِلَىٰ مَرۡيَمَ وَرُوحٞ مِّنۡهُۖ ﴾ [النساء:۱۷۱]۔

اے اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گذر جاؤ، اور اللہ پر حق بات ہی کہو، حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے کلمہ (لفظ ''کن'' سے پیدا شدہ) ہیں جسے مریم (علیہا السلام) کی طرف ڈال دیا تھا، اور اس کے پاس کی روح ہیں۔

اور اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے بھی کسی کو حد سے زیادہ بڑھانے سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

'' لاَ تُطْرُونِی كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ'' ②۔

مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بڑھا دیا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔

نیز ارشاد ہے:

① دیکھئے: تفسیر طبری، ۲۹/ ۶۲، وفتح المجید شرح کتاب التوحید ص ۲۴۶۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الانبیاء، باب قولہ تعالیٰ: {وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ..}، ۶/ ۴۷۸، حدیث (۳۴۴۵)، ۱۲/ ۱۴۴، اس کی شرح کے لئے دیکھئے: فتح الباری ۱۲/ ۱۴۹۔

''إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ''[۱]۔

دین میں غلو کرنے سے بچنا، کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے تھے انہیں دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا تھا۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے قبروں پر مساجد بنانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ صالحین کی قبروں کے پاس اللہ کی عبادت کرنا خود ان کی عبادت کرنے کا ذریعہ ہے۔ اسی لئے جب ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے حبشہ کے ایک کنیسہ (گرجا گھر) کا تذکرہ کیا جس میں تصویریں تھیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ أُولَئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوا فِيهِ تِيكَ الصُّوَرَ، أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ''[۲]۔

بے شک یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی ہوتا اور پھر مر جاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد تعمیر کر لیتے اور اس میں تصویریں نصب کر دیتے، یہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک سب سے بدترین لوگ ہوں گے۔

نبی کریم ﷺ کی اپنی امت کے لئے (بھلائی کی) حرص اور چاہت ہی تھی کہ جب آپ ﷺ کی موت کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا:

---

[۱] سنن نسائی، کتاب مناسک الحج، باب التقاط الحصی، ۵/ ۲۶۸، حدیث (۳۰۵۵)، وسنن ابن ماجہ کتاب المناسک باب قدر حصی الرمی، ۲/ ۱۰۰۸، حدیث (۳۰۲۹)، ومسند احمد، ۱/ ۳۴۷۔

[۲] بخاری مع فتح الباری، کتاب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ و یتخذ مکانھا مساجد، ۱/ ۵۲۳، ۳/ ۲۰۸، ۷/ ۱۸۷، حدیث (۴۲۷)، ومسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب النھی عن بناء المساجد علی القبور، ۱/ ۳۷۵، حدیث (۵۲۸)۔

’’لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ‘‘،
قالت عائشة رضي الله عنها: يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا‘‘①۔

اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا، مائی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ یہود و نصاریٰ کے عمل سے ڈرا رہے تھے۔

اور وفات سے پانچ روز قبل فرمایا:

’’أَلاَ وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلاَ فَلاَ تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ فَإِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ‘‘ ②۔

سنو! جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے، خبر دار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمہیں اس سے منع کر رہا ہوں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اپنی قبر کو بت بنانے سے ڈرایا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر اس کی پرستش کی جائے، اور آپ کے علاوہ مخلوق کے دیگر افراد بدرجہ اولیٰ اس تحذیر و تنبیہ کے مستحق ہیں، ارشاد ہے:

’’اللَّهُمَّ لاَ تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ، اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ‘‘ ③۔

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الصلاۃ، باب حدثنا ابو الیمان، ۱/ ۵۳۲، حدیث (۴۳۵، ۴۳۶)، ۳/ ۲۰۰، ۶/ ۴۹۴، ۷/ ۱۸۶، ۸/ ۱۴۰، ۱۰/ ۲۷۷، وصحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب النہی عن بناء المساجد علی القبور، واتخاذ الصور فیھا، ۱/ ۳۷۷، حدیث (۵۳۱)۔

② مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب النہی عن بناء المساجد علی القبور، ۱/ ۳۷۷، حدیث (۵۳۲)۔

③ مؤطا امام مالک، کتاب قصر الصلاۃ فی السفر، باب جامع الصلاۃ، ۱/ ۱۷۲، یہ روایت امام مالک کے یہاں مرسل ہے، اور مسند احمد (۲/ ۲۴۶) کے الفاظ یہ ہیں: ’’اللھم لا تجعل قبری وثناً، لعن اللہ قوماً اتخذوا قبور أنبیائھم مساجد‘‘، والحلیۃ، از ابو نعیم، ۷/ ۳۱۷، نیز دیکھئے: فتح المجید، ص: ۱۵۰۔

اے اللہ میری قبر کو بت نہ بننے دینا کہ اس کی عبادت کی جائے، ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب شدید تر ہو جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے تاکہ اس عمل سے نفرت دلائیں، چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

''لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ ، وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ'' ①۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور ان پر مساجد بنانے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرک تک پہنچنے کے تمام دروازوں کو بند کر دیا ہے②، اسی ضمن میں آپ کا یہ فرمان بھی ہے:

''لاَ تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلاَ تُصَلُّوا إِلَيْهَا'' ③۔

قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوٹوک بتلا دیا ہے کہ قبریں نماز کی جگہ نہیں ہیں، نیز یہ کہ جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے گا اور آپ کو سلام عرض کرے گا وہ آپ تک پہنچ جائے گا، خواہ وہ آپ کی قبر سے دور

---

① سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب التغلیظ فی اتخاذ السرج علی القبور، ۴/ ۹۴، حدیث (۲۰۴۱)، وابو داود، کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ النساء القبور، ۳/ ۲۱۸، حدیث (۳۲۳۶)، وترمذی، کتاب الصلاۃ، باب کراھیۃ أن یتخذ علی القبر مسجداً، ۲/ ۱۳۶، حدیث (۳۲۰)، وابن ماجہ فی الجنائز، باب النھی عن زیارۃ النساء للقبور، ۱/ ۵۰۲، حدیث (۱۵۷۵)، ومسند احمد، ۱/ ۲۲۹، ۲۸۷، ۳۲۴، ۲/ ۳۳۷، ۳/ ۴۴۲، ۴۴۳، ومستدرک حاکم، ۱/ ۳۷۴، نیز حدیث کی تصحیح کے سلسلہ میں صاحب فتح المجید نے امام ابن تیمیہ سے جو بات نقل فرمائی ہے اسے ملاحظہ فرمائیں، ص: ۲۷۶۔

② دیکھئے: فتح المجید، ص: ۲۸۱۔

③ مسلم، کتاب الجنائز، باب النھی عن الجلوس علی القبر والصلاۃ علیہ، ۲/ ۶۶۸، حدیث (۹۷۲)۔

ہو یا نزدیک، لہٰذا آپ کی قبر کو میلہ گاہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں، ارشاد ہے:

''لاَ تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَلاَ تَجْعَلُوا قَبْرِى عِيدًا وَصَلُّوا عَلَىَّ فَإِنَّ صَلاَتَكُمْ تَبْلُغُنِى حَيْثُ كُنْتُمْ'' ①۔

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ، اور مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جائے گا تم جہاں کہیں بھی ہو۔

نیز ارشاد ہے:

''إِنَّ لِلَّهِ مَلاَئِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلاَمَ'' ②۔

بے شک زمین میں چکر لگانے والے اللہ کے کچھ فرشتے ہیں، جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ کی قبر کو جو روئے زمین پر سب سے افضل قبر ہے، اس کو میلہ گاہ بنانے سے آپ نے منع فرمایا ہے تو آپ کے علاوہ کی قبر کو میلہ گاہ بنانا بدرجۂ اولیٰ منع ہوگا خواہ کوئی بھی ہو③۔

نبی کریم ﷺ روئے زمین کو شرک باللہ کے وسائل سے پاک کر رہے تھے، چنانچہ آپ ﷺ اپنے بعض صحابہ کو قبروں پر بنے ہوئے قبوں (گنبدوں) کو گرانے اور تصویروں کو مٹانے اور مسخ کرنے کے لئے بھی بھیجا کرتے تھے، چنانچہ ابو الہیاج اسدی رحمہ اللہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ

① سنن ابو داود، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور، ۲/ ۲۱۸، حدیث (۲۰۴۲) بسند حسن، ومسند احمد، ۲/ ۳۵۷، نیز دیکھئے: صحیح سنن ابو داود، ۱/ ۳۸۳۔

② سنن نسائی، ابواب السھو، باب السلام علی النبی ﷺ، ۳/ ۴۳، حدیث (۱۲۸۰)، ومسند احمد، ۱/ ۴۵۲، وفضل الصلاۃ علی النبی ﷺ، از اسماعیل القاضی، حدیث نمبر (۲۱) ص: ۲۴، اور اس کی سند صحیح ہے۔

③ دیکھئے: الدرر السنیۃ فی الأجوبۃ النجدیۃ لعبد الرحمن بن قاسم، ۶/ ۱۶۵-۱۷۴۔

وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ'' ①۔

کیا میں تمہیں ایک ایسے کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بھیجا تھا: کہ جو بھی مجسمہ (اسٹیچیو) دیکھنا اُسے مٹا کر رکھ دینا، اور جو بھی قبر اونچی دیکھنا اسے (توڑ کر) برابر کر دینا۔

جہاں نبی کریم ﷺ نے شرک تک پہنچانے والے تمام دروازوں کو بند کیا ہے وہیں شرک سے قریب کرنے والی اور توحید کو شرک اور اس کے اسباب سے خلط ملط کرنے والی تمام چیزوں سے توحید کی حفاظت بھی فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

'' لاَ تَشُدُّوا الرِّحَالَ إِلاَّ إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِى هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الأَقْصَى'' ②۔

تین مسجدوں کے علاوہ کہیں اور کے لئے کجاوے نہ کسو (سفر نہ کرو) میری یہ مسجد (مسجد نبوی)، مسجد حرام، اور مسجد اقصیٰ۔

لہٰذا اس ممانعت میں قبروں اور مزاروں کے لئے کجاوے کسنا بھی شامل ہے، نبی کریم ﷺ کے فرمان سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی سمجھا ہے، اسی لئے جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کوہ طور گئے اور (واپس آکر) بصرہ بن ابو بصرہ غفاری سے ان کی ملاقات ہوئی، تو انھوں نے ان سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ فرمایا: کوہ طور سے، انھوں نے کہا: اگر میں نے تمہیں وہاں جانے سے پہلے پایا ہوتا تو تم وہاں نہ جاتے!!، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

---

① صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویۃ القبر، ۲/۶۶۶، حدیث (۹۶۹)۔

② بخاری مع فتح الباری، کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، ۳/۶۳، ومسلم (الفاظ اسی کے ہیں)، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ، ۲/۹۷۶۔

’’لاَ تُعْمَلُ الْمَطِيُّ إِلاَّ إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ...‘‘[1]۔

تین مسجدوں کے علاوہ کے لئے سفر نہیں کیا جاسکتا۔۔۔

اسی لئے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: ’’ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا آپ کے علاوہ انبیاء وصالحین کی قبروں کی طرف سفر کرنے کی نذر مانے تو اس کے لئے اپنی نذر کا پورا کرنا ضروری نہ ہوگا، بلکہ اسے اس سے منع کیا جائے گا‘‘[2]۔

لہٰذا واضح ہوا کہ زیارت قبور کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: مشروع زیارت جس کا مقصد اہل قبور کو سلام کرنا اور ان کے لئے دعا کرنا ہو، جیسے کسی کے مرنے پر نماز جنازہ کا مقصد ہوتا ہے، اسی طرح موت کی یاد کے لئے، نیز سنت نبوی کی اتباع کے لئے، بشرطیکہ اسی کے لئے خاص سفر نہ کیا جائے۔

دوسری قسم: مشرکانہ اور بدعی زیارت[3]۔

اور اس قسم کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ جو مردے سے اپنی حاجت کا سوال کرتے ہیں، یہ لوگ بت پرستوں کے قبیل سے ہیں۔

۲۔ جو مردے کے وسیلہ سے اللہ سے سوال کرتے ہیں، مثلاً کوئی کہتا ہے کہ میں تیری طرف تیرے نبی یا فلاں شیخ کے حق کا وسیلہ قائم کرتا ہوں، یہ چیز دین اسلام میں ایجاد کردہ بدعات میں سے ہے، لیکن شرک اکبر تک نہیں پہنچتی، اور نہ ہی ایسا کہنے والے کو دین اسلام سے خارج کرتی ہے، جیسا کہ پہلی قسم خارج کر دیتی ہے۔

---

① نسائی، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التی یستجاب فیھا الدعاء یوم الجمعۃ، ۳/ ۱۱۴، حدیث (۱۴۲۸)، ومالک فی الموطا، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، ۱/ ۱۰۹، مسند احمد، ۶/ ۷، ۳۹۷، نیز دیکھئے: فتح المجید، ص: ۲۸۹، وصحیح النسائی، ۱/ ۳۰۹۔

② دیکھئے: فتاوی ابن تیمیۃ، ۱/ ۲۳۴۔

③ دیکھئے: فتاوی ابن تیمیہ، ۱/ ۲۳۳، والبدایۃ والنھایۃ، ۱۴/ ۱۲۳۔

۳۔ جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ قبروں کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں، یا وہاں دعا کرنا مسجد میں دعا کرنے سے افضل ہے، یہ چیز متفقہ طور پر عظیم گناہوں میں سے ہے[1]۔

لہٰذا اگر داعی بت پرستوں کو دعوت دینے میں حکیمانہ گفتگو کے ذریعہ یہ طریقے اپنائے تو ان شاء اللہ توفیق سے ہمکنار ہوگا۔

ساتواں مبحث: مثبت و منفی شفاعت

شفاعت کا لغوی مفہوم:

کہا جاتا ہے: ''شفع الشیء''، یعنی کسی چیز میں ایک چیز اور ملا کر طاق کو جفت بنا دیا[2]۔

اصطلاحی مفہوم:

کسی کو نفع پہنچانے یا اس سے نقصان دفع کرنے کے لئے واسطہ بننا (شفاعت کہلاتا ہے)[3]۔

غیر اللہ سے وابستہ ہونے اور اس سے سفارش چاہنے والے کو دعوت دینے میں قولی حکمت یہ ہے کہ اسے یہ سمجھایا جائے کہ شفاعت محض اللہ واحد کی ملکیت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُل لِّلَّهِ ٱلشَّفَٰعَةُ جَمِيعًا ۖ لَّهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٤٤﴾﴾ [الزمر: ۴۴]۔

کہہ دیجئے کہ تمام شفاعتوں کا مختار (مالک) اللہ تعالیٰ ہی ہے، تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لئے ہے، پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

غیر اللہ سے شفاعت طلب کرنے والے کی درج ذیل حکیمانہ باتوں سے تردید کی جاسکتی ہے:

---

① دیکھئے: الدرر السنیۃ فی الأجوبۃ النجدیۃ، ۶/ ۱۶۵-۱۷۴۔

② دیکھئے: القاموس المحیط، باب عین، فصل شین، ص: ۹۴۷، والنہایۃ فی غریب الحدیث، ۲/ ۴۸۵، والمعجم الوسیط، ۱/ ۴۸۷۔

③ دیکھئے: شرح لمعۃ الاعتقاد از شیخ محمد بن صالح العثیمین، ص: ۸۰۔

اولاً: مخلوق خالق کی طرح نہیں ہے: چنانچہ ہر وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ انبیاء، صالحین، فرشتے اور ان کے علاوہ دیگر مخلوقات کی اللہ کے یہاں بڑی وجاہت ہے اور ان کا بڑا اونچا مقام ہے لہٰذا یہ اللہ کے یہاں ہماری سفارش کریں گے جیسا کہ شاہان وسلاطین تک پہنچنے کے لئے اہل وجاہت اور وزراء کی قربت حاصل کی جاتی ہے تا کہ انہیں اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ذریعہ اور واسطہ بنایا جاسکے، تو یہ بات انتہائی باطل اور لغو ہے کیونکہ ایسا کہہ کر اس نے اللہ عظیم و برتر شہنشاہ کو دنیا کے فقیر بادشاہوں کے مشابہ قرار دیا، جو اپنی بادشاہت کی تکمیل اور اپنی طاقت وقوت کی تنفیذ کے لئے وزراء اور اہل وجاہت کے محتاج ہوتے ہیں، کیونکہ بادشاہوں اور عام لوگوں کے درمیان جو واسطے ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل تین وجوہات میں سے کسی ایک وجہ کی بنیاد پر ہوا کرتے ہیں:

۱- یا تو بادشاہوں کو لوگوں کے حالات سے آگاہ کرنے کے لئے، جس کا اُنہیں علم نہیں ہوتا۔

۲- یا چونکہ بادشاہ اپنی رعایا کی تدبیر سے عاجز ہوتا ہے لہٰذا ذلت و بے بسی کے باعث اس کے لئے مددگاروں اور درباریوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

۳- یا پھر بادشاہ اپنی رعایا کو نفع پہنچانا یا ان کے ساتھ احسان کرنا نہیں چاہتا، لہٰذا جب انہیں ایسا کوئی شخص ملتا ہے جو بادشاہ کو وعظ و نصیحت کرے، تو اپنی رعایا کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے بادشاہ کی ہمت اور اس کا ارادہ حرکت کرتا ہے۔

جبکہ اللہ عز وجل اپنی کمزور مخلوقات کی طرح نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، وہ اپنے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، اور اپنے بندوں پر ایک ماں کے اپنے بچے پر رحم کرنے سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ دنیوی بادشاہوں کے پاس سفارش کرنے والے کی کبھی تو مستقل ملکیت ہوتی ہے اور کبھی وہ ان کا ساجھی و شریک ہوتا ہے اور کبھی ان کا معاون ومددگار، چنانچہ دنیا کے بادشاہ مندرجہ ذیل تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے ان کی سفارش قبول کرتے ہیں:

الف: کبھی تو انہیں خود اس سفارشی کی ضرورت ہوتی ہے۔

ب: کبھی انہیں اس کا خوف ہوتا ہے۔

ج: اور کبھی انہیں اپنے ساتھ کیئے ہوئے اس کے احسان کا بدلہ دینا ہوتا ہے۔

چنانچہ بندوں کی سفارشات ایک دوسرے کے لئے اسی قبیل سے ہیں، جو بھی کسی کی سفارش قبول کرتا ہے وہ یا تو کسی چاہت کی وجہ سے قبول کرتا ہے، یا کسی چیز کے ڈر سے، اور اللہ عزوجل کی شان یہ ہے کہ وہ نہ کسی سے کسی چیز کی امید کرتا ہے نہ کسی سے ڈرتا ہے، اور نہ ہی کسی چیز کا محتاج اور ضرورت مند ہے (1)۔

اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے علاوہ کے ساتھ تمام قسم کے تعلقات کی جڑ کاٹ کر رکھ دیا ہے اور اس کا بطلان واضح طور پر بیان کر دیا ہے، ارشاد ہے:

﴿ قُلِ ٱدۡعُواْ ٱلَّذِينَ زَعَمۡتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمۡلِكُونَ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِي ٱلۡأَرۡضِ وَمَا لَهُمۡ فِيهِمَا مِن شِرۡكٖ وَمَا لَهُۥ مِنۡهُم مِّن ظَهِيرٖ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ عِندَهُۥٓ إِلَّا لِمَنۡ أَذِنَ لَهُۥ ﴾ [سبا:۲۲،۲۳]۔

کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمین میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے، نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے، سفارش بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی سوائے ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے۔

اس آیت کریمہ نے مشرکین کے لئے شرک تک پہنچنے کے تمام راستوں کو بڑی اچھی طرح اور مضبوطی سے بند کر دیا ہے، کیونکہ عبادت کرنے والا معبود سے محض اس لئے تعلق قائم کرتا ہے کہ اسے اس سے نفع کی امید ہوتی ہے، اور ایسی صورت میں یہ ضروری ہے کہ معبود اُن اسباب کا مالک ہو جن

(1) دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ ۱/ ۱۲۶-۱۲۹۔

سے عابد فائدہ اٹھا سکے، یا ان اسباب کے مالک کا شریک، یا مددگار، یا وزیر، یا اس کا معاون ہو، یا صاحب جاہ ومنزلت ہو تاکہ اس کے پاس سفارش کرسکے، اور جب ان چاروں چیزوں کی نفی ہوگئی تو شرک کے اسباب و ذرائع بھی ختم ہوگئے [1]۔

ثانیاً: شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

ا- **مثبت شفاعت:** یہ وہ شفاعت ہے جو صرف اللہ عزوجل سے طلب کی جائے، اور اس کی دو شرطیں ہیں:

پہلی شرط: سفارشی کو اللہ کی جانب سے سفارش کرنے کی اجازت ہو، ارشاد باری ہے:

﴿ مَن ذَا ٱلَّذِي يَشۡفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذۡنِهِۦۚ ﴾[البقرۃ:۲۵۵]۔

کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرسکے۔

دوسری شرط: سفارشی اور جس کے لئے سفارش کی جارہی ہے دونوں سے اللہ کی رضامندی، ارشاد باری ہے:

﴿ وَلَا يَشۡفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ٱرۡتَضَىٰ ﴾ [الانبیاء:۲۸]۔

اور وہ سفارش نہیں کرسکتے سوائے اس کے لئے جس سے اللہ راضی ہوجائے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ يَوۡمَئِذٖ لَّا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ إِلَّا مَنۡ أَذِنَ لَهُ ٱلرَّحۡمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُۥ قَوۡلٗا ١٠٩ ﴾
[طٰہ:۱۰۹]۔

اس دن سفارش کچھ کام نہیں آئے گی مگر جسے رحمن حکم دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔

۲- **منفی شفاعت:** یہ وہ شفاعت ہے جو غیر اللہ سے ایسی چیزوں میں طلب کی جائے جس پر اللہ ہی قادر ہے، نیز اللہ کی اجازت اور رضامندی کے بغیر شفاعت' نیز کافروں کے لئے شفاعت (بھی

---

[1] دیکھئے: التفسیر القیم، از ابن قیم، ص ۴۰۸۔

اسی قبیل سے ہے) ارشاد ہے:

﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَٰعَةُ ٱلشَّٰفِعِينَ ﴿٤٨﴾﴾ [المدثر:۴۸]۔

پس انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی۔

البتہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ سفارش مستثنیٰ ہے جو آپ ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کے لئے فرمائیں گے①۔

ثالثاً: غیر اللہ سے شفاعت طلب کرنے والے کے خلاف نص اور اجماع سے دلیل قائم کرنا:

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ سے پہلے کسی بھی نبی نے لوگوں کے لئے یہ مشروع نہیں کیا کہ وہ فرشتوں یا انبیاء یا صالحین کو پکاریں اور ان سے سفارش طلب کریں، اور نہ صحابہ کرام اور ان کے سچے تابعین رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ایسا کیا، اور نہ مسلمانوں کے اماموں میں سے کسی نے اسے پسند کیا، نہ ائمہ اربعہ نے، نہ ہی ان کے علاوہ کسی امام نے، نہ کسی ایسے مجتہد نے جس کے قول پر دین میں اعتماد کیا جاتا ہو، نہ کسی ایسے شخص نے جس کی بات کا اجماع کے مسائل میں اعتبار ہو، تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے ہی لائق ہیں②۔

---

① دیکھئے: بخاری مع فتح الباری، مناقب الأنصار، باب قصة أبی طالب، ۷/ ۱۹۳، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب أھون أھل النار عذاباً، ۱/ ۱۹۵، حدیث (۲۱۱)۔

② دیکھئے: فتاوی ابن تیمیہ، ۱/ ۱۱۲، ۱۵۸، ۱۴/ ۳۹۹-۴۱۴، ۱/ ۱۰۸-۱۶۵، ۱۴/ ۳۸۰، ۴۰۹، ۱/ ۱۶۰-۱۶۶، ۱۹۵، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۴۱، ودرء تعارض العقل والنقل از ابن تیمیہ، ۵/ ۱۴۷، واضواء البیان، ۱/ ۱۳۷۔

آٹھواں مبحث: کائنات کی تمام نعمتیں معبود برحق ہی نے اپنے بندوں کے تابع کی ہیں

مشرکین کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کی نگاہوں اور دلوں کو اللہ کی ظاہری و باطنی، اور دینی و دنیوی عظیم نعمتوں کی طرف پھیرا جائے، کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر تمام نعمتیں نچھاور کر دی ہیں، ارشاد ہے:

﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ ٱللَّهِ﴾ [النحل: ۵۳]۔

تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں۔

اور یہ دنیا اور دنیا کی ساری مخلوقات اللہ نے انسان کے لئے مسخر کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو بیان فرمایا ہے اور ان کے ذریعہ بندوں پر اپنا احسان جتلایا ہے، اور یہ کہ وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے، بندوں پر اللہ کے بعض احسانات حسب ذیل ہیں:

اولاً: اجمالی طور پر:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ لَكُم مَّا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ [البقرة: ۲۹]۔

وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أَلَمْ تَرَوْا۟ أَنَّ ٱللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُۥ ظَٰهِرَةً وَبَاطِنَةً﴾ [لقمان: ۲۰]۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو ہمارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں اپنی اہری و باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿١٣﴾﴾ [الجاثیۃ:۱۳]۔

اور آسمان وزمین کی ہر ہر چیز کو بھی اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے تابع کر دیا ہے۔ جو غور کریں یقیناً وہ اس میں بہت سی نشانیاں پالیں گے۔

یہ احسان تمام ظاہری و باطنی، حسی و معنوی نعمتوں کو شامل ہے، چنانچہ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں اس انسان کے لئے مسخر کر دی گئی ہیں، اور یہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات سورج، چاند، ستارے وسیارے، پہاڑ، سمندر، نہریں، ہر قسم کے حیوانات، درختوں اور پھلوں، معادن اور ان کے علاوہ بنی آدم کے مصالح کو اور عبرت، فائدہ، اور لطف اندوزی کی ضرورتوں کے مصالح کو شامل ہے۔

اور یہ ساری چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تنہا اللہ تعالیٰ کی ذات ہی وہ معبود ہے جس کے علاوہ کسی کے لئے عبادت، ذلت وانکساری، اور حقیقی محبت لائق وسزاوار نہیں، اور یہ اللہ عزوجل کے حق ہونے اور اس کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کے باطل ہونے کے وہ عقلی دلائل ہیں جن میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں (۱)۔

ارشاد ہے:

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٦٢﴾﴾ [الحج:۶۲]۔

---

(۱) دیکھئے: تفسیر بغوی، ۱/ ۵۹، ۳/ ۲/ ۷۲، وتفسیر ابن کثیر، ۳/ ۴۵۱، ۴/ ۱۴۹، وتفسیر شوکانی، ۱/ ۶۰، ۴/ ۴۲۰، وتفسیر سعدی، ۱/ ۶۹، ۶/ ۱۶۱، ۷/ ۲۱، وفی ظلال القرآن ۱/ ۵۳، ۵/ ۲۷۹۲ واضواء البیان، از علامہ شنقیطی، ۳/ ۲۲۵-۲۵۳۔

یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور بیشک اللہ ہی بلندی والا کبریائی والا ہے ۔ (نیز دیکھئے: سورۃ لقمان: ۳۰)

ثانیاً: تفصیلی طور پر:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ٱللَّهُ ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءٗ فَأَخۡرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزۡقٗا لَّكُمۡۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلۡفُلۡكَ لِتَجۡرِيَ فِي ٱلۡبَحۡرِ بِأَمۡرِهِۦۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلۡأَنۡهَٰرَ ۝٣٢ وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلشَّمۡسَ وَٱلۡقَمَرَ دَآئِبَيۡنِۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلَّيۡلَ وَٱلنَّهَارَ ۝٣٣ وَءَاتَىٰكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلۡتُمُوهُۚ وَإِن تَعُدُّواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ لَا تُحۡصُوهَآۗ إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ لَظَلُومٞ كَفَّارٞ ۝٣٤﴾ [ابراهیم: ۳۲-۳۴]۔

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور آسمانوں سے بارش برسا کر اس کے ذریعے سے تمہاری روزی کے لیے پھل نکالے ہیں اور کشتیوں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں۔ اسی نے ندیاں اور نہریں تمہارے اختیار میں کر دی ہیں۔ اسی نے تمہارے لیے سورج چاند کو مسخر کر دیا ہے کہ برابر ہی چل رہے ہیں اور رات دن کو بھی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ اسی نے تمہیں تمہاری منہ مانگی کل چیزوں میں سے دے رکھا ہے۔ اگر تم اللہ کے احسان گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے۔ یقیناً انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

﴿وَهُوَ ٱلَّذِي سَخَّرَ ٱلۡبَحۡرَ لِتَأۡكُلُواْ مِنۡهُ لَحۡمٗا طَرِيّٗا وَتَسۡتَخۡرِجُواْ مِنۡهُ حِلۡيَةٗ تَلۡبَسُونَهَاۖ وَتَرَى ٱلۡفُلۡكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبۡتَغُواْ مِن فَضۡلِهِۦ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ ۝١٤ وَأَلۡقَىٰ فِي ٱلۡأَرۡضِ رَوَٰسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمۡ

وَأَنْهَٰرًا وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥﴾ وَعَلَٰمَٰتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ﴿١٦﴾
أَفَمَن يَخْلُقُ كَمَن لَّا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٧﴾ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا
تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٨﴾ [النحل: ۱۴-۱۸]۔

اور دریا بھی اسی نے تمہارے بس میں کر دیے ہیں کہ تم اس میں سے (نکلا ہوا) تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے اپنے پہننے کے زیورات نکال سکو اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس میں پانی چیرتی ہوئی (چلتی) ہیں اور اس لیے بھی کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور ہوسکتا ہے کہ تم شکر گزاری بھی کرو۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے ہیں تا کہ تمہیں لے کر ملے نہ، اور نہریں اور راہیں بنا دیں تا کہ تم منزل مقصود کو پہنچو۔ اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں۔ اور ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں۔ تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کرسکتا؟ کیا تم بالکل نہیں سوچتے؟ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم اسے نہیں کرسکتے۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ (نیز دیکھئے: آیت ۳-۱۲)۔

کیا وہ ذات جس نے ان نعمتوں اور ان عجیب مخلوقات کو پیدا کیا ہے اس جیسی ہوسکتی ہے جو ان میں سے کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتی؟؟

یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ بندوں میں سے کوئی فرد بھی اپنے کسی عضو یا کسی حاسہ کی بناوٹ وتخلیق کی نعمت کو شمار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، چہ جائے کہ اپنے جسم کی ساری نعمتوں اور ہر وقت و ہر لمحہ عطا ہونے والی مختلف انواع واقسام کی نعمتوں کا شمار کرسکے؟[1]۔

کسی عقلمند کے لئے اس کے بعد اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں کہ وہ صرف اس اللہ کی عبادت کرے جس نے اپنے بندوں پر یہ نعمتیں نچھاور کی ہیں، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے؛ کیونکہ وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے، اس کی ذات پاک ہے۔

---

[1] دیکھئے: فتح القدیر ۳/ ۱۵۴، ۳/ ۱۱۰، وأضواء البیان، ۳/ ۲۵۳۔

نواں مبحث: موت کے بعد دوبارہ زندگی

مشرکوں اور ملحدوں نے مرنے کے بعد جسموں کے دوبارہ لوٹائے جانے کو بعید سمجھا ہے کہ جب جسمانی دھڑوں کے ٹکڑے ہو جائیں گے، ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی اور ریزہ ریزہ ہو کر زمین کے اجزاء میں بکھر جائیں گے اور جسم مٹی کے ذرات میں تحلیل ہو جائے گا، اور بسا اوقات اسے درندے کھالیں گے اور وہ ان کی غذا بن کر اُن میں تحلیل ہو جائے گا، (تو انہیں دوبارہ کیسے پیدا کیا جائے گا)[1]۔

ان لوگوں کو بعث بعد الموت پر ایمان لانے کی دعوت دینے میں حکیمانہ گفتگو یہ ہے کہ اُن کے ساتھ حسب ذیل طریقے اپنائے جائیں:

پہلا مسلک: عقلی دلائل۔

دوسرا مسلک: حسی دلائل۔

تیسرا مسلک: شرعی دلائل۔

پہلا مسلک: عقلی دلائل

اولاً: اللہ کا عدل وحکمت دوبارہ زندگی اور جزاء کی متقاضی ہے:

اللہ نے اپنی مشیت کے مطابق دنیوی زندگی کو ابتلاء وآزمائش اور عمل کا گھر بنایا ہے، چنانچہ اللہ نے رسول بھیجے، کتابیں اتاریں، تنہا اپنی عبادت کا حکم دیا، اور ایک دوسرا گھر بھی بنایا جو اللہ کی بادشاہت اور عدل وحکمت کا تقاضہ ہے؛ تا کہ نیک کار کو اس کی نیکی کا ثواب اور بدعمل کو اس کی بدعملی کا

---

(1) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۳/ ۵۸ ۴، ۴/ ۲۲۲، ومناہج الجدل ص ۳۱۱، ومعالم الدعوۃ، ۱/ ۱۹۸۔

بدلہ دے، اللہ نے مخلوق کو فضول اور لغو نہیں بنایا ہے نہ ہی انہیں بیکار چھوڑا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿تَبَٰرَكَ ٱلَّذِي بِيَدِهِ ٱلۡمُلۡكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٌ ۝١ ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلۡمَوۡتَ وَٱلۡحَيَوٰةَ لِيَبۡلُوَكُمۡ أَيُّكُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلٗاۚ وَهُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡغَفُورُ ۝٢﴾ [الملک:۱،۲]۔

بہت بابرکت ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور جو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے، اور وہ غالب (اور) بخشنے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أَفَحَسِبۡتُمۡ أَنَّمَا خَلَقۡنَٰكُمۡ عَبَثٗا وَأَنَّكُمۡ إِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُونَ ۝١١٥﴾ [المؤمنون:۱۱۵]۔

کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إِنَّهُۥ يَبۡدَؤُاْ ٱلۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ لِيَجۡزِيَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ بِٱلۡقِسۡطِۚ وَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَهُمۡ شَرَابٞ مِّنۡ حَمِيمٖ وَعَذَابٌ أَلِيمُۢ بِمَا كَانُواْ يَكۡفُرُونَ ۝٤﴾ [یونس:۴]۔

بیشک وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا تاکہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے انصاف کے ساتھ جزا دے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور دردناک عذاب ہوگا ان کے کفر کی وجہ سے۔

اور اللہ تعالیٰ گندے اور پاک، نیک اور بد اور کافر اور مومن کو یکساں نہیں کرسکتا، اللہ نے ایسا گمان رکھنے والوں پر نکیر فرمائی ہے[1]، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿أَمْ حَسِبَ ٱلَّذِينَ ٱجْتَرَحُوا۟ ٱلسَّيِّـَٔاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ كَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾﴾ [الجاثية:٢١]۔

کیاان لوگوں کا جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہو جائے، برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کررہے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أَفَنَجْعَلُ ٱلْمُسْلِمِينَ كَٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾﴾ [القلم: ٣٥،٣٦]۔

کیا ہم مسلمانوں کو مثل گناہ گاروں کے کردیں گے۔ تمہیں کیا ہوگیا، کیسے فیصلے کررہے ہو؟

ثانیاً: مخلوق کے ایجاد کی قدرت رکھنے والا دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے، بلکہ اس کے لئے آسان تر ہے:

کوئی چیز جب نہ ہو، پھر ہو جائے، پھر ختم کردی جائے تو پہلے پہل پیدا کرکے اُسے فنا کرنے والے کے لئے اُسے دوبارہ وجود میں لانا نہایت آسان ہے، اللہ تعالیٰ نے بعث کے منکرین پر اس پہلو سے تردید فرمائی ہے، ارشاد ہے:

﴿وَهُوَ ٱلَّذِى يَبْدَؤُا۟ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ﴾ [الروم:٢٧]۔

وہی ہے جو اول بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر سے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت

---

[1] دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۳/ ۴۵۸، وتفسیر سعدی، ۶/ ۱۸۵، وأضواء البیان، ۷/ ۳۰۔

ہی آسان ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَيَقُولُ ٱلْإِنسَٰنُ أَءِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ ٱلْإِنسَٰنُ أَنَّا خَلَقْنَٰهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾ ﴾ [مریم:٦٦،٦٧]۔

انسان کہتا ہے کہ جب میں مرجاؤں گا تو کیا پھر زندہ کرکے نکالا جاؤں گا؟ کیا یہ انسان اتنا بھی یاد نہیں رکھتا کہ ہم نے اسے اس سے پہلے پیدا کیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔

اور ان کے علاوہ دیگر قطعی دلائل ہیں جو اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ جس نے تمام مخلوقات کو کسی سابق مثال کے بغیر نہایت انوکھے انداز میں پیدا کیا ہے وہ انہیں دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے بلکہ وہ اس کے لئے کہیں زیادہ آسان ہے، اور اللہ کے لئے سب سے بلند مثال ہے[1]۔

ثالثاً: عظیم ترین اشیاء کا خالق چھوٹی چیزوں کی تخلیق پر بیشک قادر ہے:

یہ چیز بدیہی طور پر معلوم ہے کہ آسمان وزمین کی تخلیق بنی آدم جیسی مخلوق کی تخلیق سے کہیں عظیم تر ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کا ان عظیم ترین مخلوقات کا پیدا کرنا اور اس پر قدرت رکھنا لوگوں کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کرکے اٹھانے کی عظیم ترین دلیل و برہان ہے؛ کیونکہ جو ذات بڑی عظیم ترین مخلوقات کو پیدا کر چکی ہے اس کے چھوٹی معمولی اور کمزور مخلوق کی تخلیق پر قادر ہونے میں کوئی شک نہیں، بلکہ عظیم ترین مخلوقات کی بنسبت اُن پر وہ بدرجۂ اولیٰ قادر ہوگا اور اُن کی تخلیق ممکن تر ہوگی[2]۔

ارشاد باری ہے:

﴿ أَوَلَمْ يَرَوْا۟ أَنَّ ٱللَّهَ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَٰدِرٍ عَلَىٰٓ أَن يُحْـِۧىَ ٱلْمَوْتَىٰ ۚ بَلَىٰٓ ۚ إِنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٣﴾ ﴾ [الاحقاف: ٣٣]۔

---

(١) دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ١/ ٣٢-٣٥، وأضواء البیان، ١/ ٨٩، ١١٥، ٣/ ٢٢٣، ٧/ ٣٣٤-٣٣٦۔

(٢) دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ١/ ٣٢، وأضواء البیان، ١/ ٨٩، ١١٦۔

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے وہ نہ تھکا، وہ یقیناً مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے؟ کیوں نہ ہو؟ وہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔

رابعاً: سونے کے بعد بیدار ہونا:

نیند کو چھوٹی موت سمجھا جاتا ہے، اور بیدار ہونے کو چھوٹی زندگی، اور جس طرح انسان وحیوان کی نیند اور پھر بیداری کا کام انجام پاتا ہے بعینہ اسی طرح انسان وحیوان کی موت اور کامل زندگی کا کام بھی انجام پاتا ہے [1]، ارشاد باری ہے:

﴿ وَهُوَ ٱلَّذِى يَتَوَفَّىٰكُم بِٱلَّيۡلِ وَيَعۡلَمُ مَا جَرَحۡتُم بِٱلنَّهَارِ ثُمَّ يَبۡعَثُكُمۡ فِيهِ لِيُقۡضَىٰٓ أَجَلٌ مُّسَمًّىۖ ثُمَّ إِلَيۡهِ مَرۡجِعُكُمۡ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمۡ تَعۡمَلُونَ ﴿٦٠﴾ ﴾ [الانعام:٦٠]۔

اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو (ایک گونہ) قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے پھر تم کو جگا اٹھاتا ہے تاکہ میعاد معین تمام کر دی جائے پھر اسی کی طرف تم کو جانا ہے پھر تم کو بتلائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

روحوں اور جسموں کے دوبارہ اٹھائے جانے پر عظیم اور روشن دلائل میں سے ایک دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اہل کہف کو تین سو نو سالوں تک سلانے اور پھر اس طویل عرصہ نیند کے بعد بیدار کرنے کا زندہ واقعہ بھی ہے [2]، ارشاد باری ہے:

﴿ وَكَذَٰلِكَ أَعۡثَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ لِيَعۡلَمُوٓاْ أَنَّ وَعۡدَ ٱللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ ٱلسَّاعَةَ لَا رَيۡبَ فِيهَآ ﴾ [الکهف:٢١]۔

ہم نے اس طرح لوگوں کو ان کے حال سے آگاہ کر دیا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ بالکل سچا

---

① دیکھئے: اضواء البیان، ۴ / ۲۴، وعقیدۃ المؤمن، از ابوبکر جابر الجزائری، ص ۲۶۵۔

② دیکھئے: تفسیر البغوی، ۳ / ۱۶۵، وتفسیر ابن کثیر، ۳ / ۷۸، وتفسیر السعدی، ۵ / ۱۳، وأضواء البیان، ۴ / ۲۲-۲۴۔

ہے اور قیامت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

خامساً: ہرے بھرے درخت سے آگ نکالنا:

جسموں اور روحوں کے دوبارہ اٹھائے جانے کی دلیلوں میں سے نہایت ہرے بھرے تر وتازہ درخت سے جلانے والی خشک آگ نکالنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت بھی ہے، جبکہ یہ دونوں باہم متضاد اور سخت مخالف ہیں، لہٰذا جو ذات ہرے بھرے درخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے وہ مٹی سے زندہ انسان نکالنے پر بدرجۂ اولیٰ قادر ہے، جیسا کہ اُس نے اُسے پہلی بار پیدا کیا ہے[1]، ارشاد باری ہے:

﴿ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُم مِّنَ ٱلشَّجَرِ ٱلْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَآ أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾ ﴾ [یٰس:۸۰]۔

وہی جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی جس سے تم یکایک آگ سلگاتے ہو۔

دوسرا مسلک: حسی دلائل

بعث بعد الموت کے محسوس دلائل میں سے جن کا لوگوں نے عینی مشاہدہ کیا ہے اور ہم تک انہیں عظیم ترین اور تمام کتابوں پر غالب کتاب (قرآن عظیم) نے منتقل کیا ہے، چند دلائل حسب ذیل ہیں:

اولاً: دنیوی زندگی میں اللہ کا مردوں کو زندہ کرنا:

بعث بعد الموت پر عظیم دلائل وبراہین میں سے دنیوی زندگی میں اللہ کا بعض مردوں کو زندہ کرنا ہے؛ کیونکہ جو ایک جان کو مرنے کے بعد زندہ کر دے وہ تمام جانوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۱/ ۳۴، وتفسیر ابن کثیر، ۳/ ۵۸۳۔

﴿مَّا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٢٨﴾﴾ [لقمان:۲۸]۔

تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد جلانا ایسا ہی ہے جیسے ایک جی کا، بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس قسم کی چند دلیلیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب کہا کہ ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لا سکتے جب تک کہ اللہ کو عیاناً اپنے سامنے نہ دیکھ لیں، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مار ڈالا، پھر دوبارہ زندہ کیا، ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿٥٥﴾ ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٦﴾﴾ [البقرۃ:۵۵،۵۶]۔

اور (تم اسے بھی یاد کرو) جب تم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ جب تک ہم اپنے رب کو سامنے نہ دیکھ لیں ہرگز ایمان نہ لائیں گے (جس گستاخی کی سزا میں) تم پر تمہارے دیکھتے ہوئے بجلی گری۔ لیکن پھر اس لئے کہ تم شکرگزاری کرو، اس موت کے بعد بھی ہم نے تمہیں زندہ کر دیا۔

۲۔ اس مقتول کا قصہ جس کے بارے میں بنی اسرائیل کا جھگڑا ہوا، چنانچہ اللہ نے انہیں حکم دیا کہ گائے ذبح کریں اور ایک ٹکڑے سے مقتول کو ماریں، انہوں نے ایسا ہی کیا، بالآخر اللہ نے اس مقتول کو زندہ کر دیا، اور اس نے اپنے قاتل کی خبر دیدی، ارشاد باری ہے:

﴿وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٧٢﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾﴾ [البقرۃ:۷۲،۷۳]۔

جب تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا، پھر اس میں اختلاف کرنے لگے اور تمہاری پوشیدگی کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا۔ ہم نے کہا کہ اس گائے کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر لگا دو، (وہ جی اٹھے گا) اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کر کے تمہیں تمہاری عقلمندی کے لئے اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔

۳۔ ان لوگوں کا واقعہ جو ہزاروں کی تعداد میں تھے، موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان سبھوں کو مار ڈالا، پھر دوبارہ زندہ کیا، ارشاد باری ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ خَرَجُوا۟ مِن دِيَـٰرِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ ٱلْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ ٱللَّهُ مُوتُوا۟ ثُمَّ أَحْيَـٰهُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى ٱلنَّاسِ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٢٤٣﴾ ﴾ [البقرۃ:۲۴۳]۔

کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر کے مارے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا مر جاؤ، پھر انہیں زندہ کر دیا بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل والا ہے، لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

۴۔ اس شخص کا واقعہ جو ایک مردہ بستی سے گزرا اور بعید سمجھا کہ اللہ انہیں زندہ کر سکے گا، چنانچہ اللہ نے اُسے سو سال کے لئے مار ڈالا، پھر زندہ کیا، ارشاد فرمایا:

﴿ أَوْ كَٱلَّذِى مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْىِۦ هَـٰذِهِ ٱللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ ٱللَّهُ مِا۟ئَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُۥ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِا۟ئَةَ عَامٍ فَٱنظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَٱنظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ ءَايَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَٱنظُرْ إِلَى ٱلْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُۥ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٥٩﴾ ﴾ [البقرۃ:۲۵۹]۔

یا اس شخص کے مانند کہ جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی، وہ کہنے لگا اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اسے کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالی نے اسے مار دیا سو سال کے لئے، پھر اسے اٹھایا، پوچھا کتنی مدت تجھ پر گزری؟ کہنے لگا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ، فرمایا بلکہ تو سو سال تک رہا، پھر اب تو اپنے کھانے پینے کو دیکھ کہ بالکل خراب نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ، ہم تجھے لوگوں کے لئے ایک نشانی بناتے ہیں تو دیکھ کہ ہم ہڈیوں کو کس طرح اٹھاتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، جب یہ سب ظاہر ہو چکا تو کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

۵۔ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ، جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت دکھلانے کا سوال کیا؟ تو اللہ نے انہیں حکم دیا کہ چار پرندے ذبح کریں، اور ان کے اجزاء اپنے گرد کے پہاڑوں پر رکھ دیں، پھر انہیں بلائیں، تو یہ تمام اجزاء باہم اکٹھا ہو جائیں گے اور ابراہیم علیہ السلام کی طرف دوڑ آئیں گے (۱)، ارشاد باری ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَىٰ ۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن ۖ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦٠﴾﴾ [البقرة: ۲۶۰]۔

اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ (جناب باری تعالیٰ نے) فرمایا، کیا تمہیں ایمان نہیں؟ جواب دیا ایمان تو ہے لیکن میرے دل کی تسکین ہو جائے گی، فرمایا چار پرندلو، ان کے ٹکڑے کر ڈالو، پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں پکارو، تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں

---

(۱) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۳۱۵، وتفسیر السعدی، ۱/ ۳۲۱۔

گے اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمتوں والا ہے۔

٦۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور انہیں قبروں سے نکالا کرتے تھے، ارشاد باری ہے:

﴿ وَأُحْيِ ٱلْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ﴾ [آل عمران:٤٩]۔

اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَإِذْ تُخْرِجُ ٱلْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ﴾ [المائدۃ:١١٠]۔

اور جب کہ تم مردوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے۔

یہ واقعی حسی دلائل ہیں اور اللہ کی قدرت پر قطعی برہان ہیں، نیز یہ کہ جس ذات نے مارا اور پھر زندہ کیا ہے اُنہیں قیامت کے دن دوبارہ اٹھانے پر قادر ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی①۔

ثانیاً: زمین کو موت کے بعد زندگی دینا:

اللہ تعالیٰ کا زمین کو موت کے بعد زندہ کرنا بعث بعد الموت کے عظیم دلائل میں سے ایک قطعی برہان ہے؛ کیونکہ وہ محسوس دلیل ہے جو لوگوں کے سامنے بار بار پیش آتی ہے اور لوگ اس میں قدرت الٰہی کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں، اور اس لئے بھی کہ جس ذات نے پودے اگائے اور زمین میں ہر قسم کے خوشنما جوڑے بنائے اور زمین کو موت کے بعد زندہ کیا انسانوں کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے②، ارشاد باری ہے:

﴿ يُخْرِجُ ٱلْحَيَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ ٱلْمَيِّتَ مِنَ ٱلْحَيِّ وَيُحْيِ ٱلْأَرْضَ بَعْدَ

① دیکھئے: تفسیر سعدی، ١/ ٣٢١، ومناہج الجدل، ص ٣٢٨۔

② دیکھئے: اضواء البیان، ١/ ٩٠، ١١٦، ٣/ ٢٢٣، ٧/ ٣٣٦، وشرح اُصول الایمان، از محمد بن صالح العثیمین، ص ٤٩۔

مَوۡتِهَاۚ وَكَذَٰلِكَ تُخۡرَجُونَ ﴿١٩﴾ [الروم:١٩]۔

(وہی) زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ اور وہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اسی طرح تم (بھی) نکالے جاؤ گے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ فَٱنظُرۡ إِلَىٰٓ ءَاثَٰرِ رَحۡمَتِ ٱللَّهِ كَيۡفَ يُحۡيِ ٱلۡأَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَآۚ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُحۡيِ ٱلۡمَوۡتَىٰۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ ﴿٥٠﴾ ﴾ [الروم:٥٠]۔

پس آپ رحمت الٰہی کے آثار دیکھیں کہ زمین کی موت کے بعد کس طرح اللہ تعالیٰ اسے زندہ کر دیتا ہے؟ کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، اور وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَمِنۡ ءَايَٰتِهِۦٓ أَنَّكَ تَرَى ٱلۡأَرۡضَ خَٰشِعَةٗ فَإِذَآ أَنزَلۡنَا عَلَيۡهَا ٱلۡمَآءَ ٱهۡتَزَّتۡ وَرَبَتۡۚ إِنَّ ٱلَّذِيٓ أَحۡيَاهَا لَمُحۡيِ ٱلۡمَوۡتَىٰٓۚ إِنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ ﴾ [فصلت:٣٩]۔

اس اللہ کی نشانیوں میں سے (یہ بھی) ہے کہ تو زمین کو دبی دبائی دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ ترو تازہ ہو کر ابھرنے لگتی ہے جس نے اسے زندہ کیا وہی یقینی طور پر مُردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے، بیشک وہ ہر (ہر) چیز پر قادر ہے۔

تیسرا مسلک: شرعی دلائل

اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت کے منکرین پر رد کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَقَالُوٓاْ أَءِذَا ضَلَلۡنَا فِي ٱلۡأَرۡضِ أَءِنَّا لَفِي خَلۡقٖ جَدِيدِۢۚ بَلۡ هُم بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ كَٰفِرُونَ ﴿١٠﴾ * قُلۡ يَتَوَفَّىٰكُم مَّلَكُ ٱلۡمَوۡتِ ٱلَّذِي وُكِّلَ بِكُمۡ ثُمَّ

إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿١١﴾ ﴾ [السجدۃ: ۱۰، ۱۱]۔

انہوں نے کہا کیا جب ہم زمین میں مل جائیں گے کیا پھر نئی پیدائش میں آجائیں گے؟ بلکہ (بات یہ ہے) کہ وہ لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات کے منکر ہیں۔ کہہ دیجئے! کہ تمہیں موت کا فرشتہ فوت کرے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ قٓ ۚ وَٱلْقُرْءَانِ ٱلْمَجِيدِ ﴿١﴾ بَلْ عَجِبُوٓا۟ أَن جَآءَهُم مُّنذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ ٱلْكَـٰفِرُونَ هَـٰذَا شَىْءٌ عَجِيبٌ ﴿٢﴾ أَءِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۖ ذَٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيدٌ ﴿٣﴾ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنقُصُ ٱلْأَرْضُ مِنْهُمْ ۖ وَعِندَنَا كِتَـٰبٌ حَفِيظٌۢ ﴿٤﴾ ﴾

[ق: ۱-۴]۔

ق! بہت بڑی شان والے اس قرآن کی قسم ہے۔ بلکہ انہیں تعجب معلوم ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک آگاہ کرنے والا آیا تو کافروں نے کہا کہ یہ ایک عجیب چیز ہے۔ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے۔ پھر یہ واپسی دور (از عقل) ہے۔ زمین جو کچھ ان سے گھٹاتی ہے وہ ہمیں معلوم ہے اور ہمارے پاس سب یاد رکھنے والی کتاب ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ زمین جو کچھ اُن کے جسموں، کھالوں، ہڈیوں اور بالوں وغیرہ سے کھاتی ہے اُسے اس کا خوب علم ہے، اس سے پوشیدہ نہیں کہ وہ اجزاء کہاں بکھرے اور کہاں چلے گئے، وہ ساری چیزیں اللہ کے پاس محفوظ کتاب میں ہیں[1]۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ بعث بعد الموت کے وقوع اور وجود کے بارے میں اپنے رب کی قسم کھائیں، نیز یہ کہ آسمان و زمین میں ایک ذرہ کے بقدر یا اس سے چھوٹی بڑی

---

(۱) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۳/ ۲۲۳۔

کوئی چیز بھی اللہ سے اوجھل نہیں، نہ ہی کوئی چیز اسے عاجز کرسکتی ہے [1]، ارشاد باری ہے:

﴿ وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ ۖ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴾ [یونس:۵۳]۔

اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی سچ ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی وہ واقعی سچ ہے اور تم کسی طرح اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ (نیز دیکھئے: سبا:۳)

نیز ارشاد ہے:

﴿ زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا ۚ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴾ [التغابن:۷]۔

ان کافروں نے خیال کیا ہے کہ دوبارہ زندہ نہ کیے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں اللہ کی قسم! تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے پھر جو تم نے کیا ہے اس کی خبر دیئے جاؤ گے اور اللہ پر یہ بالکل ہی آسان ہے۔

لہٰذا داعی جب بت پرستوں کو دعوت دینے میں ان مطالب اور اس کے تحت ذکر کردہ مسالک کی روشنی میں حکیمانہ گفتگو اختیار کرے گا تو ان شاء اللہ صحیح رخ اور درستی پر ہوگا، لوگوں کو ان کا مقام و مرتبہ دینے والا ہوگا اور انہیں اپنی دعوت پیش کرنے میں راہ حکیمانہ پر گامزن ہوگا۔

[1] دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۴۲۱، ۳/ ۵۲۶، ۴/ ۳۷۵، و أضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، از شنقیطی، ۶/ ۶۱۳۔

دسواں مبحث: عملی قوت کے ذریعہ دعوت

پہلا مطلب: دعوت الی اللہ کے مراتب

کتاب اللہ سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی درجات و مراتب کے اعتبار سے دعوت کے مراتب یہ ہیں:

ارشاد باری ہے:

﴿ ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ ۖ وَجَٰدِلْهُم بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ ۚ ﴾ [النحل:۱۲۵]۔

اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ ۞ وَلَا تُجَٰدِلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ إِلَّا ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ مِنْهُمْ ۖ ﴾ [العنکبوت:۴۶]۔

اور اہل کتاب کے ساتھ بحث و مباحثہ نہ کرو مگر اس طریقہ پر جو عمدہ ہو مگر ان کے ساتھ جو ان میں ظالم ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ دعوت الی اللہ کے حسب ذیل چار مراتب ہیں:

پہلا مرتبہ: حکمت۔

دوسرا مرتبہ: اچھی نصیحت۔

تیسرا مرتبہ: عمدہ طریقہ سے بحث و مباحثہ۔

چوتھا مرتبہ: طاقت کا استعمال۔

لیکن ضروری ہے کہ حکمت کا مرتبہ بعد کے تمام مراتب میں ہمیشہ قائم رہے، چنانچہ نصیحت کو نصیحت کی جگہ رکھا جائے، بحث ومباحثہ برمحل ہو، اور قوت کا استعمال مناسب جگہ کیا جائے، ساتھ ہی دلیل کے ساتھ حق کی وضاحت کی جائے، اقوال وافعال میں درستی ہو، اور تمام چیزیں ٹھوس اور مستحکم انداز میں انجام دی جائیں۔

اس طور پر ان مراتب کی روشنی میں دعوت کے مخاطبین کے مراتب حسب ذیل ہوں گے:

۱۔ جو سمجھ دار اور بات ماننے والا، حق قبول کرنے والا ہو، ہٹ دھرمی اور انکار نہ کرتا ہو، تو ایسے شخص کے سامنے علمی، عملی اور اعتقادی طور پر حق کھول کر بیان کیا جائے گا، وہ حق قبول کرلے گا اور اس پر عمل پیرا ہوگا۔

۲۔ جو حق کو قبول کرنے والا اور اس کا اقراری ہو؛ البتہ اس کے پاس ایک طرح کی غفلت اور تاخیر ہو، اور ساتھ ہی اتباع حق سے روکنے والے کچھ نفسانی خواہشات اور شہوات بھی ہوں، تو ایسے شخص کو حق کی ترغیب اور باطل سے ڈراوے پر مشتمل عمدہ وعظ ونصیحت سے دعوت دی جائے گی۔

۳۔ جو ہٹ دھرم اور سرکش ہو، ایسے شخص سے عمدہ طریقہ سے بحث ومناظرہ کیا جائے گا[1]۔

۴۔ اگر یہ سرکش ظلم وزیادتی پر اتر آئے، حق کی طرف نہ پلٹے، تو اس کے ساتھ 'اگر ممکن ہو تو' قوت کے استعمال کا مرحلہ اپنایا جائے گا۔

اور طاقت کا استعمال گفتگو کے ذریعہ ہوگا، طاقت واختیار والا ہو تو تادیب کے ذریعہ ہوگا، اسی طرح **کتاب وسنت سے ثابت شروط کی روشنی میں مسلمانوں کے ولی امر (امیر المسلمین) کے جھنڈے تلے اللہ کی راہ میں جہاد کے ذریعہ ہوگا**[2] حکمت کے صحیح مفہوم کا یہی تقاضہ ہے؛ کیونکہ یہ پختگی، استحکام اور

---

① دیکھئے: فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۲/ ۴۴، ۱۵، ۳/ ۲۴۳، ۱۹/ ۱۶۴، ومفتاح دار السعادۃ، از امام ابن القیم، ۱/ ۱۹۴، ۱۹۵، والتفسیر القیم، از ابن القیم، ص ۳۴۴، ومعالم الدعوۃ فی القصص القرآنی، از دیلمی، ۱/ ۵۳۔

② دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۳/ ۴۱۶، ۴/ ۳۱۵، وفتح المجید شرح کتاب التوحید لمحمد بن عبد الوہاب، ص ۸۹، وفتاوی ==

درستگی کے ساتھ ہر چیز کو اپنا موزوں مقام ومرتبہ دینا ہے۔

اور اس کی مزید وضاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور آپ کے اسوہ سے ہوتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایسی حکمت سے نوازا تھا جیسی اللہ نے دنیا والوں میں سے کسی کو نہ دیا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم اور تعلیم و تربیت کو اپنی جگہ اپناتے تھے، وعظ ونصیحت کو اپنی جگہ اپناتے تھے، خوش اسلوبی سے بحث ومناظرہ اپنی جگہ کرتے تھے، اور قوت وطاقت، سختی اور سیف وسنان اپنی جگہ اپناتے تھے، اور یہ حکمت کا سب سے اونچا درجہ تھا، ارشاد باری ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ جَٰهِدِ ٱلْكُفَّارَ وَٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ﴿٩﴾ ﴾ [التحریم:۹]۔

اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

اور دعوت الی اللہ میں یہ عین حکمت ہے (۱)۔

دوسرا مطلب: کفار کے ساتھ عملی قوت اپنانے کے اسباب

جب مدعوین کے اقسام: ملحدین، بت پرستان، اہل کتاب وغیرہ کفار کی دعوت میں سابقہ حکیمانہ باتیں اثر انداز اور کارگر نہ ہوں، اور وہ عقلی، حسی اور شرعی حکیمانہ باتوں نیز اعجازی دلائل اور عمدہ بحث ومناظرہ سے کوئی فائدہ اٹھانے پر آمادہ نہ ہوں، بلکہ روگردانی کریں اور جھٹلائیں تو ایسی صورت میں آخری علاج داغنا یعنی قوت کا استعمال ہے؛ کیونکہ دعوت کی نشر واشاعت، باطل اور باطل پرستوں کی سرکوبی اور حق واہل حق کی نصرت میں اس کی تاثیر بڑی عظیم ہے، ارشاد باری ہے:

== سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ، ۱/ ۹۰، وزاد الداعیۃ الی اللہ، از شیخ محمد صالح العثیمین، ص ۱۵، واضواء البیان، فی ایضاح القرآن بالقرآن، از شیخ محمد الامین بن مختار شنقیطی، ۲/ ۱۷۴-۱۷۵۔

(۱) دیکھئے: التفسیر القیم، از ابن القیم پر شیخ محمد حامد فقی کی تعلیق ص ۳۴۴۔

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۖ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢٥﴾﴾ [الحدید:۲۵]۔

یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔ اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں سخت ہیبت وقوت ہے اور لوگوں کے لیے اور بھی (بہت سے) فائدے ہیں اور اس لیے بھی کہ اللہ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد بے دیکھے کون کرتا ہے، بیشک اللہ قوت والا اور زبردست ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اُس نے رسل علیہم السلام کو روشن نشانیاں یعنی معجزات، دوٹوک دلائل، عیاں براہین اور قطعی حجتیں دیکر مبعوث فرمایا ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق کو واضح اور باطل کو پست کرتا ہے، نیز اللہ نے رسولوں کے ساتھ وہ کتاب اتاری ہے جس میں واضح نشانیاں، ہدایت ورہنمائی اور توضیح ہے، اسی طرح ان کے ساتھ میزان اتارا ہے یعنی گفتار وکردار میں عدل وانصاف، جس کے ذریعہ ظالم سے مظلوم کو انصاف دلایا جاتا ہے، حق قائم کیا جاتا ہے، اور اُس کی روشنی میں لوگوں کے ساتھ حق وانصاف کا معاملہ کیا جاتا ہے، ساتھ ہی ساتھ اللہ نے لوہا اتارا ہے جس میں حق کے مخالف کے لئے طاقت، ڈانٹ اور تنبیہ وتوبیخ ہے، لہٰذا لوہا اس شخص کے لئے ہے جس پر حجت وبرہان اور دلیل مفید اور کارگر نہ ہو، تو ان شاء اللہ ایسی صورت میں حق منوانے اور باطل کی سرکوبی کے لئے فولاد ہے۔ اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

فَمَا هُوَ إِلاَّ الْوَحْيُ أَوْ حَدُّ مُرْهَفٍ ‏ ‏ ‏ تُمِيلُ ظُبَاهُ أَخْدَعَيْ كُلِّ مَائِلِ

فَهَذَا دَوَاءُ الدَّاءِ مِنْ كُلِّ عَالِمٍ ‏ ‏ ‏ وهَذَا دواءُ الدَّاءِ من كلّ جَاهِلِ

هوَ الحــقُّ إنْ تستيقِظُوا فيه تَغْنَمُوا وإن تَغْفَلُوا فالسَّيْفُ لَيْسَ بغـافِلِ[1]

یہ تو بس وحی الٰہی ہے یا شمشیر کی دھار، جس کی دھاریں ہر گمراہ و منحرف کی شہ رگیں مائل کر دیتی ہیں، چنانچہ یہ ہر عالم کی بیماری کا علاج ہے اور وہ ہر جاہل کے مرض کا علاج ہے، یہی حق ہے، اگر بیدار ہو جاؤ گے تو فائدہ میں رہو گے اور اگر غافل رہ گئے تو تلوار غافل نہیں ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مراد لیتے ہوئے ایک دوسرا شاعر کہتا ہے:

قالوا غَــــزَوْتَ ورسْلُ اللَّه ما بُعثوا لقتْلِ نفسٍ ولا جـاءُوا لسفكِ دم

جهلٌ وتضليلُ أحــــلامٍ وسفسطة فتحتَ بالسيف بعد الفتح بالقلم

لما أتى لكَ عفــواً كلُّ ذي حَسَبٍ تكــفَّلَ السيفُ بالجهالِ والعَمَم[2]

لوگ کہتے ہیں: آپ نے لڑائی کی ہے، حالانکہ اللہ کے رسل علیہم السلام نہ تو کسی کی جان لینے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں نہ خون بہانے آئے ہیں، حالانکہ یہ جہالت، عقلوں کی گمرہی اور مغالطہ ہے، دراصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلم سے فتح کے بعد تلوار سے فتح کیا ہے، تب آپ کے پاس ہر اونچے حسب والا معذرت خواہ ہو کر آیا اور تلوار نے جاہل عوام کا ذمہ لے لیا۔

اور کسی شاعر نے کیا ٹھوس بات کہی ہے:

دعا المصطفى دهــراً بمكةَ لم يُجب وقــــد لان منه جانبٌ وخطابُ

فلما دعــــا والسيفُ صلتٌ بِكفِّهِ له أسلموا واستسلموا وأنـــابوا[3]

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں ایک عرصہ تک لوگوں کو دعوت دی حالانکہ آپ بڑا نرم معاملہ اور نرم گفتگو کرتے رہے لیکن پوری طرح قبول نہ کی گئی، البتہ جب اپنی ہتھیلی میں تلوار سونت کر دعوت دی، تو

---

① دیوان ابوتمام، بشرح خطیب تبریزی، ۳/ ۸۶-۸۷۔

② الشوقیات: یعنی احمد شوقی کے اشعار، ۱/ ۲۰۱، اور عمم عوام کے معنیٰ کا اسم جامع ہے۔

③ دیکھئے: فتاویٰ شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز، ۳/ ۱۸۴، ۲۰۴۔

سب آپ کے تابع ہو گئے، سر تسلیم خم کر لیا اور حق کی طرف مائل ہو گئے۔

خلاصۂ کلام اینکہ عقلمند سلیم الفطرت شخص دلیل و برہان سے فائدہ اٹھاتا ہے اور دلیل کی بنیاد پر حق تسلیم کر لیتا ہے، لیکن ظالم خواہش پرست شخص شمشیر اور دیگر ہتھیاروں کے بغیر باز نہیں آتا[1]، اسی لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا دعوت دین کی راہ میں نہایت حکیمانہ قوت ہے۔

تیسرا مطلب: اللہ کی راہ میں جہاد کی قوت

اللہ کی راہ میں جہاد[2] فرائض کے بعد بندوں کی اللہ سے قربت کا ایک عظیم ذریعہ ہے، کیونکہ اس سے مومنوں کی نصرت، کلمۂ دین کی سربلندی، ہٹ دھرم سرکش کفار اور منافقین کی سرکوبی اور اس کے

---

① دیکھئے: الامام محمد بن عبدالوھاب: دعوتہ وسیرتہ، از علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز،ص ۲۸، وفتاویٰ امام ابن تیمیہ، ۲۸ / ۷ ۳، ۲۶۴، وتفسیر ابن کثیر، ۳ / ۴۱۶، ۴ // ۳۱۵، وتفسیر السعدی، ۷ / ۳۰۱۔

② عربی زبان میں جہاد: طاقت واستطاعت بھر قول یا فعل صرف کرنے اور انڈیلنے کو کہتے ہیں۔اور شریعت میں: کافروں، باغیوں اور مرتدوں وغیرہ کی سرکوبی میں مسلمانوں کا قوت صرف کرنا جہاد کہلاتا ہے۔ یہ فرض کفایہ ہے البتہ درج ذیل تین حالات میں فرض عین ہو جاتا ہے:

۱۔ جب مسلمان میدان کارزار میں حاضر ہو۔

۲۔ جب دشمن مسلمانوں کے کسی ملک یا علاقہ میں داخل ہو جائے۔

۳۔ جب امام المسلمین جہاد کے لئے نکلنے کا مطالبہ کرے۔

دیکھئے: النھایۃ فی غریب الحدیث، از امام ابن الاثیر، باب جیم مع ہاء، والمصباح المنیر، مادہ ’’جھد‘‘ ۱ / ۱۱۲، والمغنی، از ابن قدامہ، ۳ / ۵-۸، والقتال فی الاسلام، ص ۱۱۔ اور امام ابن القیم نے ذکر کیا ہے کہ جنس جہاد فرض عین ہے: خواہ دل سے ہو، یا زبان سے ہو، یا مال سے ہو، یا ہاتھ سے۔

لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ حاجت اور طاقت کے مطابق ان طریقوں میں سے کسی طریقہ سے اللہ کی راہ میں جہاد کرے؛ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ’’جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَلْسِنَتِكُمْ، وَأَنْفُسِكُمْ، وَأَمْوَالِكُمْ، وَأَيْدِيكُمْ‘‘ (مشرکین سے اپنی زبان، اپنی جان، اپنے مال، اور اپنے ہاتھ سے جہاد کرو) [اسے امام ابوداود، نسائی، دارمی اور احمد نے روایت کیا ہے، اور الفاظ مسند احمد ہی کے ہیں، ۳ / ۱۵۳، نیز دیکھئے: زاد المعاد، ۳ / ۶، ۱۰ / ۱۲]۔

علاوہ بہت سی مصلحتیں اور نیک نتائج انجام پاتے ہیں۔ جہاد کے کچھ مقاصد، مراحل، اقسام اور مراتب و درجات ہیں، اگر مجاہدین انہیں جان لیں اور ان پر عمل پیرا ہو جائیں تو یقیناً دعوت الی اللہ میں عملی قوت کی حکمت سے ہمکنار ہو جائیں گے۔

میں ان باتوں کو ان شاء اللہ حسب ذیل مسالک میں بیان کروں گا:

پہلا مسلک: جہاد کے اغراض و مقاصد۔

دوسرا مسلک: جہاد کے مراحل۔

تیسرا مسلک: جہاد کے لئے تیاری۔

چوتھا مسلک: جہاد کی قوت کے اصول وضوابط۔

پانچواں مسلک: جہاد کے مراتب اور اس کی قسمیں۔

پہلا مسلک: جہاد کے اغراض و مقاصد:

جہاد کی دو قسمیں ہیں: جہاد طلب اور جہاد دفاع، اور ان دونوں کا مقصود حسب ذیل ہے:

۱۔ اللہ کے کلمہ کی سربلندی، اس کے دین کی نشر و اشاعت، لوگوں کو اس کی دعوت اور انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لانا، ارشاد باری ہے:

﴿وَقَٰتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ ٱلدِّينُ لِلَّهِ﴾ [البقرۃ: ۱۹۳]۔

ان سے لڑو جب تک کہ فتنہ نہ مٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب نہ آجائے۔

۲۔ مظلوموں کی مدد: ارشاد باری ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَٰتِلُونَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلرِّجَالِ وَٱلنِّسَآءِ وَٱلْوِلْدَٰنِ ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ ٱلْقَرْيَةِ ٱلظَّالِمِ أَهْلُهَا وَٱجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَٱجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ۝٧٥﴾

[النساء:۷۵]۔

بھلا کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان ناتواں مردوں، عورتوں اور ننھے بچوں کے چھٹکارے کے لئے جہاد نہ کرو؟ جو یوں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لئے خود اپنے پاس سے حمایتی مقرر کر دے اور ہمارے لئے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا۔

۳۔ظلم وسرکشی کا ازالہ، اسلام کی حفاظت اور عقیدۂ توحید کی حمایت، ارشاد باری ہے:

﴿ فَمَنِ ٱعۡتَدَىٰ عَلَيۡكُمۡ فَٱعۡتَدُواْ عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا ٱعۡتَدَىٰ عَلَيۡكُمۡۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلۡمُتَّقِينَ ١٩٤ ﴾ [البقرة:۱۹۴]۔

جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی کے مثل زیادتی کرو جو تم پر کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَلَوۡلَا دَفۡعُ ٱللَّهِ ٱلنَّاسَ بَعۡضَهُم بِبَعۡضٖ لَّهُدِّمَتۡ صَوَٰمِعُ وَبِيَعٞ وَصَلَوَٰتٞ وَمَسَٰجِدُ يُذۡكَرُ فِيهَا ٱسۡمُ ٱللَّهِ كَثِيرٗاۗ وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ٤٠ ﴾ [الحج:۴۰]۔

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجدیں بھی ڈھادی جاتیں جہاں اللہ کا نام بہ کثرت لیا جاتا ہے۔ جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے۔

دوسرا مسلک: جہاد کی قوت کے مراحل:

اسلام میں جہاد تین مراحل میں مشروع ہوا:

پہلا مرحلہ: فرضیت اور اجبار کے بغیر مسلمانوں کو جہاد کی محض اجازت، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا۟ ۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾﴾ [الحج:٣٩]۔

جن (مسلمانوں) سے (کافر) جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں بیشک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے۔

دوسرا مرحلہ: مسلمانوں سے لڑنے والوں سے لڑنا اور باز رہنے والوں سے باز رہنا، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَخُذُوهُمْ وَٱقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوا۟ مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿٨٩﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَٰقٌ أَوْ جَآءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَن يُقَٰتِلُوكُمْ أَوْ يُقَٰتِلُوا۟ قَوْمَهُمْ ۚ وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَٰتَلُوكُمْ ۚ فَإِنِ ٱعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَٰتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا۟ إِلَيْكُمُ ٱلسَّلَمَ فَمَا جَعَلَ ٱللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ﴿٩٠﴾﴾ [النساء:٨٩،٩٠]۔

پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو انہیں پکڑو اور قتل کرو جہاں بھی یہ ہاتھ لگ جائیں، خبردار! ان میں سے کسی کو اپنا رفیق اور مددگار نہ سمجھ بیٹھنا۔ سوائے ان کے جو اس قوم سے تعلق رکھتے ہوں جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے یا جو تمہارے پاس اس حالت میں آئیں کہ تم سے جنگ کرنے سے بھی تنگ دل ہیں اور اپنی قوم سے بھی جنگ کرنے سے تنگ دل ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا اور وہ تم سے یقیناً جنگ کرتے، پس اگر یہ لوگ تم سے کنارہ کشی اختیار کر لیں اور تم سے لڑائی نہ کریں اور تمہاری جانب صلح کا پیغام ڈالیں، تو اللہ تعالیٰ نے

تمہارے لئے ان پر کوئی راہ لڑائی کی نہیں کی۔ (نیز دیکھئے: الکہف: ۲۹، والبقرۃ: ۱۹۰-۲۵۶)

تیسرا مرحلہ: تمام کفار و مشرکین کو اسلام کی دعوت اور پیغام پہنچانے کے باوجود جب وہ کفر پر ڈٹے رہیں، باز نہ آئیں تو ان سے جہاد کرنا اور ان کے ملکوں میں ان سے لڑنا، چنانچہ ان سے جہاد کیا جائے یہاں تک کہ فتنہ نہ رہ جائے اور دین پورا کا پورا اللہ کا ہو جائے۔ تاکہ پوری دنیا میں خیر و بھلائی عام ہو جائے، اسلام کا دائرہ وسیع ہو جائے، دعوت توحید کی راہ سے کفر و الحاد کے داعیان کا خاتمہ ہو جائے، شریعت اسلامیہ کے عادلانہ حکم کی نعمت سے بندگان الٰہی فیضیاب ہوں، اور اس دین کی بدولت دنیا کی تنگی سے نکل کر اسلام کی وسعتوں میں مخلوق کی بندگی سے نکل کر خالق حقیقی کی بندگی میں اور ظالموں کے سے ظلم سے نکل کر اسلامی شریعت کے عدل و انصاف اور اس کے نیک احکام میں داخل ہو جائیں۔

اور جہاد جاری رہے گا تا آنکہ وہ اللہ کے دین میں داخل ہو جائیں یا پھر شرائط کے ساتھ جزیہ کی ادائیگی کا التزام کریں، اگر وہ اس کے حدود میں آتے ہوں①، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿قَٰتِلُواْ ٱلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَلَا بِٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ ٱلۡحَقِّ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ حَتَّىٰ يُعۡطُواْ ٱلۡجِزۡيَةَ عَن يَدٖ وَهُمۡ صَٰغِرُونَ ۝٢٩﴾ [التوبہ: ۲۹]۔

ان لوگوں سے لڑو، جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے جو اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ شے کو حرام نہیں جانتے، نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان لوگوں میں جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ذلیل و خوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

اسلام کا یہی فیصلہ ہے اور اسی پر ہمارے نبی محمد ﷺ کی وفات ہوئی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس

---

① جزیہ کن لوگوں سے لیا جائے گا اور کن سے نہیں، اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: زاد المعاد، از ابن القیم، ۳/ ۱۵۳، وفتاویٰ ابن باز، ۳/ ۱۹۰، وفضل الجهاد والمجاهدين، از ابن باز ص ۲۱۔

بارے میں آیت سیف نازل فرمائی ہے، جو اللہ کی نازل کردہ آخری آیات میں سے ہے:

﴿ فَإِذَا ٱنسَلَخَ ٱلْأَشْهُرُ ٱلْحُرُمُ فَٱقْتُلُوا۟ ٱلْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَٱحْصُرُوهُمْ وَٱقْعُدُوا۟ لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا۟ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا۟ سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝٥ ﴾ [التوبہ:۹]۔

پھر حرمت والے مہینوں کے گزرتے ہی مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو انہیں گرفتار کرو، ان کا محاصرہ کرلو اور ان کی تاک میں ہر گھاٹی میں جا بیٹھو، ہاں اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہیں چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَقَـٰتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ ٱلدِّينُ كُلُّهُۥ لِلَّهِ ۚ﴾ [الانفال:۳۹]۔

اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جائے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلاَةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الإِسْلاَمِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ“①۔

مجھے (اللہ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں اس وقت تک کہ وہ اس بات کا اقرار کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الایمان، باب: فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ، ۱/ ۷۵، حدیث (۲۵)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ۱/ ۵۳، حدیث (۲۲)۔

ہیں اور نماز ادا کرنے لگیں اور زکوٰۃ دیں، جس وقت وہ یہ کرنے لگیں گے مجھ سے اپنے جان ومال کو محفوظ کرلیں گے، سوائے اسلام کے حق کے' اوران کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

یہ اس صورت میں ہے جب مسلمانوں کو اپنے دشمنوں سے اللہ کی راہ میں جہاد ولڑائی کرنے کی طاقت ہو، البتہ اگر طاقت نہ ہوتو سورۂ نساء کی آیت کریمہ اوراس کے ہم معنیٰ مراحل جہاد ① کے دوسرے مرحلہ میں وارد حکم پر عمل کرتے ہوئے اُنہیں ان سے لڑنا چاہئے جو ان سے لڑیں اور ظلم وزیادتی کریں، اوران سے باز رہنا چاہئے جو ان سے باز رہیں، ارشاد باری ہے:

﴿ وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلۡمِ فَٱجۡنَحۡ لَهَا وَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ ۝٦١ ﴾ [الانفال:٦١]۔

اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا اور اللہ پر بھروسہ رکھ، یقیناً وہ بہت سننے جاننے والا ہے۔

اوراس آیت اور سورۂ توبہ اوراس کے ہم معنیٰ آیات میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ سورۂ توبہ کی آیت کریمہ میں کفار سے جہاد کا حکم ہے، بشرطیکہ جہاد ممکن ہو لیکن اگر دشمن طاقتور ہو تو صلح بھی جائز ہے جیسا کہ سورۂ انفال کی آیت اس پر دلالت کرتی ہے اور صلح حدیبیہ کے روز نبی کریم ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا، لہٰذا دونوں میں کوئی ٹکراؤ یا نسخ وتخصیص نہیں ہے، واللہ اعلم ②۔

اور معاملہ مسلمانوں کے ولی امیر (امیر) کے ہاتھ میں ہوگا، اگر وہ چاہے تو قتال کرے ورنہ باز رہے، اور اگر چاہے تو قوت وطاقت اور مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق کسی قوم سے جہاد کرے کسی

---

① علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ قول منسوخ کہنے سے زیادہ درست اور مناسب تر ہے، اور یہی قول شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا بھی ہے، اوراس سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور کے جن مصنفین نے کہا ہے: کہ جہاد دفاع کے لئے مشروع ہوا ہے طلب کے لئے نہیں! اُن کی بات صحیح نہیں' اور نصوص کے خلاف ہے۔ دیکھئے: فضل الجهاد، از علامہ ابن باز، ص ۲۶، نیز فتاویٰ علامہ ابن باز، ۳/ ۱۷۱۔

② تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۳۲۴۔

سے نہ کرے، نہ کہ اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق۔ البتہ جب ان کے پاس اتنی طاقت وقوت اور ہتھیار وغیرہ فراہم ہو جائے جس سے وہ تمام کفار سے جہاد کر سکیں تو تمام لوگوں سے اعلان جنگ کر دیں اور سب کے ساتھ اکٹھا جہاد کریں[۱]۔

تیسرا مسلک: قوت جہاد کی تیاری:

دو عظیم طاقتوں کی تیاری کے بغیر جہاد طاقتور نہیں ہوسکتا:

۱۔ ایمان اور عمل صالح کی طاقت، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيۡنَا نَصۡرُ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ۝٤٧ ﴾ [الروم:۴۷]۔

پھر ہم نے گناہ گاروں سے انتقام لیا۔ ہم پر مومنوں کی مدد کرنا لازم ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن تَنصُرُواْ ٱللَّهَ يَنصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ أَقۡدَامَكُمۡ ۝٧ وَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فَتَعۡسٗا لَّهُمۡ وَأَضَلَّ أَعۡمَٰلَهُمۡ ۝٨ ﴾ [محمد ۷،۸]۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ اور جو لوگ کافر ہوئے انہیں ہلاکی ہو اللہ ان کے اعمال غارت کر دے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَيَوۡمَ يَقُومُ ٱلۡأَشۡهَٰدُ ۝٥١ ﴾ [غافر:۵۱]۔

یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد زندگانی دنیا میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔

---

[۱] دیکھئے: فتاویٰ ابن باز، ۳ / ۱۹۳، وفتاویٰ ابن تیمیہ، ۱۳ / ۱۶۔

چنانچہ تمام واجبات کی انجام دہی اور تمام محرمات سے اجتناب اللہ کی نصرت وتائید کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے۔

۲۔ حسب استطاعت مسلمانوں کی فولادی ومادی قوت، ارشاد باری ہے:

﴿وَأَعِدُّوا۟ لَهُم مَّا ٱسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ ٱلْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِۦ عَدُوَّ ٱللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ [الانفال:٦٠]۔

تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو۔

اور تیاری حالات وظروف کے اعتبار سے ہوگی، جو مسلمانوں کی وسعت کے مطابق ہر وسیلہ کو شامل ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ"[1]۔

تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو، سن لو! طاقت تو تیراندازی ہے، خبردار! طاقت تو تیراندازی ہے، خبردار! طاقت تو تیراندازی ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ اگر مسلمانوں کے بس میں ہو تو بری، بحری اور فضائی تمام تر قوتیں تیار کی جائیں[2]، اور ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے تحفظ اور بچاؤ کا سامان لے لیں، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ خُذُوا۟ حِذْرَكُمْ﴾ [النساء:٧١]۔

اے مسلمانو! اپنے بچاؤ کا سامان لے لو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں کی چالوں سے بچنے کے اسباب ووسائل پر خاص توجہ رکھنا

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرمی والحث علیہ وذم من علمہ ثم نسیہ، ۳/ ۱۵۲۲، حدیث (۱۹۱۷)۔

(۲) دیکھئے: عناصر القوۃ فی الاسلام، از سید سابق ص ۲۲۳، وتفسیر السعدی، ۳/ ۱۸۳۔

ضروری ہے، اور اس میں ہتھیاروں، جسموں، مجاہدین کو مختلف قسم کے ہتھیاروں اور ان کے استعمال کی ٹریننگ اور دشمن سے جہاد اور ان کی چالوں سے حفاظت کے سلسلہ میں توجیہ ورہنمائی وغیرہ سے متعلق تمام قسم کی تیاریاں شامل ہیں، اللہ عزوجل نے تیاری اور سامان تحفظ اپنانے کا حکم مطلق رکھا ہے، کسی خاص قسم اور حالت کا ذکر نہیں کیا ہے، اور یہ محض اسی لئے کہ حالات مختلف ہوا کرتے ہیں، ہتھیاروں کی نت نئی قسمیں ہوتی ہیں، دشمن کم وبیش اور کمزور وطاقت ور ہوا کرتا ہے، لہٰذا مسلم قائدین اوران کے اعیان ومفکرین کو چاہئے کہ اپنے دشمنوں سے جہاد کے لئے حسب استطاعت قوت اور اپنی صوابدید کے مطابق اس سلسلہ میں چال کی تیاری کریں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”الْحَرْبُ خَدْعَةٌ“[۱]۔

جنگ دھوکے کا نام ہے۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جنگ میں مدمقابل اپنے دشمن پر بسااوقات مکروفریب اور دھوکے سے اتنا قابو پالیتا ہے جتنا طاقت وقوت اور تعداد سے نہیں پاتا، اور یہ تجربہ شدہ معروف بات ہے[۲]۔

چوتھا مسلک: جہادی قوت کے ضوابط:

جس طرح مذکورہ باتیں دعوت الی اللہ میں قوت کا صحیح مفہوم ہیں، اسی طرح یہ بھی واضح رہے کہ اللہ کی راہ میں جہادی قوت کے کچھ اصول وضوابط ہیں، جن کی پابندی مجاہدین پر لازم ہے، اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَعْتَدُوٓا۟ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ ۝١٩٠﴾ [البقرة:۱۹۰]۔

اور زیادتی نہ کرو، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

---

[۱] صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب جواز الخداع في الحرب، ۳/ ۱۳۶۱، حدیث (۱۷۳۹)، نیز دیکھئے: شرح نووی، ۱۲/ ۱۵۔

[۲] فضل الجهاد والمجاهدین، ص ۲۸، وفتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸/ ۲۵۳۔

چنانچہ اس زیادتی میں منع کردہ امور کا ارتکاب بھی داخل ہے، مثلاً: مثلہ کرنا، مال غنیمت میں خیانت کرنا، عورتوں، بچوں، بوڑھوں (جن کا کوئی راےئے مشورہ نہ ہو، نہ ہی وہ لڑنے والے ہوں) راہبوں، مریضوں، اندھوں اور گرجا گھروں میں رہنے والوں کا قتل کرنا وغیرہ؛ لیکن ان میں سے جو لڑے یا کفار و مشرکین اس کی رائے مشورہ سے مدد لیں، اسے قتل کر دیا جائے گا[1]۔

اسی طرح اس میں بلا ضرورت و مصلحت جانور کو قتل کرنا، درختوں کو جلانا، کھیتیوں، پھلوں اور پانی کو تباہ کرنا، کنوؤں کو لت پت کرنا اور گھروں وغیرہ کو ڈھانا بھی داخل ہے[2]، اسی لئے نبی کریم ﷺ جب کسی لشکر یا سریہ کا امیر مقرر کرتے تھے تو اسے خصوصیت کے ساتھ تقویٰ کی وصیت فرماتے تھے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کو خیر کی تلقین کرتے تھے، پھر فرماتے تھے:

’’اغْزُوا بِاسْمِ اللهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ، اغْزُوا وَلَا تَغُلُّوا، وَلَا تَغْدِرُوا، وَلَا تَمْثُلُوا، وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا، وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ ...‘‘[3]۔

اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں لڑو، اللہ کے کفر کرنے والوں سے قتال کرو، لڑو، مال غنیمت میں خیانت نہ کرو، نہ ہی مثلہ کرو، نہ کسی بچے کو قتل کرو، اور جب اپنے مشرک دشمنوں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو اُنہیں تین باتوں کی دعوت دو.....۔

پھر نبی کریم ﷺ نے اُن کی حسب ذیل وضاحت فرمائی:

(الف) انہیں اسلام اور ہجرت کی دعوت دے، یا ہجرت کے بجائے صرف اسلام کی دعوت دے، اور یہ اعرابی مسلمانوں کے طرح ہوں گے۔

---

① دیکھئے: المغنی، از امام ابن قدامہ، ۱۳ / ۱۷۵-۱۷۹۔

② دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۱ / ۲۲۷، وعناصر القوۃ فی الاسلام ص ۲۱۲۔

③ صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب تامیر الامام الأمراء علی البعوث، ۳ / ۱۳۵۷، حدیث (۱۷۳۱)۔

(ب) اگر وہ اسلام لانے سے انکار کریں تو انہیں جزیہ (ٹیکس) دینے کی دعوت دے۔

(ج) اگر وہ ان تمام باتوں سے انکار کریں تو اللہ سے مدد چاہتے ہوئے اُن سے قتال کرے [1]۔

اسی طرح ضوابط کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾﴾ [الانفال:۵۸]۔

اور اگر تجھے کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دے، اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

چنانچہ اگر مسلمانوں اور کافروں کے درمیان کوئی معاہدہ یا امان ہو تو مسلمانوں کے لئے اس کا توڑنا جائز نہیں، یہاں تک کہ مدت ختم ہو جائے، لیکن اگر مسلمانوں کو اپنے دشمنوں سے معاہدہ شکنی کا اندیشہ ہو، مثلاً دشمنان صراحت تو نہ کریں لیکن اُن کے حالات کے قرائن سے کچھ ایسا ظاہر ہو جس سے ان کی عہد شکنی کا اندازہ لگے، تو ایسی صورت میں مسلمان اُنہیں اطلاع کر دیں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں رہا، یہاں تک مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کو اس کا یکساں علم ہو۔

اور آیت کریمہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جب دشمنوں کی جانب سے یقینی خیانت پائی جائے تو اُنہیں معاہدہ باقی نہ رہ جانے کی خبر دینے کی کوئی حاجت نہیں؛ کیونکہ اُن کی معاہدہ شکنی کا اندیشہ نہیں، یقینی علم ہو چکا ہے۔

نیز آیت کریمہ کے مفہوم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب اُن سے خیانت کا اندیشہ نہ ہو؛ بایں طور کہ اس کا کوئی قرینہ موجود نہ ہو، تو ان کے ساتھ عہد شکنی کرنا جائز نہیں، بلکہ مقررہ مدت تک معاہدہ پورا کرنا ضروری ہے [2]۔

---

① دیکھئے: صحیح مسلم، ۳/ ۱۳۵۷، وزاد المعاد، ۳/ ۱۰۰۔

② دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۳۲۱، وتفسیر السعدی، ۳/ ۱۸۳- ۱۸۴۔

اسی لئے سلیم بن عامر بیان کرتے ہیں:

”كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ الرُّومِ عَهْدٌ وَكَانَ يَسِيرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتَّى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ غَزَاهُمْ، فَجَاءَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ أَوْ بِرْذَوْنٍ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدَرَ، فَنَظَرُوا فَإِذَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ”**مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَشُدُّ عُقْدَةً وَلَا يَحُلُّهَا حَتَّى يَنْقَضِيَ أَمَدُهَا أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ**“ فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ“[1]۔

معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے مابین معاہدہ تھا، اور وہ اُن کی سرزمین کی طرف جارہے تھے کہ جیسے ہی معاہدہ کی مدت پوری ہوگی ان پر حملہ آور ہو جائیں گے، اتنے میں ایک شخص گھوڑے یا ترکی گھوڑے پر سوار ہو کر آیا اور کہنے لگا: اللہ اکبر، اللہ اکبر، معاہدہ پورا کرو، معاہدہ شکنی نہ کرو! لوگوں نے دیکھا تو وہ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے، چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوا کر سبب دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو وہ ہرگز نہ تو اُس میں شدت برتے نہ ہی اُسے کھولے (یعنی بالکل اس کی خلاف ورزی نہ کرے) یہاں تک کہ اس کی مدت گذر جائے، یا پھر برابری کے ساتھ پیشگی معاہدہ کے ختم کی اطلاع دے“ یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے۔

یہ ظلم وزیادتی کرنے اور اللہ کی راہ سے روکنے والوں کی دعوت میں عین حکمت ہے۔

---

[1] سنن ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی الامام یکون بینه وبین العدو عهد فیسیر إلیه، ۳/ ۸۳، حدیث (۲۷۵۹)، نیز دیکھئے: صحیح سنن ابو داود، ۲/ ۵۲۸، وجامع ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی الغدر، حدیث (۱۵۸۰)، اور وہ فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

پانچواں مسلک: جہادی قوت کے مراتب اور اس کی قسمیں:

جہاد کے چار مراتب ہیں: نفس سے جہاد، شیطان سے جہاد، کفار ومنافقین سے جہاد اور ظلم اور بدعات ومنکرات کے مرتکبین سے جہاد۔

ا۔ نفس سے جہاد:

اس کے چار مراتب ہیں:

(الف) دین وہدایت کے امور سیکھنے کی بابت نفس سے جہاد کرنا، جس کے بغیر دنیا وآخرت میں نفس کی سعادت وکامرانی کا کوئی تصور نہیں۔

(ب) علم کے بعد اس پر عمل کی بابت نفس سے جہاد کرنا، ورنہ عمل کے بغیر محض علم کا حصول نفس کے حق میں اگر مضر نہ ہو تو مفید بھی نہ ہوگا۔

(ج) علم وبصیرت کے ساتھ دین کی دعوت دینے، اور جنہیں اس کا علم نہیں انہیں اس کی تعلیم دینے پر نفس سے جہاد کرنا، ورنہ وہ اللہ کی نازل کردہ ہدایت اور روشن نشانیوں کو چھپانے والوں میں سے ہو جائے گا، اور اس کا علم نہ تو اسے نفع دے گا نہ ہی اللہ کے عذاب سے بچائے گا۔

(د) دعوت الی اللہ کی صعوبتوں اور مخلوق کی ایذا رسانی پر صبر کرنے پر نفس سے جہاد کرنا، اور یہ کہ وہ ان تمام چیزوں کو اللہ واسطے برداشت کرے، چنانچہ جو علم حاصل کرے گا، اس پر عمل کرے گا اور مشقتوں پر صبر کرے گا اُسے آسمانوں کی ملکوت میں عظیم پکارا جائے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱلۡعَصۡرِ ۝١ إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ لَفِي خُسۡرٍ ۝٢ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلصَّبۡرِ ۝٣﴾ [العصر:١-٣]۔

زمانے کی قسم۔ بیشک (بالیقین) انسان سرتاسر نقصان میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک

دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔

۲۔ شیطان سے جہاد:

اس کے دو مراتب ہیں:

(الف) شیطان ایمان کی بابت جو برے شکوک وشبہات بندے کے دل میں ڈالتا ہے اس کے دفاع میں اُس سے جہاد کرنا۔

(ب) شیطان جو نفسانی خواہشات اور فاسد ارادے بندے کے دل میں ڈالتا ہے اس کے دفاع میں اُس سے جہاد کرنا، چنانچہ پہلا جہاد یقین کے بعد اور دوسرا صبر کے بعد ہوتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴿٢٤﴾ ﴾ [السجدة: ۲۴]۔

اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

اور شیطان انسان کا خبیث ترین دشمن ہے، ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ﴾ [فاطر: ٦]۔

یاد رکھو! شیطان تمہارا دشمن ہے، تم اسے دشمن جانو۔

۳۔ کفار ومنافقین سے جہاد:

اس کے چار مراتب ہیں:

(الف) دل سے۔ (ب) زبان سے۔ (ج) مال سے۔ (د) ہاتھ سے۔

اور کافروں کے ساتھ ہاتھ سے جہاد اور منافقین کے ساتھ زبان سے جہاد زیادہ خصوصیت رکھتا ہے۔

۴۔ ظلم وسرکشی اور بدعات ومنکرات کے مرتکبین سے جہاد:

اس کے تین مراتب ہیں:

(الف) اگر مجاہد کے پاس طاقت ہو تو ہاتھ سے جہاد کرے۔

(ب) اگر ہاتھ سے عاجز ہو تو زبان سے کرے۔

(ج) اگر زبان سے بھی عاجز ہو تو دل سے کرے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ''[۱]۔

تم میں سے جو کوئی منکر (برائی) دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اس اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

یہ جہاد کے تیرہ مراتب ہیں، اور اللہ کے یہاں لوگوں میں کامل ترین وہ ہے جو جہاد کے تمام مراتب انجام دے، اور اللہ کے یہاں مخلوق کے مراتب و درجات جہاد میں ان کے مراتب کے اعتبار سے مختلف ہوں گے، اسی لئے اللہ کے یہاں مخلوق میں کامل ترین اور سب سے معزز و محترم ہستی اللہ کے انبیاء ورسل علیہم السلام کے خاتم محمد ﷺ ہیں، کیونکہ آپ نے مراتب جہاد کی تکمیل فرمائی ہے اور اللہ کی راہ میں کما حقہ جہاد کیا ہے[۲]۔ تا دم گردش لیل ونہار آپ ﷺ پر اللہ کی رحمت وسلامتی کی برکھا ہو۔

چونکہ خارج میں اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنا اللہ کے ذات کی بابت بندے کے اپنے نفس سے جہاد کی فرع ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

---

۱ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون النھی عن المنکر من الایمان، ۱/ ۶۹، حدیث (۴۹)۔

۲ دیکھئے: زاد المعاد، ۳/ ۱۰، ۱۲۔

''أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالْمُؤْمِنِ؟ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ، وَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوبَ''[۱]۔

کیا میں تمہیں مومن کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنے جان و مال کے سلسلہ میں بے خوف ہوں، اور مسلمان وہ ہے جس کی زبان و ہاتھ سے لوگ محفوظ ہوں، اور مجاہد وہ ہے جو اللہ کے اطاعت کے بارے میں اپنے نفس سے جہاد کرے، اور مہاجر وہ ہے جو گناہ و معاصی چھوڑ دے۔

اس لئے نفس سے جہاد کرنا خارج میں دشمن سے جہاد کرنے پر مقدم اور اس کی اصل ہے، کیونکہ جب تک وہ سب سے پہلے اپنے نفس سے جہاد نہیں کرے گا تاکہ اس کا نفس اللہ کے مامورات کو انجام دے اور اللہ کے منع کردہ امور کو ترک کردے، اور اللہ کے لئے اس سے لڑے گا نہیں، اس کے لئے خارج میں اللہ کے دشمن سے جہاد کرنا ممکن نہ ہوگا۔ بھلا اس کے لئے اللہ کے دشمن سے جہاد کرنا اور اس پر قابو پانا کیسے ممکن ہوسکتا ہے جب کہ اُس کا اصلی اور داخلی دشمن ہی اس پر غالب اور قابض ہے؟ اس کے لئے اپنے دشمن کی طرف نکلنا ممکن نہیں یہاں تک کہ نکلنے کے لئے خود اپنے نفس سے جہاد نہ کرے۔ چنانچہ یہ دو دشمن ہیں[۲] اور ان کے درمیان ایک تیسرا دشمن ہے، بندے کے لئے اس تیسرے دشمن سے جہاد کئے بغیر ان دونوں دشمنوں سے جہاد کرنا ممکن نہیں، یہ تیسرا دشمن اُن دونوں کے درمیان کھڑا ہو کر انسان کو ان دونوں سے جہاد کرنے سے پست ہمت کرتا ہے،

---

۱ مسند احمد بسند جید، ۶ / ۲۱، ۲۲، و مستدرک حاکم، اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، ۱ / ۱۱، و سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب حرمۃ دم المؤمن ومالہ، حدیث (۳۹۳۴)، اور زوائد میں ہے: ''اس کی سند صحیح ہے، اور راویان ثقہ ہیں''۔

۲ نفس اور اس کا خارجی دشمن۔

ڈراتا ہے اور ناکامی کا اندیشہ دلاتا ہے، اور وہ اسے ان دونوں دشمنوں سے جہاد میں ہونے والی مشقتوں، دیگر لذتوں اور چاہتوں کے فقدان سے ڈراتا ہے، لہٰذا اس کے لئے تیسرے دشمن سے جہاد کئے بغیر ان دونوں دشمنوں سے جہاد کرنا ممکن نہیں، وہی ان دونوں دشمنوں سے جہاد کی بنیاد ہے، اور وہ شیطان ہے[①]۔

مذکورہ باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ جہاد میں قتال کے میدان یا قسمیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ کافروں، منافقوں اور مرتدوں سے جہاد[②]۔

۲۔ سرکش باغیوں سے جہاد۔

۳۔ دین، نفس، اہل وعیال اور مال کے تحفظ اور دفاع میں جہاد۔

اس قسم میں رہزنوں، ڈاکوؤں یا دہشت گردوں اور آتنک وادیوں سے جہاد کرنا بھی شامل ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ''[③]۔

جسے اپنے مال کے دفاع میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے، جسے اپنے اہل وعیال کے دفاع میں قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے، جسے اپنے دین کے دفاع میں قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے اور جسے اپنے خون کے دفاع میں قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے۔

---

① دیکھئے: زاد المعاد، ۳/۶۔

② اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے: زاد المعاد، ۳/ ۱۰۰، ۶-۱۱، والمغنی، از ابن قدامہ، ۱۲/ ۲۶۴، والقتال فی الاسلام، از محمد الجعوان، ص ۱۱۳۔

③ سنن ابو داود، کتاب الادب، باب فی قتال اللصوص، ۴/ ۲۴۶، حدیث (۴۷۷۲)، وجامع ترمذی، کتاب الدیات، باب ماجاء فیمن قتل دون مالہ فھو شہید، ۴/ ۲۸، حدیث (۱۴۲۱)، وسنن نسائی، کتاب تحریم الدم، باب من قتل دون مالہ، ۷/ ۱۱۴، حدیث (۴۰۸۱، ۴۰۹۱، ۴۰۹۲)، ومسند احمد، حدیث (۱۶۵۲، ۱۶۵۳)، امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

چوتھا مطلب: مدد کے اسباب

یہ چیز یقینی طور پر معلوم ہے کہ دشمنوں کے خلاف مدد کے کچھ اسباب ہیں جن کے باعث ان شاء اللہ مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کے خلاف یقینی مدد حاصل ہوگی، میں ان میں سے بیشتر اسباب کو اختصار کے ساتھ درج ذیل چودہ مسلکوں میں ذکر کروں گا:

پہلا مسلک: ایمان اور عمل صالح:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کا دین غالب کر کے، ان کے دشمنوں کو ہلاک کر کے اُن کے دشمنوں کے خلاف فتح مبین کا وعدہ فرمایا ہے، اگرچہ زمانہ دور ہو جائے، ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ فِي ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ ٱلْأَشْهَٰدُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنفَعُ ٱلظَّٰلِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ ۖ وَلَهُمُ ٱللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوٓءُ ٱلدَّارِ ﴿٥٢﴾ ﴾ [غافر: ۵۱، ۵۲]۔

یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد زندگانی دنیا میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کی (عذر) معذرت کچھ نفع نہ دے گی ان کے لیے لعنت ہی ہوگی اور ان کے لیے برا گھر ہوگا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ ﴾ [الروم: ۴۷]۔

ہم پر مومنوں کی مدد کرنا لازم ہے۔

اور جن مومنوں کو اللہ نے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے ان کے صفات اللہ کے اس فرمان میں ہیں:

﴿ إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٢﴾ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ

وَمِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣﴾ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ﴾ [الانفال:۲-۴]۔

بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتیں ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿ وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ كَمَا ٱسْتَخْلَفَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ ٱلَّذِى ٱرْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِى لَا يُشْرِكُونَ بِى شَيْـًٔا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴿٥٥﴾ ﴾ [النور:۵۵]۔

تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَلَن يَجْعَلَ ٱللَّهُ لِلْكَٰفِرِينَ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴿١٤١﴾ ﴾ [النساء:۱۴۱]۔

اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں پر ہرگز راہ نہ دے گا۔

دوسرا مسلک: اللہ کے دین کی مدد:

نصرت الٰہی کے عظیم ترین اسباب میں سے: اللہ کے دین کی مدد کرنا اور اسے قول، عمل، عقیدہ اور دعوت ہر اعتبار سے انجام دینا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝٤٠ ٱلَّذِينَ إِن مَّكَّنَّٰهُمۡ فِي ٱلۡأَرۡضِ أَقَامُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُاْ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَمَرُواْ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَنَهَوۡاْ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۗ وَلِلَّهِ عَٰقِبَةُ ٱلۡأُمُورِ ۝٤١﴾ [الحج: ۴۰، ۴۱]

جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں قائم کریں اور زکوٰتیں دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں۔ تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن تَنصُرُواْ ٱللَّهَ يَنصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ أَقۡدَامَكُمۡ ۝٧ وَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فَتَعۡسٗا لَّهُمۡ وَأَضَلَّ أَعۡمَٰلَهُمۡ ۝٨﴾ [محمد: ۷، ۸]۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ اور جو لوگ کافر ہوئے انہیں ہلاکی ہو اللہ ان کے اعمال غارت کر دے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدۡ سَبَقَتۡ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا ٱلۡمُرۡسَلِينَ ۝١٧١ إِنَّهُمۡ لَهُمُ ٱلۡمَنصُورُونَ ۝١٧٢ وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ ٱلۡغَٰلِبُونَ ۝١٧٣﴾ [الصافات: ۱۷۱-۱۷۳]۔

اور البتہ ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے رسولوں کے لئے صادر ہو چکا ہے۔کہ یقیناً وہ ہی مدد کیے جائیں گے۔اور ہمارا ہی لشکر غالب (اور برتر) رہے گا۔

تیسرا مسلک: اللہ پر توکل اور اسباب کا استعمال:

طاقت وقوت کی تیاری کے ساتھ اللہ پر توکل نصرت کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ١١﴾ [المائدة:١١]۔

اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِن يَنصُرْكُمُ ٱللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا ٱلَّذِى يَنصُرُكُم مِّنۢ بَعْدِهِۦ ۗ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ١٦٠﴾ [آل عمران:١٦٠]۔

اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَوَكِّلِينَ ١٥٩﴾ [آل عمران:١٥٩]۔

پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ وَكِيلًا ٣﴾ [الاحزاب:٣]۔

آپ اللہ ہی پر توکل رکھیں، وہ کارسازی کے لئے کافی ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱلْحَىِّ ٱلَّذِى لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِۦ ۚ وَكَفَىٰ بِهِۦ بِذُنُوبِ عِبَادِهِۦ خَبِيرًا ﴿٥٨﴾ ﴾ [الفرقان:۵۸]۔

اس ہمیشہ زندہ رہنے والے اللہ تعالیٰ پر توکل کریں جسے کبھی موت نہیں اور اس کی تعریف کے ساتھ پاکیزگی بیان کرتے رہیں، وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا“(۱)۔

اگر تم واقعی اللہ پر کما حقہ توکل و بھروسہ کرتے تو اللہ تمہیں ویسے ہی روزی دیتا جیسے پرندوں کو دیتا ہے، کہ وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو آسودہ واپس آتے ہیں۔

لیکن توکل کے ساتھ اسباب اختیار کرنا ضروری ہے، کیونکہ توکل کی بنیاد دو عظیم رکنوں پر قائم ہے:

(الف) اللہ پر اعتماد اور اس کے وعدہ ونصرت پر بھروسہ۔

(ب) مشروع اسباب کا استعمال۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَأَعِدُّوا۟ لَهُم مَّا ٱسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ ٱلْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِۦ عَدُوَّ ٱللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ ﴾ [الانفال:۶۰]۔

تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو۔

اسی طرح انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بیان کرتے ہیں:

---

(۱) جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب فی التوکل علی اللہ، ۴/ ۵۷۳، حدیث (۲۳۴۴)، نیز دیکھئے: صحیح الترمذی، ۲/ ۲۷۴۔

''قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ أَوْ أُطْلِقُهَا وَأَتَوَكَّلُ؟ قَالَ: اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ''① ۔

ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اونٹنی کو باندھ کر بھروسہ کروں، یا اُسے چھوڑ کر بھروسہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اُسے باندھ دو اور بھروسہ کرو۔

چوتھا مسلک: ذمہ داروں کے مابین باہمی مشورہ:

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی کمال عقل اور صواب رائے کے باوجود اللہ کا حکم بجالاتے ہوئے اور اپنے ساتھیوں کی دلجوئی کے لئے اُن سے مشورہ کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّوا۟ مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَٱعْفُ عَنْهُمْ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى ٱلْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾ ﴾ [آل عمران:۱۵۹]۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، سو آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لئے استغفار کریں اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں، پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ﴾ [الشوریٰ: ۳۸]۔

اور ان کا (ہر) کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔

① جامع الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب حدثنا عمرو بن علی، ۴/ ۶۶۸، حدیث (۲۵۱۷)، نیز دیکھئے: صحیح الترمذی، ۲/ ۳۰۹۔

پانچواں مسلک: دشمن سے مڈبھیڑ ہونے پر ثابت قدمی:

دشمن سے ملاقات پر ثابت قدمی اور عدم ہزیمت وفرار بھی مدد کے اسباب میں سے ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے جتنی بھی جنگیں لڑیں سب میں ثابت قدم رہے، جیسا کہ بدر، احد اور حنین میں آپ کا طریقہ رہا، اور جنگ حنین میں جب بعض مسلمان پلٹنے لگے اور آپ ثابت قدم رہے تو آپ نے فرمایا:

''أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ، اللهُمَّ نَزِّلْ نَصْرَكَ''[1]۔

میں جھوٹا نہیں، سچا نبی ہوں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں، اے اللہ! اپنی مدد نازل فرما۔

اس کے بعد آپ کے صحابہ بھی ثابت قدم ہو گئے۔

اور نبی کریم ﷺ ہمارے لئے نیک آئیڈیل اور عمدہ نمونہ ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرۡجُواْ ٱللَّهَ وَٱلۡيَوۡمَ ٱلۡأٓخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرٗا ۝٢١﴾ [الاحزاب:۲۱]۔

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ''[2]۔

اے لوگو! دشمن سے ملاقات کی تمنا نہ کرو، بلکہ اللہ سے عافیت کا سوال کرو، البتہ جب ان سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہو، اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الجھاد، باب من صف اصحابہ عند الھزیمۃ، ۶/ ۱۰۵، حدیث (۲۹۳۰)، صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب فی غزوۃ حنین، ۳/ ۱۴۰۱، حدیث (۱۷۷۶)۔

② صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب کراھیۃ تمنی لقاء العدو والأمر بالصبر عند اللقاء، ۳/ ۱۳۶۲، حدیث (۱۷۴۲)۔

چھٹا مسلک: شجاعت، بہادری اور قربانی:

مدد کے عظیم ترین اسباب میں شجاعت، نفس کی قربانی کی صفت سے متصف ہونا اور اس بات کا عقیدہ بھی ہے کہ جہاد موت کو آگے پیچھے نہیں کرسکتا؛ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾

[النساء:۷۸]۔

تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آپکڑے گی، گو تم مضبوط قلعوں میں ہو۔

شاعر کہتا ہے:

مَنْ لَمْ يَمُتْ بِالسَّيْفِ مَاتَ بِغَيْرِهِ تَعَدَّدَتِ الأَسْبَابُ وَالمَوْتُ وَاحِدُ

جو تلوار سے نہیں مرے گا اس کے علاوہ سے مرے گا، اسباب کئی ہیں جبکہ موت ایک ہے۔

اسی لئے کامل ایمان والے لوگوں میں سب سے بہادر ہوا کرتے تھے، اور سب سے زیادہ بہادر اور شجاع اُن کے امام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، آپ کی شجاعت و بسالت بڑے بڑے معرکوں میں نمایاں رہی جن میں آپ نے جہاد فرمایا، چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

(الف) جنگ بدر میں آپ کی یگانہ روزگار شجاعت و بہادری: چنانچہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"لَقَدْ رَأَيْتُنَا يَوْمَ بَدْرٍ وَنَحْنُ نَلُوذُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ أَقْرَبُنَا إِلَى الْعَدُوِّ، وَكَانَ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ بَأْسًا"(۱)۔

یقیناً بدر کے دن ہماری یہ حالت تھی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اپنا بچاؤ کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن سے سب سے زیادہ قریب تھے، اور آپ اس دن لوگوں میں سب سے سخت

(۱) اسے امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے، ۱/۸۶۔

مقابلہ کر رہے تھے۔

نیز فرماتے ہیں:

”كُنَّا إِذَا حَمِيَ الْبَأْسُ وَلَقِيَ الْقَوْمُ الْقَوْمَ، اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَا يَكُونُ أَحَدٌ مِنَّا أَدْنَى إِلَى الْقَوْمِ مِنْهُ“①۔

جب جنگ گھمسان کی ہو جاتی اور دونوں فوجیں باہم ٹکرا جاتیں تو ہم رسول اللہ ﷺ سے اپنا بچاؤ کرتے، اور اس وقت آپ ﷺ سے زیادہ دشمن سے قریب کوئی نہ ہوتا۔

(ب) جنگ اُحد میں رسول اللہ ﷺ نے ایسی بہادری سے لڑائی کی کہ ویسی کسی نے نہ کی①۔

(ج) جنگ حنین کے بارے میں براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”كُنَّا وَاللهِ إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ نَتَّقِي بِهِ، وَإِنَّ الشُّجَاعَ مِنَّا لَلَّذِي يُحَاذِي بِهِ، يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ“③۔

اللہ کی قسم! جب جنگ گھمسان کی ہو جاتی تو ہم آپ ﷺ سے اپنا بچاؤ کرتے، اور ہم میں سے بہادر ترین شخص بھی رسول اللہ ﷺ کی آڑ میں رہتا۔

اور اسی طرح نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد اہل علم و ایمان عمل کرتے رہے، لہٰذا مجاہدین کو چاہئے کہ اپنے نبی ﷺ کی اقتدا کریں، ارشاد باری ہے:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْءَاخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾﴾ [الاحزاب:۲۱]۔

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ

---

① اسے امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، ۲/ ۱۴۳۔

② دیکھئے: زاد المعاد، ۳/ ۱۹۹۔

③ صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب فی غزوۃ حنین، ۳/ ۱۴۰۱، حدیث (۱۷۷۶)۔

کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔

ساتواں مسلک: اللہ سے دعا اور بکثرت ذکر:

اللہ سے فریاد اور بکثرت ذکر نصرت الٰہی کے عظیم اور قوی اسباب میں سے ہے، کیونکہ دشمنوں کو شکست دینے اور اپنے اولیاء کی مدد کرنے کی قوت وطاقت اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾﴾ [البقرة:١٨٦]۔

جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾﴾ [غافر:٦٠]۔

اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾ [الانفال:٩]۔

اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، پھر اللہ نے تمہاری سن لی۔

نیز اللہ تعالیٰ نے دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت ذکر ودعا کا حکم دیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا لَقِيتُمۡ فِئَةٗ فَٱثۡبُتُواْ وَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرٗا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ﴿٤٥﴾ ﴾ [الانفال:۴۵]۔

اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔

کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی مددگار ہے، اور وہ کیا خوب مالک اور کتنا بہتر مددگار ہے۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿ وَمَا ٱلنَّصۡرُ إِلَّا مِنۡ عِندِ ٱللَّهِ ٱلۡعَزِيزِ ٱلۡحَكِيمِ ﴿١٢٦﴾ ﴾ [آل عمران:۱۲۶]۔

مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمتوں والا ہے۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ اپنے تمام معرکوں میں اپنے رب سے دعا اور فریاد کیا کرتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت فرماتا تھا اور اپنے لشکروں سے آپ کو مدد پہنچاتا تھا، اسی قبیل سے بدر کا واقعہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے روز جب دیکھا کہ مشرکین کی تعداد ایک ہزار ہے جبکہ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد صرف تین سو اُنیس ہے، تو آپ قبلہ رو ہوئے، اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور اللہ سے استغاثہ وفریاد کیا، اور اپنے ہاتھوں کو اٹھائے بدستور اللہ وحدہ سے مدد مانگتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی چادر مبارک آپ کے کندھوں سے گرگئی، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور آپ کی چادر اٹھا کر آپ کے کندھوں پر ڈالا، اور پھر آپ کے پیچھے سے آپ سے چمٹ گئے اور کہا:

"يَا نَبِيَّ اللهِ، كَفَاكَ مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ، فَإِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ"۔

اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ کی اپنے رب سے اتنی گریہ وزاری کافی ہے، یقیناً اللہ نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے اُسے ضرور پورا کرے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَٱسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝٩ ﴾ [الانفال:۹]۔

اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار چلے آئیں گے۔

اور اللہ نے فرشتوں کے ذریعہ آپ کی مدد فرمائی[۱]۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ اپنے تمام غزوات میں اللہ سے دعا کیا کرتے تھے، اس سلسلہ میں نبی ﷺ نے یہ دعا ارشاد فرمائی:

''اللهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيعَ الْحِسَابِ، [مُجْرِيَ السَّحَابِ]، [هَازِمَ الْأَحْزَابِ]، اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اللهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ، وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ''[۲]۔

اے اللہ! کتاب کے اتارنے والے، جلد حساب لینے والے، [بادل کو چلانے والے]، [جتھوں کو شکست دینے والے] جتھوں کو شکست دے، اے اللہ انہیں شکست دے اور جھنجھوڑ کر رکھ دے، اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔

اور دشمن سے ملاقات پر آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے:

''اللَّهُمَّ أَنْتَ عَضُدِي وَأَنْتَ نَصِيرِي، بِكَ أَحُولُ، وَبِكَ أَصُولُ، وَبِكَ أُقَاتِلُ''[۳]۔

اے اللہ تو میرا بازو ہے، اور تو میرا مددگار ہے، میں تجھ ہی سے حرکت وتصرف (یا حیلہ) کرتا

---

۱ صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب الامداد بالملائکة فی غزوة بدر وإباحة الغنائم، ۳/ ۱۳۸۳، حدیث (۱۷۶۳)۔

۲ صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب استحباب الدعاء بالنصر عند لقاء العدو، ۳/ ۱۳۶۳، حدیث (۱۷۴۲)۔

۳ ابو داود، کتاب الجهاد، باب مایدعی عند اللقاء، ۳/ ۴۲، حدیث (۲۶۳۲)، والترمذی، کتاب الدعوات، باب فی الدعاء إذا غزا، ۵/ ۵۷۲، حدیث (۳۵۸۴)، دیکھئے: صحیح ابو داود، ۲/ ۴۹۹۔

ہو، تجھ ہی سے دشمن پر حملہ آور ہوتا ہوں، اور تیرے ہی ذریعہ لڑتا ہوں۔

اور جب کسی قوم سے کوئی اندیشہ محسوس کرتے تو یہ دعا کرتے:

"اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ"[1]۔

اے اللہ ہم تجھے اُن کے بالمقابل کرتے ہیں، اور ان کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

﴿حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ۝١٧٣﴾ قَالَهَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ ﷺ حِينَ قَالُوا: ﴿إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُواْ لَكُمْ﴾[2]۔

(ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے) یہ دعا ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت پڑھی تھی جب آگ میں ڈالے گئے تھے اور محمد ﷺ نے اس وقت پڑھی تھی جب لوگوں نے کہا تھا: یقیناً کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لئے ہیں۔

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو بھی ایسے ہی ہونا چاہئے، کیونکہ دعا کے سبب اللہ تعالیٰ اتنی مصیبتیں ٹالتا ہے جس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"لَا يَرُدُّ القَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَلَا يَزِيدُ فِي العُمْرِ إِلَّا البِرُّ"[3]۔

فیصلہ کو دعا ہی ٹال سکتی ہے، اور عمر میں نیکی سے ہی اضافہ ہو سکتا ہے۔

---

① سنن ابو داود، کتاب الوتر، باب ما یقول الرجل إذا خاف قوماً، ۲/ ۸۹، حدیث (۱۵۳۷)، ومسند احمد، ۴/ ۴۱۴، نیز دیکھئے: صحیح ابو داود، ۱/ ۳۸۶۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب التفسیر، سورۃ آل عمران، باب: الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ، ۸/ ۲۲۹، حدیث (۴۵۶۳)۔

③ جامع الترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء لایرد القدر إلا الدعاء، ۴/ ۴۴۸، حدیث (۲۱۳۹)، دیکھئے: صحیح الترمذی، ۲/ ۲۲۵، والاحادیث الصحیحۃ، حدیث (۱۵۴)۔

آٹھواں مسلک: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت:

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت مدد و نصرت کے ٹھوس اسباب اور بنیادوں میں سے ہے، اس لئے اللہ کی راہ کے ہر مجاہد بلکہ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ ایک پل بھی اللہ کی نافرمانی نہ کرے، بلکہ اللہ کے حکم کی بجا آوری اور منع کردہ باتوں سے اجتناب ضروری ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَأَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ ﴾ [الانفال:۴۶]۔

اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَخْشَ ٱللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ ۝٥٢ ﴾ [النور:۵۲]۔

جو بھی اللہ تعالیٰ کی، اس کے رسول کی فرماں برداری کریں، خوف الٰہی رکھیں اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں، وہی نجات پانے والے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَـٰلًا مُّبِينًا ۝٣٦ ﴾ [الاحزاب:۳۶]۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝٦٣ ﴾ [النور:۶۳]۔

سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی

زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔

اور رسول گرامی ﷺ کا ارشاد ہے:

”۔۔۔وَجُعِلَ الذُّلُّ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي، وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ“①۔

۔۔۔اور اُس شخص پر ذلت وخواری مسلط کر دی گئی ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے، اور جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔

نواں مسلک: اتحاد واجتماعیت اور عدم تنازع:

مجاہدین پر واجب ہے کہ نصرت ومدد کے اسباب کو حقیقی طور پر ثابت کریں، بالخصوص اللہ تعالیٰ کو پختگی سے اپنائیں، باہمی اتحاد کو لازم پکڑیں اور تنازع اور فرقہ بندی سے اجتناب کریں، ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَنَٰزَعُواْ فَتَفۡشَلُواْ وَتَذۡهَبَ رِيحُكُمۡۖ﴾ [الانفال:۴۶]۔

آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا وَلَا تَفَرَّقُواْۚ﴾ [آل عمران:۱۰۳]۔

اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ

① مسند احمد، ۲/ ۹۲، وصحیح بخاری مع فتح الباری معلقاً، کتاب الجھاد، باب ما قیل فی الرماح، ۶/ ۹۸، دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر، ۳/ ۸۔

ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ [النساء:۵۹]۔

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

دسواں مسلک: صبر و استقامت اور ثابت قدمی:

صبر تمام معاملات میں ضروری ہے، بالخصوص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے جہاد میں تو صبر لازم ہے، اور صبر کی تین قسمیں ہیں: اللہ کی اطاعت پر صبر، جو اللہ کی مدد کے اسباب میں سے ہے، اور اللہ کے حرام کردہ امور سے صبر، اور اللہ کی تکلیف دہ تقدیر پر صبر۔ ارشاد باری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٢٠٠﴾﴾ [آل عمران:۲۰۰]۔

اے ایمان والو! تم ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لئے تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٤٦﴾﴾ [الانفال:۴۶]۔

اور صبر و سہارا رکھو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا''[1]۔

---

(1) مسند احمد، ۱/ ۳۰۷۔

جان لو کہ مدد صبر کے ساتھ ہے، اور راحت و مشقت کے ساتھ ہے، اور پریشانی کے ساتھ ہی آسانی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَـٰتَلَ مَعَهُۥ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا۟ لِمَآ أَصَابَهُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا۟ وَمَا ٱسْتَكَانُوا۟ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلصَّـٰبِرِينَ ﴿١٤٦﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّآ أَن قَالُوا۟ رَبَّنَا ٱغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِىٓ أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَٱنصُرْنَا عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَـٰفِرِينَ ﴿١٤٧﴾ فَـَٔاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ ثَوَابَ ٱلدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ ٱلْـَٔاخِرَةِ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿١٤٨﴾ ﴾ [آل عمران: ١٤٦-١٤٨]۔

بہت سے نبیوں کے ہم رکاب ہو کر، بہت سے اللہ والے جہاد کر چکے ہیں، انہیں بھی اللہ کی راہ میں تکلیفیں پہنچیں لیکن نہ تو انہوں نے ہمت ہاری نہ سست رہے اور نہ دبے، اور اللہ صبر کرنے والوں کو (ہی) چاہتا ہے۔ وہ یہی کہتے رہے کہ اے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو بے جا زیادتی ہوئی ہے اسے بھی معاف فرما اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد دے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کا ثواب بھی دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی بھی عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

گیارہواں مسلک: اللہ کے لئے اخلاص:

اخلاص وللٰہیت کے بغیر کوئی غازی اور لڑنے والا اللہ کی راہ کا مجاہد ہو ہی نہیں سکتا، ارشاد باری ہے:

﴿ وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ خَرَجُوا۟ مِن دِيَـٰرِهِم بَطَرًا وَرِئَآءَ ٱلنَّاسِ وَيَصُدُّونَ

عَنْ سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿٤٧﴾ [الانفال:۴۷]۔

ان لوگوں جیسے نہ بنو جو اتراتے ہوئے اور لوگوں میں خود نمائی کرتے ہوئے اپنے گھروں سے چلے، اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے، جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اسے گھیر لینے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ جَٰهَدُوا۟ فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ ﴾ [العنکبوت:۶۹]۔

اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا ساتھی ہے۔

اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بیان کرتے ہیں:

” جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ، فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: **مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ**“[۱]۔

ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: ایک شخص مال غنیمت کے لئے لڑتا ہے، ایک شخص ذکر کے لئے [۲] لڑتا ہے، ایک شخص اس لئے لڑتا ہے تاکہ اس کی بہادری دیکھی جائے، بھلا ان میں سے اللہ کی راہ کا مجاہد کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کے کلمہ ہی کی سر بلندی کے لئے لڑے وہ اللہ کے راستے کا مجاہد ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن جن کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا، ۶/ ۲۸، حدیث (۲۸۱۰)، وصحیح مسلم، کتاب الامارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله، ۳/ ۱۵۱۳، حدیث (۱۹۱۴)۔

② یعنی تاکہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو اور وہ بہادری سے مشہور ہو، دیکھئے: فتح الباری، ۶/ ۲۸۔

تین لوگ ہوں گے، اور آپ نے ان میں سے اس شخص کا بھی ذکر کیا جو اس لئے لڑے گا کہ اسے بڑا جری اور بہادر کہا جائے[1]۔

بارہواں مسلک: اللہ کے پاس کی نعمتوں کی خواہش:

جو چیزیں دشمنوں کے خلاف نصرت کے سلسلہ میں مدد کرنے والی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی اللہ کے فضل اور دنیا و آخرت کی سعادت کی خواہش کی جائے، اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ کی مدد فرمائی، اللہ کے پاس کی نعمتوں کی خواہش پر دلالت کرنے والی چند باتیں حسب ذیل ہیں:

(الف) جنگ بدر میں عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ کا کارنامہ، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’قُومُوا إِلَى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ، فقَالَ:- يَقُولُ عُمَيْرُ بْنُ الْحُمَامِ الْأَنْصَارِيُّ: - يَا رَسُولَ اللهِ جَنَّةٌ عَرْضُهَا السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ؟ قَالَ: نَعَمْ ، قَالَ: بَخٍ بَخٍ [2]، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ’’**مَا يَحْمِلُكَ عَلَى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ؟** قَالَ: لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، إِلَّا رَجَاءَ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِهَا، قَالَ: ’’**فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا**‘‘ فَأَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِنْ قَرَنِهِ[3]، فَجَعَلَ يَأْكُلُ مِنْهُنَّ، ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ أَنَا حَيِيتُ حَتَّى اٰكُلَ تَمَرَاتِي هَذِهِ إِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيلَةٌ، فَرَمَى بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ، ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتَّى قُتِلَ‘‘[4]۔

لوگو! اٹھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے۔ یہ سن کر

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار، ۳/ ۱۵۱۴، حدیث (۱۹۰۵)۔
[2] یہ لفظ بھلائی کے معاملہ کو بڑا اور شاندار بنا کر پیش کرنے کے لئے بولا جاتا ہے، دیکھئے: شرح مسلم، از نووی، ۱۳/ ۴۵۔
[3] یعنی چمڑے کا بنا ہوا تیروں کا تھیلا، دیکھئے: شرح نووی، ۱۳/ ۴۶۔
[4] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید، ۳/ ۱۵۱۰، حدیث (۱۹۰۱)۔

حضرت عمیر بن الحمام انصاری رضی اللہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! جنت جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: ہاں! عمیر نے کہا: بخ بخ (واہ واہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمیر! تمہیں کس چیز نے بخ بخ کہنے پر آمادہ کیا؟ عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ کی قسم کچھ بھی نہیں مگر صرف یہ اُمید کہ شاید میں بھی جنتیوں میں سے ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ تم جنتیوں میں سے ہو! پھر انہوں نے اپنے تھیلے سے کچھ کھجوریں نکالیں اور کھانے لگے، پھر کہا: اگر میں ان کے کھانے میں مشغول ہوگیا تو پھر زندگی بڑی طویل ہوگی!، چنانچہ کھجوریں پھینک دیں اور جہاد میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

(ب) جنگ احد میں انس بن مالک کے چچا انس بن النضر رضی اللہ عنہ کا کارنامہ:

انس بن النضر رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سے پیچھے رہ گئے تو انہیں بہت گراں گذرا، انہوں نے فرمایا:

"أَوَّلُ مَشْهَدٍ شَهِدَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ غُيِّبْتُ عَنْهُ، وَإِنْ أَرَانِيَ اللهُ مَشْهَدًا فِيمَا بَعْدُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَيَرَانِي اللهُ مَا أَصْنَعُ، فَشَهِدَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ، فَاسْتَقْبَلَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَقَالَ لَهُ أَنَسٌ: يَا أَبَا عَمْرٍو وَاهًا لِرِيحِ الْجَنَّةِ أَجِدُهُ دُونَ أُحُدٍ. فَقَاتَلَهُمْ حَتَّى قُتِلَ، فَوُجِدَ فِي جَسَدِهِ بِضْعٌ وَثَمَانُونَ مِنْ بَيْنِ ضَرْبَةٍ وَطَعْنَةٍ وَرَمْيَةٍ، فما عَرَفَتْهُ أُخْتُهُ -الرُّبَيِّعُ بِنْتُ النَّضْرِ- إِلَّا بِبَنَانِهِ، وَنَزَلَتْ هَذِهِ الايَةُ: ﴿مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا۟ مَا عَٰهَدُوا۟ ٱللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُۥ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا۟ تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾﴾ [الأحزاب: ٢٣]، فَكَانُوا يُرَوْنَ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيهِ وَفِي أَصْحَابِهِ" [1]۔

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الجهاد، باب قول الله: مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ، ٦/ ٢١، ٧/ ٣٥٥، حدیث (٢٨٠٥)، ومسلم، کتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، ٣/ ١٥١٢، حدیث (١٩٠٣)۔

پہلا غزوہ (بدر) جسے رسول اللہ ﷺ نے کیا میں اس سے پیچھے رہ گیا لیکن اگر اللہ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے کسی اور غزوہ کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ میرا کارنامہ دیکھے گا، چنانچہ وہ غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوگئی تو انس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے ابوعمرو! مجھے اُحد کے پیچھے سے جنت کی بڑی پیاری خوشبو آرہی ہے! چنانچہ انہوں نے مشرکین سے جہاد کیا، یہاں کہ شہید ہو گئے، اُن کے جسم پر مار، نیزے اور تیروں کے اسّی سے زیادہ زخم پائے گئے، اور انہیں کوئی پہچان نہ سکا سوائے ان کی ہمشیرہ ربیع بنت النضر کے جنہوں نے انہیں انگلی کی پور سے پہچانا، اور اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

ترجمہ: مومنوں میں (ایسے) لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا انہیں سچا کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقعہ کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ یہ آیت کریمہ انس بن النضر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اور اللہ کی راہ کے سچے مجاہد مسلمان کو جب اللہ کے پاس کی نعمتوں کی چاہت ہوتی ہے تو عظیم کامیابی کے شوق میں اُسے مصائب و آلام کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔

فَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا   عَلَى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلَّهِ مَصْرَعِي

اور جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو اللہ کے نام پر میں کسی بھی پہلو قتل کیا جاؤں مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں!

تیرہواں مسلک: اہل ایمان کو قیادت سونپنا:

نصرت و مدد کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ لشکروں، سریوں، فوجوں اور کمکوں کی قیادت وکمان انہیں سونپی جائے جو ایمان کامل، عمل صالح اور حکیمانہ شجاعت و بہادری سے معروف ہوں، پھر ان کے بعد سب سے بہتر کو، پھر ان کے بعد سب سے بہتر کو، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ﴾ [الحجرات: ۱۳]۔

اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے، اور بندے سے اللہ کی محبت' اُس کی توفیق، نیک رہنمائی اور دشمنوں کے خلاف مدد کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِۦ وَٱتَّقَىٰ فَإِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَّقِينَ ﴿٧٦﴾ ﴾ [آل عمران: ۷۶]۔

کیوں نہیں (مواخذہ ہوگا) البتہ جو شخص اپنا قرار پورا کرے اور پرہیزگاری کرے، تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

چودہواں مسلک: نجات دہندہ بنیادی امور سے اپنا تحفظ:

بندوں کو نجات دلانے والی کچھ چیزیں ہیں، اور کچھ ایسے بنیادی امور ہیں جو ہلاکت و ہزیمت اور شکست و پسپائی کے آ گھیرنے پر اُنہیں اس سے نجات و تحفظ دلاتی ہیں، اور یہ چیزیں ہلاکتوں، جنگوں اور وباؤں وغیرہ سے دوچار لوگوں کا عظیم علاج ہیں، ساتھ ہی یہ چیزیں آفات و مصائب کے نزول سے قبل تحفظ اور بچاؤ کی بھی ضامن ہیں، چند بنیادی نجات دہندہ امور مختصراً حسب ذیل ہیں:

(الف) تمام صغیرہ وکبیرہ گناہ و معاصی سے توبہ و استغفار کرنا، اور توبہ کی قبولیت کے لئے چند شرطیں درکار ہیں:

۱۔ تمام گناہوں کو بالکلیہ چھوڑ دینا۔

۲۔ دوبارہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا۔

۳۔ کئے ہوئے گناہوں پر نادم ہونا۔

اور اگر گناہ کا تعلق کسی آدمی کے حق سے ہو تو اس کے لئے ایک چوتھی شرط بھی ہے، وہ یہ کہ اُس حق والے سے چھٹکارا حاصل کرلیا جائے۔ اور غرغرہ یعنی جانکنی کے وقت یا اسی طرح سورج کے مغرب سے طلوع ہونے بعد توبہ نفع نہ دے گا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خالص توبہ اور استغفار نصرت ومدد کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا۟ مَا بِأَنفُسِهِمْ ﴾ [الرعد:۱۱]۔

کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣٣﴾ ﴾ [الانفال:۳۳]۔

اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے اور اللہ ان کو عذاب نہ دے گا اس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے ہوں۔

(ب) اللہ کا تقویٰ اپنانا یعنی بندہ اپنے اور اپنے رب کے غضب وناراضگی اور عذاب وعقاب جس سے وہ ڈرتا ہے، کے درمیان آڑ بنالے جو اُس کو اس سے بچائے۔ یعنی آپ اللہ کے نور کی روشنی میں اللہ کے ثواب کی امید سے اللہ کی اطاعت کریں، اور اللہ کے نور کی روشنی میں اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اللہ کی معصیت ونافرمانی چھوڑ دیں۔

(ج) تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی اور اس بعد نوافل کا اہتمام، کیونکہ بندے کو اللہ کی محبت اسی سے حاصل ہوتی ہے۔

(د) بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ''[1]۔

اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم ضرور بھلائی کا حکم دینا اور ضرور برائی سے روکنا، ورنہ اندیشہ ہے کہ اللہ اپنی طرف سے تم پر کوئی عذاب بھیج دے، کہ پھر تم اللہ سے دعا کرو تو تمہاری دعا ہی قبول نہ ہو۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَمَّا نَسُوا۟ مَا ذُكِّرُوا۟ بِهِۦٓ أَنجَيْنَا ٱلَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ ٱلسُّوٓءِ وَأَخَذْنَا ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ بِعَذَابٍۭ بَـِٔيسٍۭ بِمَا كَانُوا۟ يَفْسُقُونَ ﴿١٦٥﴾ ﴾ [الاعراف:۱۶۵]۔

سو جب وہ اس کو بھول گئے جو ان کو سمجھایا جاتا تھا تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچا لیا جو اس بری عادت سے منع کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو کہ زیادتی کرتے تھے ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا اس وجہ سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔

(ھ) تمام عقائد اور اقوال وافعال میں نبی کریم ﷺ کی اتباع و پیروی۔

(و) اللہ تعالیٰ سے دعا، عاجزی اور الحاح وزاری۔

اللہ تعالیٰ رحمت، سلامتی اور برکت نازل فرمائے اپنے بندے اور رسول ہمارے نبی محمد (ﷺ) پر، اور آپ کے آل واصحاب اور قیامت تک آنے والے ان کے سچے متبعین پر۔

---

① جامع الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ۴/ ۴۶۸، حدیث (۲۱۶۹)، اور فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن ہے، ومسند احمد، اور الفاظ اسی کے ہیں، ۵/ ۳۸۸، دیکھئے: صحیح الترمذی، ۲/ ۲۳۳۔

چوتھا رسالہ:

گنہگار مسلمانوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے کا طریقہ

کتاب وسنت کی روشنی میں

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

مقدمہ

إن الحمد للّٰه، نحمده، ونستعينه، ونستغفره، ونعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده اللّٰه فلا مضل له، ومن يُضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا اللّٰه وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، صلى اللّٰه عليه وعلى اله وأصحابه وسلم تسليماً كثيراً، أما بعد:

یہ ''گنہگار مسلمانوں کو اللہ کی طرف بلانے کے طریقے'' کے بارے میں ایک مختصر رسالہ ہے، جس میں میں نے مختصراً ان کے حالات، سوجھ بوجھ اور ماحول و معاشرہ کے مطابق اُنہیں اللہ کی طرف دعوت دینے کے اسالیب و وسائل اور مناسب طریقے بیان کئے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ اس معمولی عمل کو مبارک، نفع بخش اور اپنے رخ کریم کے لئے خالص بنائے، اور اس کے ذریعہ مجھے میری زندگی میں اور موت کے بعد نفع پہنچائے، اور جس تک بھی یہ رسالہ پہنچے اُسے اُس سے نفع پہنچائے؛ کیونکہ وہ سب سے بہتر ذات ہے جس سے سوال کیا جاتا ہے اور انتہائی کریم ہے جس سے امید وابستہ کی جاتی ہے، اور وہ ہمارے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

اللہ تعالیٰ رحمت، سلامتی اور برکت نازل فرمائے اپنے بندے اور رسول، ہمارے نبی محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر، اور آپ کے آل و اصحاب اور قیامت تک آنے والے ان کے سچے متبعین پر۔

مؤلف

تحریر کردہ: بوقت چاشت بروز جمعرات

25/2/1425ھ

تمہید:

دعوت الی اللہ میں حکیمانہ بات یہ ہے کہ لوگوں کو ان کی سمجھ بوجھ، احوال وکوائف، عقائد، اور صورتحال کے مطابق دعوت دی جائے، ایک مسلمان کی توجیہ ورہنمائی اور اُسے اپنے دین کی پابندی پر ابھارنے اور آمادہ کرنے میں اُسے ایسے نہ مخاطب کیا جائے جیسے ایک ملحد، یا بت پرست یا یہودی اور عیسائی یا دیگر کفار کو مخاطب کیا جاتا ہے، یہ حکمت کا انداز نہیں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں:

مسلمانوں کی پہلی قسم: وہ لوگ جوحق کی تابعداری کرتے ہیں ہٹ دھرمی نہیں کرتے، ایسے لوگوں کو دعوت دینے میں محض حکیمانہ گفتگو کافی ہے کہ ان کے سامنے حق کو علمی، عملی اور اعتقادی طور پر واضح کر دیا جائے، وہ ان شاء اللہ حق کے تابعدار اور پابند ہو جائیں گے۔

مسلمانوں کی دوسری قسم: وہ لوگ جن کے یہاں غفلت، شہوتیں اور نفسانی خواہشات ہیں، یہ نافرمان اور گنہگار مسلمان ہیں، اس قسم کے لوگوں کو حسب ذیل مباحث کی روشنی میں حکیمانہ گفتگو سے دعوت دی جائے گی:

پہلا مبحث: اچھی وعظ ونصیحت اور اس کی قسمیں۔

دوسرا مبحث: ترغیب وترہیب (نیکیوں کی رغبت دلانا اور برائیوں کے انجام سے ڈرانا)۔

تیسرا مبحث: حکیمانہ تصویری گفتگو۔

چوتھا مبحث: قولی وعملی طاقت کے ذریعہ دعوت۔

پہلا مبحث: اچھی نصیحت اور اس کی قسمیں:

موعظت: حکم دینے اور منع کرنے کا نام ہے جس میں ترغیب وترہیب اور حق بات شامل ہو، جو دلوں کو نرم کرے، طبیعتوں پر اثر انداز ہو، سرکش طبیعتوں کی خودسری کو کچلے اور شریف نفوس میں مزید ایمان وہدایت کی روح پھونکے[1]، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا۟ مَا يُوعَظُونَ بِهِۦ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ۝٦٦ ﴾ [النساء:٦٦]۔

اور اگر یہ وہی کریں جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً یہی ان کے لئے بہتر اور بہت زیادہ مضبوطی والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ يَعِظُكُمُ ٱللَّهُ أَن تَعُودُوا۟ لِمِثْلِهِۦٓ أَبَدًا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝١٧ ﴾ [النور:١٧]۔

اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسا کام نہ کرنا اگر تم سچے مومن ہو۔

اور داعی کو چاہئے کہ اپنی حکیمانہ گفتگو کے ذریعہ لوگوں کو دو طرح سے وعظ ونصیحت کرے:

۱۔ تعلیمی وعظ ونصیحت اور ۲۔ تادیبی وعظ ونصیحت۔

پہلی قسم: تعلیمی وعظ ونصیحت:

اس قسم کا طریقہ یہ ہوگا کہ عقیدۂ توحید کی وضاحت کرے، اور شریعت کے پانچوں احکام:

---

① دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۱۹/ ۱۶۴، ومفتاح دار السعادۃ، از امام ابن القیم، ۱/ ۱۹۵، والتفسیر القیم، از ابن القیم، ص ۳۴۴، وھدایۃ المرشدین، از علی محفوظ ص ۷۱۔

واجب، حرام، سنت، مکروہ اور مباح وجائز کی وضاحت کرے، اور ان تمام باتوں میں ہر طبقہ کے لئے مناسب انداز کی رعایت کرے، اسے اپنانے کی ترغیب دے اور کوتاہی کرنے سے ڈرائے اور متنبہ کرے۔

جو قرآن کریم کے اسلوب پر غور کرے گا اسے معلوم ہوگا کہ احکام کو لوگوں کے سامنے ایسے ناصحانہ انداز میں پیش کرنا چاہئے جو دلوں کو نرم کرے اور اسے عمل پر آمادہ کرے، تاثیری اسباب سے عاری محض سرسری طور پر نہ بیان کر دیا جائے، اس کی وضاحت درج ذیل فرمان باری سے ہوتی ہے:

﴿ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَٱعْتَزِلُوا۟ ٱلنِّسَآءَ فِى ٱلْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ ٱللَّهُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلتَّوَّٰبِينَ وَيُحِبُّ ٱلْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا۟ حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۖ وَقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُمْ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّكُم مُّلَٰقُوهُ ۗ وَبَشِّرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٢٣﴾ ﴾ [البقرۃ: ۲۲۲، ۲۲۳]۔

آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے، حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ، ہاں جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے، اللہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے لئے (نیک اعمال) آگے بھیجو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور ایمان والوں کو خوش خبری سنا دیجئے۔

چنانچہ حالت حیض میں عورتوں سے مباشرت کی ممانعت اور کھیتی کی جگہ (محل ولادت) میں صحبت، نیز اس الٰہی ہدایت کی مخالفت سے متنبہ کرتے ہوئے اپنی ذات کے لئے نیکیاں پیش

کرنے کا حکم دینے کے بعد تقویٰ کا حکم دیا گیا، اور فرمان باری: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ﴾ (اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو) حکم الہی کی مخالفت کرنے والوں کے لئے الٹیمیٹم ہے کہ آخرت میں انہیں اپنی مخالفت کا خمیازہ بھگتنا ہوگا، اور ان کے کرتوت کی باز پرس اور محاسبہ ہوگا۔ اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (اور ایمان والوں کو خوش خبری سنا دیجئے) اللہ کے فرمانبرداروں کے لئے خوشخبری ہے جو اللہ کے حدود پر قائم رہتے ہیں اور اللہ کی ہدایت کی پیروی کرتے ہیں، اور خوشخبری عام ہے جو دنیوی منافع، اخروی انعامات، ہر خیر و بھلائی کے حصول اور ہر شر و برائی کے ازالہ کو شامل ہے، اور یہ تمام چیزیں اس آیت کریمہ میں داخل ہیں۔

اور اس کی مزید توضیح و تشریح اس بات سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرائض کے احکام اور ترکوں (میراث) کی تقسیم کے احکامات کا ذکر کرنے کے بعد اخیر میں فرمایا:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٣﴾ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾﴾ [النساء: ۱۳، ۱۴]۔

یہ حدیں اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

یہ دونوں مثالیں اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ داعی اگر نصیحت کی اس قسم میں قرآن کریم کا طریقہ اپنائے تو ان شاء اللہ کانوں کو متوجہ کرے گا، دلوں کو کھینچے گا اور نرم کرے گا، اور اس وقت ان

شاء اللہ عقائد اور احکام کو عملی و تطبیقی طور پر شوق و رغبت سے قبول کیا جائے گا[1]۔

دوسری قسم: تادیبی وعظ و نصیحت:

اور یہ چیز حلم و بردباری، بہادری، وفاشعاری، صبر اور کرم وسخاوت وغیرہ عمدہ اخلاق کی تحدید، سماج میں اس کے اثرات وفوائد کی وضاحت، اور اسے اپنانے اور پابندی کرنے کے ذریعہ، اسی طرح غضب وغصہ، جلد بازی، دھوکہ، جزع فزع، بزدلی اور بخیلی وغیرہ برے اخلاق کی پہچان اور تحدید نیز ترغیب وترہیب دونوں طریقوں سے اُن سے متصف ہو کر ڈرانے کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔

اور داعی کو چاہئے کہ مذکورہ دونوں قسموں میں کتاب اللہ، نبی کریم ﷺ کی صحیح ثابت سنت، صحابہ، تابعین اور ائمۂ مجتہدین کے آثار نیز اس سلسہ میں ان کے احوال وکوائف وغیرہ سے استدلال کرے؛ کیونکہ یہ بڑی عظیم الشان چیز ہے جب کسی صحیح سالم، شفاف اور اپنی دعوت پر عمل کرنے والے دل سے نکلتی ہے تو مطلوبہ مقصد تک پہنچاتی ہے؛ اس لئے کہ وعظ و نصیحت اکثر وبیشتر اگر دل سے نکلتی ہے تو دل میں اترتی ہے، اور اگر محض زبان سے نکلتی ہے تو کانوں سے آگے نہیں بڑھتی۔

اور اگر داعی اپنی نصیحت کو موثر اور بلیغ بنانا چاہے تو اُسے حسب ذیل امور اپنانا چاہئے:

۱۔ سماج میں منتشر گناہ ومنکرات کو دیکھے، بالخصوص وہ معاصی جو ابھی جلد ہی انجام پائے ہوں اور اس کا تذکرہ لوگوں کی زبانوں پر ہو۔

۲۔ پھر ان منکرات ومعاصی میں جو سب سے زیادہ ضرر رساں اور بدترین اثرات والا گناہ ہو اُسے پیش کرے اور اُسے اپنی گفتگو کا محور اور اپنی نصیحت کا مرکز بنائے۔

۳۔ پھر اس گناہ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اخلاقی، سماجی، جسمانی اور مالی نقصانات پر غور کرے۔

---

[1] دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۲۶۶، ۲۶۲، ۴۶۲، وتفسیر السعدی، ۱/ ۸۷، ۲، ۲/ ۳۵، وهداية المرشدين، از علی محفوظ، ص ۱۴۳۔

۴۔ پھر اس سلسلہ میں وارد قرآنی آیات، صحیح یا حسن احادیث، اقوال صحابہ اور حکیمانہ اشعار وغیرہ کا استحضار کرے۔

۵۔ پھر مضمون کو لکھنا شروع کرے - اگر لکھنا چاہے تو - اور اس میں متعلقہ نقصانات اور شریعت میں وارد اس کا حکم تحریر کرے، لوگوں کو اس گناہ کے ارتکاب سے چوکنا کرے اور اس سے توبہ واستغفار کی رغبت دلائے۔

اور اگر داعی کو صالح اور نفع بخش عمل پر ابھارنا ہو تو درج ذیل امور کو ملحوظ خاطر رکھے:

۱۔ اس نیک عمل کے فضائل وخصوصیات اور اس کے عمدہ اثرات پر نہایت گہرائی سے غور کرے۔

۲۔ اس نیک عمل کے سلسلہ میں کتاب اللہ، سنت صحیحہ اور آثار صحابہ سے مناسب دلائل کا استحضار کرے۔

۳۔ پھر اسے لکھنے کے سلسلہ میں سابقہ طریقہ اپنائے۔

اور جب موضوع لکھ کر تیار ہو جائے تو اگر چاہے تو اُسے از بر کر کے من وعن پیش کر دے، اور چاہے تو اس کا مضمون ذکر کر دے، اور مضمون کا ذکر کرنا زیادہ بہتر ہے، تاکہ کسی خاص تعبیر کا پابند نہ رہے، بلکہ ایسے جملوں اور تعبیرات کا انتخاب کرے جن سے اُن معانی کی ادائیگی ہو سکے جنہیں اُس نے بڑی بحث وجستجو اور غور وفکر سے حاصل کیا ہے۔

اور اگر لکھنا نہ چاہے بلکہ موضوع کو اپنے ذہن ودماغ میں بٹھانا اور اس حافظہ میں نوٹ کرنا چاہے جسے اس نے خوب مشق، تجربات اور طویل شغف اور وابستگی سے ٹھوس اور مضبوط کیا ہے، تو یہ سب سے عمدہ اور اکمل ہے، اور اللہ عزوجل کی توفیق اور پھر دلائل کی روشنی میں موضوع کی مکمل تیاری واستحضار اور نقاط کے اعتبار سے اس کی تقسیم کے نتیجہ میں داعی ان شاء اللہ غلطیوں اور لغزشوں سے مامون ہوگا۔

اور اس کے بعد داعی کو چاہئے کہ موضوع پیش کرتے ہوئے سامعین کی آمادگی اور نشاط کو ملحوظ

رکھے، چنانچہ عوام کو مخاطب کرنے میں اُن کی عقل و سمجھ کے مطابق آسان الفاظ اور ہلکی تعبیرات استعمال کرے، اُن کی سمجھ بوجھ سے دور الفاظ سے اجتناب کرے، اور درمیانی لوگوں کے ساتھ متوسط اور درمیانی تعبیر اپنائے، اور خاص لوگوں کے ساتھ معیاری گفتگو کرے، اور اس طرح سماج کے تمام طبقات کے ساتھ حکیم ہو، چیزوں کو ان کی مناسب جگہوں پر رکھے، لیکن بہر حال اس کی ذمہ داری ہے کہ عمدہ اور نفیس معانی اختیار کرے، اسے خوب اچھی ترتیب دے، ان کی دقیق شرح کرے، انہیں سامعین کے ذہنوں میں بٹھائے، دلوں میں پیوست کرے، اور نثری و شعری حکیمانہ شواہد اور ادبی لطائف وغیرہ کا ذکر کر کے لوگوں میں اکتاہت اور عدم دلچسپی پیدا نہ ہونے دے، بشرطیکہ ان تمام باتوں میں کتاب وسنت کے سائے کا التزام اور پابندی قائم رہے، اس طرح داعی ان شاء اللہ باتوفیق اور موثر ہوگا، بشرطیکہ وہ اخلاص، صدق اور اللہ کے پاس کی نعمتوں کی رغبت میں لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچا رہا ہو[1]۔

دوسرا مبحث: ترغیب وترہیب

گناہگار مسلمانوں اور ان کے علاوہ کے ساتھ دعوت کے اسلوب میں ایک حکیمانہ بات یہ ہے کہ: داعی انہیں اللہ کی طرف بلانے میں ترغیب اور ترہیب کا طریقہ اپنائے؛ کیونکہ بہت سے لوگوں کے دلوں میں اس اسلوب کی بڑی تاثیر رہی ہے، اس لئے کہ انسان میں فطری طور پر بھلائی سے محبت اور ہر محبوب و پسندیدہ چیز کے حصول کی رغبت و چاہت رکھی گئی ہے، اسی طرح طبعی طور پر انسان شر و بُرائی، اور جان و مال اور اہل وعیال پر آنے والی مصیبتوں اور تکلیفوں سے بغض ونفرت کرتا ہے، ایسی صورت میں انسان کے اپنی جان سے محبت کی طبیعت اسے اس بات پر آمادہ کرے

---

① دیکھئے: ھدایۃ المرشدین، از علی محفوظ ص ۱۴۵، ۱۹۲۔

گی کہ اس کے لئے ہر بھلائی حاصل کرے اور ہر برائی سے اس کی حمایت کرے خواہ وہ دیر ہو یا سویر؛ اسی لئے ترغیب وترہیب کے سلسلہ میں کتاب وسنت کا سمندر رواں ہے[1]، ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ يَهْدِى لِلَّتِى هِىَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ٱلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝٩ وَأَنَّ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْءَاخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝١٠ ﴾ [الاسراء:۹،۱۰]۔

یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔ اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم نہایت ٹھوس اور سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے، اور اس کی ہدایت میں حدود الٰہی کی حفاظت کرنے والے اطاعت گذاروں کو عظیم بھلائی کے وعدے اور نیک اجر وثواب کی خوشخبری کے ذریعہ ترغیب، اور حدود الٰہی سے تجاوز کرنے والے اللہ کے مخالفین کو سخت عذاب کی دھمکی اور انجام بد کی تنبیہ کے ذریعہ انہیں ترہیب بھی ہے۔ اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ خیر کا وعدہ دنیا وآخرت کی تمام خیر وسعادت کو عام ہے، اور وعید ودھمکی دنیا وآخرت کی تمام برائیوں اور بدبختیوں کو شامل ہے[2]۔

اور یہ چیز اس بات کی متقاضی ہے کہ داعی ان دونوں حکیمانہ اسالیب کا حد درجہ اہتمام کرے، میں ان شاء اللہ آئندہ دو مسلکوں میں اس کی کچھ وضاحت کروں گا:

پہلا مسلک: ترغیب اور خوشخبری۔

دوسرا مسلک: ترہیب وتنبیہ۔

---

① دیکھئے: مناهل العرفان في علوم القرآن، از زرقانی، ۱/ ۳۰۱، ومعالم الدعوة، از دیلمی، ۱/ ۴۹۴، وهداية المرشدين، ص ۱۹۲۔

② دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۳/ ۲۶، وتفسیر السعدی، ۴/ ۲۶۴۔

پہلا مسلک: ترغیب اور خوشخبری:

دعوت الی اللہ میں قولی حکمت یہ ہے کہ داعی اس سلسلہ میں وہ باتیں ذکر کرے جو دنیوی واخروی سعادت کے حصول میں لوگوں کو اللہ کی اطاعت کے لئے کمر کس لینے پر آمادہ کرنے میں مفید ہو۔

اور ترغیب کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: نیکیوں کی جنس کی ترغیب۔

دوسری قسم: نیکیوں کے اقسام کی ترغیب۔

پہلی قسم: نیکیوں کی جنس کی ترغیب:

اس قسم کی کئی قسمیں اور صورتیں ہیں، میں ذیل میں ان میں سے بطور مثال کچھ ذکر کر رہا ہوں:

پہلی قسم: دنیا میں فوری خیر کے وعدہ کے ذریعہ ترغیب:

جب ایمان اور اللہ کی اطاعت وتقویٰ کے ذریعہ اس پر استقامت کا تحقق ہو جاتا ہے تو آخرت سے پہلے دنیا ہی میں سعادت اور فوری برکتیں حاصل ہوتی ہیں، اور آخرت کی سعادت تو کہیں عظیم تر ہے اس خیر وسعادت کی چند شکلیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ پاکیزہ زندگی اور ہر برائی سے حفاظت کے وعدہ کے ذریعہ ترغیب، اخلاص وللّٰہیت اور اتباع سنت کے ساتھ نیک عمل کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ عَمِلَ صَٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿٩٧﴾﴾ [النحل:۹۷]

جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت، لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے۔ اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور دیں گے۔

۲۔ زمین میں خلافت اور قوت وتمکنت کے وعدہ کے ذریعہ ترغیب، ارشاد باری ہے:

﴿ وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ كَمَا ٱسْتَخْلَفَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ ٱلَّذِى ٱرْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِى لَا يُشْرِكُونَ بِى شَيْـًٔا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴿٥٥﴾ ﴾

[النور:۵۵]۔

تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔

۳۔ قسم قسم کی بھلائیوں سے امداد اور شکر کے ساتھ مزید نوازش کے وعدہ کے ذریعہ ترغیب، اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ فَقُلْتُ ٱسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّٰتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَٰرًا ﴿١٢﴾ ﴾ [نوح:۱۰-۱۲]۔

اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا۔اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ [ابراھیم:۷]۔

اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دوں گا۔

۴۔ متعینہ مدت پوری ہونے تک عمر میں بڑھوتری اور سزا میں عدم عجلت کے ذریعہ ترغیب، ارشاد باری ہے:

﴿يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ [ابراھیم:۱۰]۔

وہ تو تمہیں اس لئے بلا رہا ہے کہ تمہارے گناہ معاف فرما دے، اور ایک مقرر وقت تک تمہیں مہلت عطا فرمائے۔

چنانچہ جو شخص اللہ کی عبادت کرے گا، اس کا تقویٰ اختیار کرے گا، اس کے رسول ﷺ کی اتباع کرے گا اور تمام گناہوں سے توبہ کرے گا، اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا، اس کی عمر دراز کرے گا، اور اس سے ہلاکت دور کر دے گا یہاں تک کہ متعینہ مدت پوری ہو جائے [1]۔

۵۔ قسم قسم کی تائید، مدد اور توفیق کے وعدہ کے ذریعہ ترغیب:

(الف) ولایت الٰہی کا وعدہ: ارشاد باری ہے:

﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾ [البقرۃ:۲۵۷]۔

ایمان لانے والوں کا کارساز اللہ تعالیٰ خود ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے۔

(ب) اہل ایمان سے دفاع کا وعدہ: ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ

---

[1] دیکھئے: تفسیر البغوی، ۳/ ۲۷، ۴/ ۳۹۷، وتفسیر ابن کثیر، ۴/ ۴۲۵، وتفسیر السعدی، ۴/ ۱۷۲، ۷/ ۴۸۱۔

كَفُورٍ ﴿٣٨﴾ [الحج:٣٨]۔

سن رکھو! یقیناً سچے مومنوں کے دشمنوں کو خود اللہ تعالیٰ ہٹا دیتا ہے۔ کوئی خیانت کرنے والا ناشکرا اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں۔

(ج) کافی ہونے کا وعدہ: ارشاد باری ہے:

﴿ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ ﴾ [الطلاق:٣]۔

اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا۔

(د) نصرت ومدد کا وعدہ: ارشاد باری ہے:

﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ ﴾ [الروم:٤٧]۔

ہم پر مومنوں کی مدد کرنا لازم ہے۔

(ھ) عزت وسربلندی کا وعدہ: ارشاد باری ہے:

﴿ وَلِلَّهِ ٱلْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِۦ وَلِلْمُؤْمِنِينَ ﴾ [المنافقون:٨]۔

سنو! عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان داروں کے لیے ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَهِنُوا۟ وَلَا تَحْزَنُوا۟ وَأَنتُمُ ٱلْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ ﴾

[آل عمران: ١٣٩]۔

تم نہ سستی کرو اور غمگین ہو، تم ہی غالب رہو گے، اگر تم ایماندار رہو۔

(و) اللہ تعالیٰ کا مومنوں سے محبت کا وعدہ: یہ بڑا وسیع باب ہے، اس باب میں اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ توبہ کرنے والوں سے، پاکی حاصل کرنے والوں سے، تقویٰ شعاروں سے، احسان کرنے والوں سے، صبر کرنے والوں سے، توکل کرنے والوں سے، انصاف کرنے والوں سے اور سیسہ پلائی

دیوار کی طرح صف بستہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے①۔

(ز) مومنوں سے بندگانِ الٰہی کی محبت کا وعدہ، ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ ٱلرَّحْمَـٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾﴾ [مریم:۹۶]۔

بیشک جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے شائستہ اعمال کیے ہیں ان کے لیے اللہ رحمٰن محبت پیدا کردے گا۔②

(ح) ہدایت وتوفیق کا وعدہ: ارشاد باری ہے:

﴿وَإِنَّ ٱللَّهَ لَهَادِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٤﴾﴾ [الحج:۵۴]۔

یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو راہ راست کی طرف رہبری کرنے والا ہی ہے۔

(ط) اُن پر دشمنوں کو مسلط نہ کرنے کا وعدہ: ارشاد باری ہے:

﴿وَلَن يَجْعَلَ ٱللَّهُ لِلْكَـٰفِرِينَ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴿١٤١﴾﴾ [النساء:۱۴۱]۔

اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں پر ہرگز راہ نہ دے گا۔

(ی) امن وسلامتی کا وعدہ: ارشاد باری ہے:

﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَـٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَـٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٨٢﴾﴾ [الانعام:۸۲]۔

جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔

(ک) مومنوں کی جدوجہد کی حفاظت کا وعدہ: ارشاد ہے:

---

① دیکھئے: سورۃ البقرۃ: ۲۲۲، وسورۃ آل عمران: ۷۶، ۱۱۶، ۱۳۴، ۱۴۸، ۱۵۹، وسورۃ المائدۃ: ۴۲، وسورۃ التوبۃ: ۴، ۷، وسورۃ الصف: ۴۔

② دیکھئے: صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱۱/ ۳۴۰، ۱۳/ ۴۶۱، وصحیح مسلم، ۴/ ۲۰۳۰۔

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴿٣٠﴾﴾ [الکھف:۳۰]۔

یقیناً جولوگ ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں تو ہم کسی نیک عمل کرنے والے کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔

(ل) علم وفہم میں اضافہ کا وعدہ: ارشاد باری ہے:

﴿وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِۦٓ إِيمَٰنًا ۚ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَزَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٢٤﴾﴾ [التوبۃ:۱۲۴]۔

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا ہے، سو جولوگ ایمان والے ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کیا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔

دوسری قسم: اللہ کے گذشتہ مخلص بندوں کی بابت سنت الٰہی کے ذکر کے ذریعہ ترغیب:

گنہ گار مومنوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں حکیمانہ بات یہ ہے کہ انہیں یہ بتلایا جائے کہ مومن بندوں کی مدد اور ان پر رحمت کے سلسلہ میں اللہ کی سنت پیچھے نہیں رہتی بشرطیکہ وہ اللہ کی کمال عبودیت اور اپنی محتاجگی کا اظہار کرتے ہوئے اُس کی طرف متوجہ ہوں، درانحالیکہ وہ کسی مصیبت، یا تنگی یا محتاجگی سے دوچار ہوں، کہ ایسی صورت میں اللہ کی رحمت انہیں آگھیرتی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّ رَحْمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾﴾ [الاعراف:۵۶]۔

بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے نزدیک ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ﴾ [النمل:۶۲]۔

بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟

اور داعی کے اللہ کے گذشتہ مخلص بندوں کی بابت سنت الٰہی کے ذکر کرنے میں اللہ کے بندوں کو لالچ اور شوق دلانا ہے کہ اگر وہ بھی سچے دلوں سے اللہ کی طرف متوجہ ہوں تو اُسی کے مثل انہیں بھی اللہ کی نعمت و رحمت حاصل ہوگی، اور حکم الٰہی کی تابعداری سے اعراض کرنے والوں کو ترغیب ہے تاکہ وہ بھی نیک کاروں میں سے ہوجائیں اور رحمت الٰہی کے مستحق ٹھہریں[1]، اس قسم کی مثالیں بہت زیادہ ہیں، ان میں سے چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ آدم وحواء علیہما السلام کے گناہ میں پڑنے کے بعد اللہ کا ان کی دعاؤں کو قبول کرنا، پھر انہوں نے اللہ سے توبہ کیا، ارشاد باری ہے:

﴿ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَـٰسِرِينَ ﴿٢٣﴾ ﴾ [الاعراف: ۲۳]۔

دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَـٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴿٣٧﴾ ﴾ [البقرة: ۳۷]۔

آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

۲۔ تکلیف و مشقت کے انتہا کو پہنچ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی ایوب علیہ السلام کی دعا قبول کرنا، ارشاد باری ہے:

﴿ وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّى مَسَّنِىَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ

---

① دیکھئے: معالم الدعوۃ، از دیلمی، ۱/ ۵۰۰۔

ٱلرَّٰحِمِينَ ﴿٨٣﴾ فَٱسْتَجَبْنَا لَهُۥ فَكَشَفْنَا مَا بِهِۦ مِن ضُرٍّ ۖ وَءَاتَيْنَٰهُ أَهْلَهُۥ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَٰبِدِينَ ﴿٨٤﴾ ﴾ [الانبیاء: ۸۳،۸۴]

ایوب (علیہ السلام) کی اس حالت کو یاد کرو جبکہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تو ہم نے اس کی سن لی اور جو دکھ انہیں تھا اسے دور کر دیا اور اس کو اہل وعیال عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ ویسے ہی اور اپنی خاص مہربانی سے تاکہ سچے بندوں کے لئے سبب نصیحت ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا یونس علیہ السلام کی دعاء کو قبول کرنا: ارشاد ہے:

﴿ وَذَا ٱلنُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَٰضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِى ٱلظُّلُمَٰتِ أَن لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَٰنَكَ إِنِّى كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٨٧﴾ فَٱسْتَجَبْنَا لَهُۥ وَنَجَّيْنَٰهُ مِنَ ٱلْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُۨجِى ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾ ﴾ [الانبیاء: ۸۷،۸۸]۔

اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کو یاد کرو! جبکہ وہ غصہ سے چل دیا اور خیال کیا کہ ہم اسے نہ پکڑ سکیں گے۔ بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھا کہ الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں ہو گیا۔ تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دے دی اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح بچا لیا کرتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ فَلَوْلَآ أَنَّهُۥ كَانَ مِنَ ٱلْمُسَبِّحِينَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِى بَطْنِهِۦٓ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤٤﴾ ﴾ [الصافات: ۱۴۳،۱۴۴]۔

پس اگر یہ پاکی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے۔ تو لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک اس کے پیٹ میں ہی رہتے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء اور مومن بندوں کو انکی جھٹلانے والی قوموں پر عذاب آنے کے

وقت، نجات دلانا، یہ بڑا وسیع باب ہے، اس میں نوح علیہ السلام کو ①، ھود علیہ السلام کو ②، صالح علیہ السلام کو ③، ابراہیم ولوط علیہما السلام کو ④، شعیب علیہ السلام کو ⑤، موسیٰ وہارون علیہما السلام کو ⑥، اور بنی اسرائیل کے بھلائی کا حکم دینے والوں اور برائی سے منع کرنے والوں کو ⑦ اور دیگر لوگوں کو نجات دلانا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے متبعین کو نجات عطا فرمائی اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کر دیا۔

تیسری قسم: آخرت میں عظیم ترین بھلائی کے وعدہ کے ذریعہ ترغیب:

کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بعد میں ملنے والی بھلائی، پائیدار نعمت، رضامندی، مکمل امن وسلامتی، رحمت ومغفرت، گناہوں کی بخشش وغیرہ کا وعدہ آیا ہے، اور یہ ساری چیزیں ان لوگوں کے لئے ہیں جن میں حقیقی ایمان اور عمل صالح پایا جائے، اور یہ بڑا وسیع باب ہے، جس سے کتاب وسنت کا سمندر لبریز ہے، اس کی مثالیں ذکر کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔

لہٰذا داعی کو چاہئے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی اہتمام کرے، تاکہ لوگوں کے سامنے وہ حکیمانہ بات پیش کر سکے جس سے رب حکیم راضی وخوش ہو ⑧۔

---

① دیکھئے: سورۃ یونس: ۷۳۔

② دیکھئے: سورۃ ھود: ۵۸۔

③ دیکھئے: سورۃ ھود: ۶۶۔

④ دیکھئے: سورۃ الانبیاء: ۷۰، ۷۱۔

⑤ دیکھئے: سورۃ ھود: ۹۴۔

⑥ دیکھئے: سورۃ الصافات: ۱۱۴-۱۱۶۔

⑦ دیکھئے: سورۃ الاعراف: ۱۶۴-۱۶۶۔

⑧ دیکھئے: سورۃ الانعام: ۸۲، وسورۃ طٰہٰ: ۸۰ – ۸۲، وسورۃ الفرقان: ۷۰، وسورۃ البینۃ: ۷، ۸۔

چوتھی قسم: جنت میں مومنوں کے حالات اور ان کے لئے اللہ کی تیار کردہ نعمتوں کے ذکر سے ترغیب:

ترغیب کی اس قسم سے بھی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت بھری پڑی ہے، اور نعمتوں بھری جنت میں اپنے مومن بندوں کے لئے اللہ کی تیار کردہ دائمی اور لازوال نعمتوں کو کوئی شمار نہیں کر سکتا، اسی لئے رسول ﷺ اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قَالَ اللَّهُ: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لاَ عَيْنٌ رَأَتْ، وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلاَ خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ، فَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾﴾ [السجدة:١٧]''[1]۔

اللہ کا ارشاد ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے، نہ کسی بشر کے دل میں کھٹکا ہے، لہٰذا اگر تم چاہو تو پڑھو: (ترجمہ) کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے، جو کچھ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے۔

اور یہ چیز عقلمند کو اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ اس عظیم کامیابی، ابدی سعادت، اور دائمی نعمت جس کی خوبیاں بیان نہیں کی جاسکتیں' سے سرفراز ہونے کے لئے پوری طرح جٹ جائے، اور ان نعمتوں میں سے بطور مثال[2] اللہ کی بیان کردہ جنتیوں کی نعمتیں اور ان کے صفات

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وأنہا مخلوقۃ، ۶/ ۳۱۸، حدیث (۳۲۴۴)، وصحیح مسلم، کتاب الجنۃ، ۴/ ۲۱۷۵، حدیث (۲۸۲۵)۔

② جنت کی صفت، اس کی نعمتیں، جنتیوں کے حالات اور ان کے لئے اللہ کی تیار کردہ بعض نعمتیں، ملاحظہ فرمائیں: صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وأنہا مخلوقۃ، ۶/ ۳۱۷-۳۲۹، وصحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا، ۴/ ۲۱۷۴-۲۲۰۶، وجامع الاصول فی احادیث الرسول ﷺ (انہوں نے جنت اور اس کی نعمتوں کی صفات کی دس قسمیں ذکر کی ہیں)، ۱۰/ ۵۲۳-۵۳۷، نیز دیکھئے: جنت کے بارے میں تصنیف کردہ سب سے عظیم کتاب، ==

وغیرہ ہیں، جیسے:

اللہ کی رضامندی، جو سب سے بڑی نعمت ہے①، جنت کی نہریں②، جنتیوں کی رہائش گاہیں③، ان کی بیویاں④، ان کے زیورات⑤، ان کا کھانا⑥، ان کا پینا⑦، ان کے صفات⑧، ان کی لمبائی⑨، ان کے میوہ جات⑩، ان کا لباس⑪، اور جنتیوں کی سب سے بڑی نعمت اللہ کے رخِ کریم کا دیدار⑫، وغیرہ۔

لہٰذا داعی اگر ترغیب کی اس قسم کا استعمال کرے تو اس دائمی نعمت کے شوق کی طرف لوگوں کے دلوں کو کھینچے گا۔

دوسری قسم: نیکیوں کی اقسام کی ترغیب:

یہ قسم بڑی اہم ہے، پہلی قسم سے اس کی اہمیت کسی طرح کم نہیں، لوگوں کو اس کی ضرورت ہے تاکہ

== حادی الارواح إلی بلاد الافراح، از امام ابن القیم، اس کتاب میں موصوف نے ستّر ابواب ذکر کئے ہیں۔

① دیکھئے: سورۃ التوبۃ: ۷۲۔

② دیکھئے: سورۃ محمد: ۱۵۔

③ دیکھئے: سورۃ التوبۃ: ۷۲۔

④ دیکھئے: الصافات: ۴۰-۴۸۔

⑤ دیکھئے: سورۃ الکھف: ۳۱۔

⑥ دیکھئے: سورۃ الطور: ۲۷، ۲۸، وسورۃ الواقعۃ: ۱۰-۴۰۔

⑦ دیکھئے: سورۃ الانسان: ۵-۲۲۔

⑧ دیکھئے: صحیح البخاری مع فتح الباری، ۶/ ۳۱۸، ۳۶۲، وصحیح مسلم، ۴/ ۲۱۸۰۔

⑨ دیکھئے: صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ، ۶/ ۳۶۲، حدیث (۳۳۲۶)۔

⑩ دیکھئے: سورۃ الرحمن: ۵۲-۶۸، وسورۃ الواقعۃ: ۱۹-۳۳۔

⑪ دیکھئے: سورۃ الکھف: ۱۵، وسورۃ الحج: ۲۳۔

⑫ دیکھئے: سورۃ یونس: ۲۶، وسورۃ ق: ۳۵، وسورۃ القیامۃ: ۲۲، ۲۳۔

نیکیوں کی قسموں کی انجام دہی میں ہمت باندھ لیں، لہٰذا داعی کو چاہئے کہ اس پہلو کو بھی نظر انداز نہ کرے، بلکہ اپنی حکیمانہ گفتگو کے ذریعہ لوگوں کو نیکی و بھلائی اور اطاعت کی تمام قسموں کی ترغیب کا اہتمام کرے: جیسے انہیں کلمۂ اخلاص (توحید) کے حقیقی اقرار، نماز، زکاۃ، روزہ، حج، کلمۂ الٰہی کی سربلندی کے لئے جہاد، والدین کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی، باہمی اختلافات کی اصلاح، کھانا کھلانا، سلام عام کرنا اور جب لوگ سوئے ہوں تو شب بیداری کرنا وغیرہ پر ابھارے۔

اسی طرح داعی کو چاہئے کہ لوگوں کو ذاتی فضائل کی قسموں کی بھی ترغیب دے، جیسے: بہادری، پاکدامنی، سچائی، وفا شعاری، امانت، اخلاص، حلم و بردباری، تواضع، سخاوت، صبر، ضمیر کی پاکی، لوگوں کی خیر خواہی، عدل و احسان، اور اس کے علاوہ دنیا و آخرت میں امت کے لئے نفع بخش اعمال کی ترغیب دے، اس سلسلہ میں اللہ کی کتاب، رسول ﷺ کی صحیح حسن سنت اور ثابت آثار سلف میں جو ترغیب وارد ہوئی ہیں اُن کا ذکر کرے، اور حسب ضرورت اس کی بھرپور شرح کرے[1]۔

ان قسموں میں ترغیب کی ایک مثال فرمان باری ہے:

﴿ لَّيْسَ ٱلْبِرَّ أَن تُوَلُّوا۟ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ ٱلْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةِ وَٱلْكِتَٰبِ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ وَءَاتَى ٱلْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ ذَوِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينَ وَٱبْنَ ٱلسَّبِيلِ وَٱلسَّآئِلِينَ وَفِى ٱلرِّقَابِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ وَٱلْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَٰهَدُوا۟ ۖ وَٱلصَّٰبِرِينَ فِى ٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَحِينَ ٱلْبَأْسِ ۗ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ صَدَقُوا۟ ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾ ﴾ [البقرة:١٧٧]۔

ساری اچھائی مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو، جو

---

[1] دیکھئے: ھدایۃ المرشدین، ص ۱۹۹۔

مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والے کو دے، غلاموں کو آزاد کرے، نماز کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرے، جب وعدہ کرے تب اسے پورا کرے، تنگدستی، دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرے، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ إِنَّنَآ ءَامَنَّا فَٱغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴿١٦﴾ ٱلصَّٰبِرِينَ وَٱلصَّٰدِقِينَ وَٱلْقَٰنِتِينَ وَٱلْمُنفِقِينَ وَٱلْمُسْتَغْفِرِينَ بِٱلْأَسْحَارِ ﴿١٧﴾ ﴾ [آل عمران: ١٦، ١٧]۔

جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لا چکے اس لئے ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ جو صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرمانبرداری کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور پچھلی رات کو بخشش مانگنے والے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ فِى ٱلسَّرَّآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَٱلْكَٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾ وَٱلَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا۟ فَٰحِشَةً أَوْ ظَلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا۟ ٱللَّهَ فَٱسْتَغْفَرُوا۟ لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ إِلَّا ٱللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلُوا۟ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾ ﴾ [آل عمران: ١٣٤، ١٣٥]۔

جو لوگ آسانی میں سختی کے موقع پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے۔ جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے

لئے استغفار کرتے ہیں، فی الواقع اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی برے کام پر اڑ نہیں جاتے۔

اس کے علاوہ قرآن کریم کی بکثرت آیتیں ہیں①۔

اسی طرح نیکیوں کی اقسام کی ترغیب کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیشمار احادیث بھی وارد ہیں' اسی قبیل سے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

''أَرْبَعٌ إِذَا كُنَّ فِيكَ فَلَا عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ مِنَ الدُّنْيَا: حِفْظُ أَمَانَةٍ، وَصِدْقُ حَدِيثٍ، وَحُسْنُ خَلِيقَةٍ، وَعِفَّةٌ فِي طُعْمَةٍ''②۔

اگر چار چیزیں تمہارے اندر ہوں تو دنیا کی فوت شدہ چیزوں کا تمہیں کوئی غم نہیں: امانت کی حفاظت، گفتگو میں سچائی، عمدہ اخلاق اور حلال کمائی۔

اور اسی قسم سے معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت میں داخل کرنے والی اور جہنم سے دور کرنے والی چیزوں کے بارے میں سوال کیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نیکیوں کی قسموں کی بارہ خصلتیں بتلائیں③۔

چنانچہ داعی جب ان قسموں کا استعمال کرے گا تو ان شاء اللہ درستی کی توفیق سے ہمکنار رہو گا④۔

---

① دیکھئے: سورۃ النساء: ۱۱۴، وسورۃ التوبۃ: ۱۷، وسورۃ المؤمنون: ۱-۱۱، وسورۃ الفرقان: ۶۳-۷۷، وسورۃ لقمان: ۱۳-۱۹، وسورۃ الاحزاب: ۳۵، وسورۃ الصف: ۱۰-۱۳، اور اس کے علاوہ مختلف نیکیوں کی ترغیب کی دیگر آیات۔

② اسے امام احمد نے مسند میں عمدہ سند سے روایت کیا ہے، ۲/ ۱۷۷، ومستدرک حاکم، ۴/ ۳۱۴، دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر، ۱/ ۳۰۱، حدیث (۸۸۶)۔

③ دیکھئے: سنن ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی حرمۃ الصلاۃ، ۵/ ۱۱، حدیث (۲۶۱۶)، اور فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے، وسنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنۃ، ۲/ ۱۳۱۴، حدیث (۳۹۷۳)، ومسند احمد، ۵/ ۲۳۱، نیز دیکھئے: صحیح الترمذی، اور متعدد نیکیوں کی ترغیب کے لئے: صحیح بخاری مع فتح الباری، ۶/ ۱۱، ۱۰/ ۴۱۵، ومسلم، ۴/ ۱۹۸۳۔

④ اور اس قسم میں داعی کے لئے: الترغیب والترھیب، از امام منذری، والمتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح، از امام دمیاطی، وریاض الصالحین، از امام نووی وغیرہ کتابیں مفید ہیں۔

دوسرا مسلک: ترہیب وتنبیہ:

اس سلسلہ میں حکیمانہ گفتگو یہ ہے کہ داعی لوگوں کے سامنے جرائم اور معاصی چھوڑنے اور دیگر تمام گناہوں اور ان پر اصرار کرنے سے تنبیہ وانذار پر آمادہ کرنے میں مفید اور نفع بخش امور کا ذکر کرے۔

اور ترہیب کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: گناہ ومعاصی کی جنس پر عذاب اور سزاؤں کی وعید کے ذکر کے ذریعہ ترہیب۔

دوسری قسم: گناہ ومعاصی کی اقسام اور الگ الگ گناہوں پر عذاب اور سزاؤں کی وعید کے ذکر کے ذریعہ ترہیب۔

پہلی قسم: گناہ ومعاصی کی جنس پر عذاب اور سزاؤں کی وعید کے ذکر کے ذریعہ ترہیب:

اس قسم کی کئی قسمیں اور صورتیں ہیں، میں ان میں سے حسب ذیل قسمیں بطور مثال ذکر کرتا ہوں:

پہلی قسم: فوری بھلائی سے محرومی یا فوری عذاب کی گرفت کی وعید کے ذریعہ ترہیب:

گناہ ومعاصی پر اصرار فقر ومحتاجگی، زندگی میں تنگی، امراض وبیماری، دنیوی واخروی بھلائیوں سے محرومی وغیرہ سے آزمائش کے اسباب میں سے ہیں، یہ چیزیں قوموں، جماعتوں اور افراد کی ہلاکت وبربادی کے عظیم ترین اسباب میں سے ہیں[1]، ارشاد باری ہے:

﴿وَمَآ أَصَٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا۟ عَن كَثِيرٍ ۝٣٠﴾ [الشوریٰ: ۳۰]۔

تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے، اور وہ تو

---

① دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۱۳۳، ۲۳۴۔

بہت سی باتوں سے درگزر فرما دیتا ہے۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہت سارے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے ان پر سزا نہیں دیتا، ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ ٱللَّهُ ٱلنَّاسَ بِمَا كَسَبُوا۟ مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِن دَآبَّةٍ وَلَٰكِن يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِۦ بَصِيرًۢا ﴿٤٥﴾ ﴾ [فاطر:۴۵]۔

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب داروگیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک جاندار کو نہ چھوڑتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین تک مہلت دے رہا ہے، سو جب ان کی وہ میعاد آپہنچے گی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آپ دیکھ لے گا۔

اور زمین میں پیش آمدہ تمام تر مصائب، پھلوں کی قلت اور قحط سالی وغیرہ لوگوں کے بعض گناہ ومعاصی کی سزائیں ہیں (۱)، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ظَهَرَ ٱلْفَسَادُ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِى ٱلنَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ ٱلَّذِى عَمِلُوا۟ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ ﴾ [الروم:۴۱]۔

خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔ اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔

اور داعی اس قسم کو اپنی دعوت میں دو طرح سے استعمال کرسکتا ہے:

(الف) بستیوں پر اُن کے اپنے نفسوں پر ظلم، تکبر اور روزی رساں اللہ کے عدم شکر کے سبب جو تباہی یا خیر وبھلائی سے محرومی کا عذاب آیا اُس کے ذکر کے ذریعہ ترہیب، اور اسی قبیل سے فرعون اور اس کی قوم پر آنے والے والا عذاب ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ كَمْ تَرَكُوا۟ مِن جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ﴿٢٥﴾ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٢٦﴾ وَنَعْمَةٍ

---

(۱) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۴۷۴،۵ /۴ ۱۱۷۔

كَانُوْا فِيهَا فَكِهِينَ ﴿٢٧﴾ [الدخان: ۲۵-۲۷]۔

وہ بہت سے باغات اور چشمے چھوڑ گئے۔ اور کھیتیاں اور راحت بخش ٹھکانے۔ اور وہ آرام کی چیزیں جن میں عیش کر رہے تھے۔

اور اس کے علاوہ بہت سے عذاب جو رسولوں کو جھٹلانے والی بستیوں پر آئے ①۔

(ب) بہت سی جماعتوں یا افراد پر دنیوی گرفت یا بھلائیوں سے محرومی کا جو عذاب آیا اُن کا ذکر کر کے ترہیب، ان میں سے چند جماعتیں اور افراد جن پر اللہ کا عذاب آیا حسب ذیل ہیں:

۱۔ جو کچھ اللہ نے قوم سبا کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ بڑی نعمتوں اور موج و مستی میں تھے، لیکن انہوں نے اللہ کا شکر ادا نہ کیا، لہٰذا ان پر تباہی، بستیوں کی ویرانی اور نعمتوں سے محرومی کا عذاب آیا②۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے جو قارون کے قصہ میں ذکر کیا ہے ③۔

۳۔ اس دو باغ والے کا قصہ جس نے اپنے فقیر ساتھی پر تکبر کیا④۔

۴۔ ان باغ والوں کا قصہ جنہوں نے فقراء اور مساکین کو محروم کرنا طے کیا تھا' چنانچہ اللہ نے انہیں اپنے باغ ہی سے محروم کر دیا اور اسے نیست و نابود کر دیا⑤، اور اس کے علاوہ بکثرت مثالیں ہیں۔

دوسری قسم: دنیوی عذاب آنے کی تنبیہ کے ذریعہ ترہیب:

داعی اس قسم کو اللہ کی اطاعت سے اعراض کرنے والوں کے ساتھ اس وقت برتے گا جب وہ

---

① دیکھئے: سورۃ الانعام: ۴۲-۴۵، وسورۃ الاعراف: ۹۴-۱۰۰، وسورۃ النحل: ۱۱۲، وسورۃ القصص: ۵۸۔

② دیکھئے: سورۃ سبا: ۱۵-۱۹۔

③ دیکھئے: سورۃ القصص: ۷۶-۸۱، وتفسیر البغوی، ۳/ ۴۵۴، وتفسیر ابن کثیر، ۳/ ۹۹۔

④ دیکھئے: سورۃ الکھف: ۳۲-۴۳، وتفسیر ابن کثیر، ۳/ ۸۴۔

⑤ دیکھئے: سورۃ القلم: ۱۷-۲۷، وتفسیر ابن کثیر، ۴/ ۴۰۷۔

تمام حجت اور حق واضح ہو جانے کے باوجود اسے قبول کرنے سے تکبر اور ہٹ دھرمی کریں اور اپنے اعراض پر مصر رہیں، اس سلسلہ میں اللہ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ ٱللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَـٰرَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُم مَّنْ إِلَـٰهٌ غَيْرُ ٱللَّهِ يَأْتِيكُم بِهِ ۗ ٱنظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ ٱلْـَٔايَـٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ ﴿٤٦﴾ قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلظَّـٰلِمُونَ ﴿٤٧﴾﴾ [الانعام:۴۶،۴۷]۔

آپ کہئے کہ یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور بصارت بالکل لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہے کہ یہ تم کو پھر دے دے۔ آپ دیکھئے تو ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے پیش کر رہے ہیں پھر بھی یہ اعراض کرتے ہیں۔ آپ کہئے کہ یہ بتلاؤ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آپڑے خواہ اچانک یا اعلانیہ تو کیا بجز ظالم لوگوں کے اور بھی کوئی ہلاک کیا جائے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾﴾ [النور:۶۳]۔

سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قُلْ هُوَ ٱلْقَادِرُ عَلَىٰٓ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ ۗ﴾ [الانعام:۶۵]۔

آپ کہئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا

تمہارے پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھا دے۔

اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت میں اس کے علاوہ بیشمار مثالیں ہیں [1]۔

تیسری قسم: رسولوں کو جھٹلانے والی قوموں کے انجام کے ذکر کے ذریعہ ترہیب:

لوگوں کے دلوں میں اس قسم کا بڑا گہرا اثر ہوتا ہے؛ کیونکہ اس میں عبرت لینے والوں کے لئے بڑی عبرت ونصیحت ہے، اور اس لئے بھی کہ یہ قسم رسولوں کو جھٹلانے والوں اور یا ان کی دعوت کے سامنے اعراض وتکبر اور ہٹ دھرمی کا موقف اپنانے والوں کے بارے میں اللہ کی سنت کی وضاحت کرتی ہے، اور پھر حجت قائم ہو جانے کے بعد انہیں ہلاکت وتباہی آ گھیرتی ہے، یہ بڑا وسیع باب ہے جس کا شمار ممکن نہیں، اس قبیل سے رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودُ ﴿٤٢﴾ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿٤٣﴾ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ ۖ وَكُذِّبَ مُوسَىٰ ۖ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٤﴾ فَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ﴿٤٥﴾﴾ [الحج:۴۲-۴۵]۔

اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں (تو کوئی تعجب کی بات نہیں) تو ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود۔ اور قوم ابراہیم اور قوم لوط۔ اور مدین والے بھی اپنے اپنے نبیوں کو جھٹلا چکے ہیں۔

---

(1) دیکھئے: سورۃ الانفال: ۲۴، ۲۵، وسورۃ فصلت: ۱۳، وسورۃ السجدۃ: ۲۲، وصحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب التفسیر، سورۃ ھود، باب: وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ، ۸ / ۳۵۴، حدیث (۴۶۸۶)، وصحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، ۴ / ۱۹۹۷، حدیث (۲۵۸۱-۲۵۸۳)، وصحیح بخاری مع فتح الباری، ۸ / ۲۹۵، ۳۰۱، ۹ / ۳۱۹، ۱۳ / ۳۸۳، وصحیح مسلم، ۴ / ۲۱۱۴۔

موسیٰ (علیہ السلام) بھی جھٹلائے جا چکے ہیں پس میں نے کافروں کو یوں ہی سی مہلت دی پھر دھر دبایا، پھر میرا عذاب کیسا ہوا؟ بہت سی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے تہ و بالا کر دیا اس لئے کہ وہ ظالم تھے پس وہ اپنی چھتوں کے بل اوندھی ہوئی پڑی ہیں اور بہت سے آباد کنوئیں بیکار پڑے ہیں اور بہت سے پکے اور بلند محل ویران پڑے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَقَٰرُونَ وَفِرۡعَوۡنَ وَهَٰمَٰنَۖ وَلَقَدۡ جَآءَهُم مُّوسَىٰ بِٱلۡبَيِّنَٰتِ فَٱسۡتَكۡبَرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَمَا كَانُواْ سَٰبِقِينَ ﴿٣٩﴾ فَكُلًّا أَخَذۡنَا بِذَنۢبِهِۦۖ فَمِنۡهُم مَّنۡ أَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِ حَاصِبٗا وَمِنۡهُم مَّنۡ أَخَذَتۡهُ ٱلصَّيۡحَةُ وَمِنۡهُم مَّنۡ خَسَفۡنَا بِهِ ٱلۡأَرۡضَ وَمِنۡهُم مَّنۡ أَغۡرَقۡنَاۚ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلَٰكِن كَانُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ يَظۡلِمُونَ ﴿٤٠﴾﴾ [العنکبوت:۳۹،۴۰]۔

اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی، ان کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) کھلے کھلے معجزے لے کر آئے تھے پھر بھی انہوں نے زمین میں تکبر کیا لیکن ہم سے آگے بڑھنے والے نہ ہو سکے۔ پھر تو ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے وبال میں گرفتار کر لیا، ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور ان میں سے بعض کو زوردار سخت آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبو دیا، اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

انبیاء کو جھٹلانے والے بعض لوگوں پر اللہ کے عذاب کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ نوح علیہ السلام کی قوم: اللہ نے انہیں غرق آبی کے ذریعہ ہلاک کیا، ارشاد ہے:

﴿فَفَتَحۡنَآ أَبۡوَٰبَ ٱلسَّمَآءِ بِمَآءٖ مُّنۡهَمِرٖ ﴿١١﴾ وَفَجَّرۡنَا ٱلۡأَرۡضَ عُيُونٗا فَٱلۡتَقَى ٱلۡمَآءُ عَلَىٰٓ أَمۡرٖ قَدۡ قُدِرَ ﴿١٢﴾﴾ [القمر:۱۱،۱۲]۔

پس ہم نے آسمان کے دروازوں کو زور کے مینہ سے کھول دیا۔ اور زمین سے چشموں کو جاری کر دیا پس اس کام کے لیے جو مقدر کیا گیا تھا (دونوں) پانی جمع ہو گئے۔

۲۔ ہود علیہ السلام کی قوم عاد: اللہ نے ان پر تیز ہوا مسلط کر دیا جس نے انہیں زمین پر مردہ حالت میں پٹخ دیا، جیسے وہ کھجوروں کے کھوکھلے کٹے تنوں کی مانند ہو گئے، چنانچہ اس طوفانی ہوا نے اللہ کے حکم سے ہر چیز کو تہس نہس کر دیا[۱]۔

۳۔ صالح علیہ السلام کی قوم ثمود: اللہ نے ان کے اوپر تیز چیخ کا عذاب بھیج دیا جس سے ان کے سینوں ہی میں ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوئے، وہ بالکلیہ موت کے گھاٹ اتر گئے اور اپنے گھروں میں اوندھے پڑ گئے[۲]۔

۴۔ لوط علیہ السلام کی قوم: اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو آسمان کی طرف اٹھایا، اور ان پر دے پلٹا، چنانچہ انہیں تہ و بالا کر دیا، اور پھر ان پر پتھروں کی بارش کر دی، اور ان کے بھائیوں کے لئے وہی مثال ہے[۳]۔

۵۔ شعیب علیہ السلام کی قوم مدین: ان پر آسمان سے بدلی کا سایہ ہوا اور آگ کے انگاروں اور شعلوں کی شکل میں برس پڑا، پھر آسمان سے تیز چیخ آئی اور ان کے نیچے سے زمین میں زلزلہ آ گیا[۴]۔

۶۔ فرعون اور اس کی قوم: اللہ نے انہیں سمندر میں ڈبو دیا[۵]۔

---

① دیکھئے: سورۃ الاحقاف: ۲۴، ۲۵، وسورۃ الحاقۃ: ۶-۸، وسورۃ القمر: ۱۹، ۲۰۔

② دیکھئے: سورۃ الاعراف: ۷۸، وسورۃ الذاریات: ۴۳-۴۵، وسورۃ القمر: ۲۹-۳۱، وسورۃ الحاقۃ: ۵۔

③ دیکھئے: سورۃ ھود: ۸۱، وسورۃ الحجر: ۸۲، وسورۃ الذاریات: ۳۳۔

④ دیکھئے: سورۃ الشعراء: ۱۷۸، وسورۃ ھود: ۹۴، وسورۃ الاعراف: ۹۱۔

⑤ دیکھئے: سورۃ یونس: ۸۸-۹۱، وسورۃ الزخرف: ۵۱-۵۶۔

۷۔ قارون: اللہ نے اسے اپنے گھر بار سمیت زمین میں دھنسا دیا[1]۔

چوتھی قسم: آخرت میں عذاب کی وعید کے ذریعہ ترہیب:

قیامت کے دن عذاب کی وعید ان عظیم حکیمانہ اقوال میں سے ہے کہ جب اللہ کی گرفت، پکڑ اور دردناک عذاب کے ذریعہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت اور اللہ کے حدود سے تجاوز کرنے والوں کو نصیحت کی جاتی ہے تو اس سے عقلمندوں کے دل نرم پڑتے ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدْخِلْهُ نَارًا خَـٰلِدًا فِيهَا وَلَهُۥ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾﴾ [النساء:۱۴]۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَإِنَّ لَهُۥ نَارَ جَهَنَّمَ خَـٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ﴿٢٣﴾﴾ [الجن:۲۳]۔

جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نہ مانے گا اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِۦ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾﴾

---

[1] دیکھئے: سورۃ القصص: ۷۶، اور تفصیل کے لئے امام ابن القیم کی کتاب الجواب الکافی ص ۸۴-۸۶، اور سورۃ الاعراف: ۵۹-۱۴۱، اور سورۃ ھود: ۲۵-۱۱۰، ملاحظہ فرمائیں۔

[النساء:۱۱۵]۔

جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔

یہ قسم کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بکثرت ہے ①۔

پانچویں قسم: کفار و مجرمین اور آخرت میں ان کے لئے تیار کردہ اللہ کے عذاب کے وصف کے ذریعہ ترہیب:

یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ ایک حکیم داعی کا کفار، منافقین اور گنہ گاروں پر ہونے والے قسم قسم کے دردناک عذاب کا وصف بیان کرنا اور ان کے لئے آخرت میں اللہ کے تیار کردہ مختلف عذاب وعقاب کا ذکر کرنا لوگوں کے دلوں میں خوف و دہشت اور ہیبت وگھبراہٹ کا سبب ہوگا اور ان کے نفسوں کو اللہ کی طرف بھاگنے پر آمادہ کرے گا، چنانچہ وہ اللہ کی خالص عبادت کریں گے اور توبہ کریں گے تاکہ اللہ کے عذاب اور اس عظیم دن کی رسوائی سے نجات پاسکیں، اس سلسلہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَسِيقَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًاۖ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءُوهَا فُتِحَتۡ أَبۡوَٰبُهَا وَقَالَ لَهُمۡ خَزَنَتُهَآ أَلَمۡ يَأۡتِكُمۡ رُسُلٞ مِّنكُمۡ يَتۡلُونَ عَلَيۡكُمۡ ءَايَٰتِ رَبِّكُمۡ وَيُنذِرُونَكُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هَٰذَاۚ قَالُواْ بَلَىٰ وَلَٰكِنۡ حَقَّتۡ كَلِمَةُ ٱلۡعَذَابِ عَلَى ٱلۡكَٰفِرِينَ ۝٧١ قِيلَ ٱدۡخُلُوٓاْ أَبۡوَٰبَ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَاۖ فَبِئۡسَ مَثۡوَى ٱلۡمُتَكَبِّرِينَ ۝٧٢﴾ [الزمر:۷۱،۷۲]۔

کافروں کے غول کے غول جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے، جب وہ اس کے پاس پہنچ

① دیکھئے: کتاب التخویف من النار، از امام ابن رجب، ص ۱۳۔

جائیں گے اس کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے جائیں گے، اور وہاں کے نگہبان ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں درست ہے لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا۔ کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ جہاں ہمیشہ رہیں گے، پس سرکشوں کا ٹھکانا بہت ہی برا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَيَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ تَرَى ٱلَّذِينَ كَذَبُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ ۚ أَلَيْسَ فِى جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ۝٦٠﴾ [الزمر:٦٠]۔

اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہو گئے ہوں گے کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں؟

نیز ارشاد ہے:

﴿فَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ ٱلْحَمِيمُ ۝١٩ يُصْهَرُ بِهِۦ مَا فِى بُطُونِهِمْ وَٱلْجُلُودُ ۝٢٠ وَلَهُم مَّقَـٰمِعُ مِنْ حَدِيدٍ ۝٢١﴾ [الحج:١٩-٢١]۔

پس کافروں کے لئے تو آگ کے کپڑے بیونت کر کاٹے جائیں گے، اور ان کے سروں کے اوپر سے سخت کھولتا ہوا پانی بہایا جائے گا۔ جس سے ان کے پیٹ کی سب چیزیں اور کھالیں گلا دی جائیں گی۔ اور ان کی سزا کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں ان کے لباس، پینے (١)، کھانے (٢)، زنجیروں، طوقوں، عذاب،

(١) دیکھئے: سورۃ محمد: ١٥، وسورۃ ابراہیم: ٩، وسورۃ الکہف: ٢٩۔

(٢) دیکھئے: سورۃ الدخان: ٤٣، وسورۃ المزمل: ١٢، وسورۃ الحاقۃ: ٣٥۔

ہتھوڑوں اور ان کے جسموں کی لمبائی چوڑائی کا ذکر کیا ہے[1]، اور یہ ان کے لئے بہت بڑا کھلا نقصان ہے، ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴾ [الزمر:۱۵]۔

تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرتے رہو کہہ دیجئے! کہ حقیقی زیاں کار وہ ہیں جو اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیں گے، یاد رکھو کہ کھلم کھلا نقصان یہی ہے۔

چھٹی قسم: قیامت کے دن نفسیاتی عذاب کے ذریعہ ترہیب:

غافلوں، منہ موڑنے والوں اور گناہ و معاصی اور جرائم پر مصر لوگوں کو پیش کی جانے والی ایک حکیمانہ بات یہ بھی ہے کہ ان کے سامنے جہنمیوں کے لئے اللہ کے بیان کردہ بعض نفسیاتی عذاب کا تذکرہ کیا جائے- اللہ ہمیں اس سے پناہ دے-، اس قسم کی بعض مثالیں حسب ذیل ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۖ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنفُسَكُم ۖ مَّا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنتُم بِمُصْرِخِيَّ ۖ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ

---

[1] دیکھئے: سورۃ غافر: ۷۱، ۷۲، وسورۃ الحاقۃ: ۱۲، وسورۃ المزمل: ۱۲، ۱۳، سورۃ الحج: ۲۱، ۲۲۔ اور ان کے جسموں اور دانتوں کی جسامت کے لئے ملاحظہ فرمائیں: صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، ۱۱/ ۴۱۵، حدیث (۶۵۵۱) وصحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا، باب النار یدخلھا الجبارون والجنۃ یدخلھا الضعفاء، ۴/ ۲۱۸۹، ۲۱۹۰، حدیث (۲۸۵۱، ۲۸۵۲)۔

مِن قَبۡلُۗ إِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ لَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٞ ﴿٢٢﴾ [ابراہیم:۲۲]۔

جب اور کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تو تمہیں سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدے کیے تھے ان کے خلاف کیا، میرا تم پر کوئی دباؤ تو تھا ہی نہیں، ہاں میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی، پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمہارا فریاد رس اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے، میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے اللہ کا شریک مانتے رہے، یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قَالُواْ رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَيۡنَا شِقۡوَتُنَا وَكُنَّا قَوۡمٗا ضَآلِّينَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَآ أَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَإِنۡ عُدۡنَا فَإِنَّا ظَٰلِمُونَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ ٱخۡسَـُٔواْ فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ﴿١٠٨﴾﴾ [المومنون:۱۰۶-۱۰۸]۔

کہیں گے کہ اے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی (واقعی) ہم تھے ہی گمراہ۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے نجات دے اگر اب بھی ہم ایسا ہی کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھٹکارے ہوئے یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ يُنَادَوۡنَ لَمَقۡتُ ٱللَّهِ أَكۡبَرُ مِن مَّقۡتِكُمۡ أَنفُسَكُمۡ إِذۡ تُدۡعَوۡنَ إِلَى ٱلۡإِيمَٰنِ فَتَكۡفُرُونَ ﴿١٠﴾ قَالُواْ رَبَّنَآ أَمَتَّنَا ٱثۡنَتَيۡنِ وَأَحۡيَيۡتَنَا ٱثۡنَتَيۡنِ فَٱعۡتَرَفۡنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلۡ إِلَىٰ خُرُوجٖ مِّن سَبِيلٖ ﴿١١﴾ ذَٰلِكُم بِأَنَّهُۥٓ إِذَا دُعِيَ ٱللَّهُ وَحۡدَهُۥ كَفَرۡتُمۡ وَإِن يُشۡرَكۡ بِهِۦ تُؤۡمِنُواْۚ فَٱلۡحُكۡمُ لِلَّهِ ٱلۡعَلِيِّ ٱلۡكَبِيرِ ﴿١٢﴾﴾ [غافر:۱۰-۱۲]۔

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انہیں یہ آواز دی جائے گی کہ یقیناً اللہ کا تم پر غصہ ہونا اس سے بہت زیادہ ہے جو تم غصہ ہوتے تھے اپنے جی سے، جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے پھر کفر کرنے لگتے تھے ۔ وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دو بار مارا اور دو بار ہی جلایا، اب ہم اپنے گناہوں کے اقراری ہیں، تو کیا اب کوئی راہ نکلنے کی بھی ہے؟ یہ (عذاب) تمہیں اس لیے ہے کہ جب صرف اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا تو تم انکار کر جاتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے پس اب فیصلہ اللہ بلند و بزرگ ہی کا ہے ۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَنَادَوْا يَـٰمَـٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُم مَّـٰكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنَـٰكُم بِٱلْحَقِّ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَـٰرِهُونَ ﴿٧٨﴾ ﴾ [الزخرف:۷۷،۷۸]۔

اور پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے، وہ کہے گا کہ تمہیں تو (ہمیشہ) رہنا ہے ۔ ہم تو تمہارے پاس حق لے آئے لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت رکھنے والے تھے؟

اور اس کے علاوہ نفسیاتی عذاب کی دیگر قسمیں ہیں، کیونکہ جب جہنمی جہنم سے نکلنے کی درخواست کریں گے اور ان کی درخواست رد کر دی جائے گی تو ہم وغم اور حسرت کے مارے ان کے دل کٹ جائیں گے [1] ۔

---

(۱) جہنمیوں کے عذاب کے انواع واقسام، ان کے صفات اور ان کے لئے اللہ کی تیار کردہ بعض سزاؤں کے لئے ملاحظہ فرمائیں: جامع الاصول، از امام ابن الاثیر، ۱۰ / ۵۱۲ - ۵۲۳، نیز ۱۰ / ۵۳۷ - ۵۶۴، والتخویف من النار، از امام ابن رجب، ص ۶۴ - ۲۸۳ ۔

دوسری قسم: گناہوں کے اقسام وافراد پر عذاب اور سزاؤں کی وعید کے ذریعہ

ترہیب:

یہ بڑی اہم قسم ہے، لوگوں کو اس کی ضرورت ہے تاکہ اکے دکے گناہوں سے بھی لوگ دور ہو جائیں اور جن جرائم میں ملوث ہیں انہیں بالکلیہ چھوڑ دیں اور سچی توبہ کا اعلان کریں۔

لہٰذا داعی کو چاہئے کہ اس قسم کا اہتمام کرے اور الگ الگ گناہوں اور ان کی قسموں پر عذاب اور سزاؤں کے سلسلہ میں کتاب وسنت میں وارد وعیدوں کا ذکر کرے، جیسے اسلامی عقیدہ سے متعلق بعض مسائل میں تہاون اور سستی، نماز، زکاۃ، روزہ اور طاقت کے باوجود حج سے بے توجہی، اسی طرح والدین کی نافرمانی، قطع رحمی، مسلمانوں کے مابین باہمی کشاکش اور لاتعلقی سے تنبیہ، اللہ کی حرام کردہ جان کو ناحق قتل کرنے، زنا کاری، اغلام بازی، سود خوری، یتیم کا مال کھانے، چوری کرنے، لوگوں کا مال ناحق کھانے، شراب نوشی، جوا وقمار بازی، تہمت، غیبت، چغلخوری وغیرہ سے تنبیہ۔ اور ان سے بڑھ کر مشرکانہ امور، دین میں نوایجاد کردہ بدعات، جادو، کاہنوں اور عرافوں کے پاس جانے، اولیاء وصالحین سے لولگانے وغیرہ گناہ ومعاصی سے تنبیہ وانذار۔

اسی طرح داعی پر لازم ہے کہ حکیمانہ گفتگو کے ذریعہ لوگوں کو قسم قسم کی اخلاقی گراوٹوں سے ڈرائے اور تنبیہ کرے: جیسے بزدلی، عدم پاکدامنی، جھوٹ، بدعہدی، دھوکہ، خیانت، نفاق، ریاکاری، غضب وغصہ، تکبر، بخیلی، کنجوسی، مصیبتوں پر جزع فزع، کینہ کپٹ، حسد نیز امت کو دین و دنیا میں نقصان پہنچانے والی تمام چیزوں سے متنبہ اور چوکنا کرے[1]۔

چنانچہ داعی جب حکیمانہ گفتگو کے ذریعہ اس سلسلہ میں وارد تنبیہات کا ذکر کرے گا تو ان شاء اللہ ایک نیک اور ٹھوس معاشرہ وجود میں آئے گا۔

---

① دیکھئے: الجواب الکافی لمن سال عن الدواء الشافی، از ابن القیم ص ۱۸۰-۳۰۵، وھدایۃ المرشدین، ص ۲۱۵۔

اس قسم کی وسعت اور اس کے اقسام کی کثرت کے پیش نظر میں حسب ذیل مثالوں پر اکتفا کروں گا:

ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّهُۥ مَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدۡ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِ ٱلۡجَنَّةَ وَمَأۡوَىٰهُ ٱلنَّارُۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنۡ أَنصَارٖ ۝٧٢ ﴾ [المائدۃ:۷۲]۔

یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يَقۡتُلۡ مُؤۡمِنٗا مُّتَعَمِّدٗا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَٰلِدٗا فِيهَا وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهُۥ وَأَعَدَّ لَهُۥ عَذَابًا عَظِيمٗا ۝٩٣ ﴾ [النساء:۹۳]۔

اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهۡدَ ٱللَّهِ مِنۢ بَعۡدِ مِيثَٰقِهِۦ وَيَقۡطَعُونَ مَآ أَمَرَ ٱللَّهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ وَيُفۡسِدُونَ فِي ٱلۡأَرۡضِ أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱللَّعۡنَةُ وَلَهُمۡ سُوٓءُ ٱلدَّارِ ۝٢٥ ﴾ [الرعد:۲۵]۔

اور جو اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے انہیں توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ان کے لئے لعنتیں ہیں اور ان کے لئے برا گھر ہے۔

رہیں سنت کی مثالیں، تو اس میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اجْتَنِبُوا السَّبْعَ المُوبِقَاتِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ اليَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ المُحْصَنَاتِ المُؤْمِنَاتِ الغَافِلَاتِ''[۱]۔

سات مہلک چیزوں سے بچو، صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کیا ہیں؟ فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک، جادو، اللہ کی حرام کردہ جان کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے روز پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور پاکباز، بھولی بھالی مومنہ عورتوں پر تہمت لگانا۔

نیز ارشاد ہے:

''لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ، وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا، وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ، وَشِدَّةِ الْمَئُونَةِ، وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا، وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللَّهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ، فَأَخَذُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ، وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ''[۲]۔

جس کسی قوم میں فحاشی ظاہر ہوتی ہے اور وہ اسے علانیہ کرنے لگتے ہیں ان میں طاعون اور

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الوصایا، باب قولہ تعالیٰ: إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا، ۵ / ۳۹۳، حدیث (۲۷۶۶)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر وکبرھا، ۱ / ۹۲، حدیث (۸۹)۔

② سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، ۲ / ۱۳۳۲، حدیث (۴۰۱۹)، ومستدرک حاکم، اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے موافقت فرمائی ہے، ۴ / ۵۴۰، نیز دیکھئے: صحیح ابن ماجہ ۲ / ۳۷۰، والسلسلة الصحیحہ ۱ / ۲۱۶-۲۱۷، حدیث (۱۰۶)۔

ایسے امراض پھیل جاتے ہیں جن کا وجود ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں میں نہ تھا، اور جو لوگ بھی ناپ تول میں کمی کرتے ہیں وہ خشک سالی، اخراجات کی دشواری اور حاکم وقت کے ظلم وستم سے دوچار ہوتے ہیں، اور جو لوگ اپنے مالوں کی زکاۃ نہیں ادا کرتے ہیں ان سے آسمان کی بارش روک لی جاتی ہے اور اگر چوپائے نہ ہوتے تو بارش ہی نہ ہوتی، اور جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا عہد و پیمان توڑ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے علاوہ سے ایک دشمن ان پر مسلط کر دیتا ہے جو ان کی بعض ملکیت پر قابض ہو جاتا ہے، اور جن کے بھی ائمہ وحکام اللہ کی کتاب سے فیصلہ نہیں کرتے ہیں اور اللہ کی نازل کردہ شریعت سے اختیار نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان میں خانہ جنگی پیدا کر دیتا ہے۔

یہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی ایک نشانی ہے کہ جو لوگ بھی ان گناہوں کے مرتکب ہوئے، ان ساری چیزوں سے بھی لامحالہ دوچار ہوئے، اور اس کی واضح محسوس دلیل ایڈز (AIDS) کی بیماری ہے، جس نے فواحش کے مرتکبین کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے والدین پر لعنت کرے، جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے اور جو کسی بدعتی کو پناہ دے، اور ان کے علاوہ بہت سے گناہوں کے ارتکاب پر لعنت فرمائی ہے[۱]۔

داعی کا ان باتوں کو ذکر کرنا گنہ گاروں کو گناہوں سے بھاگنے، اللہ کی طرف پلٹنے اور سابقہ گناہوں پر شرمسار ہونے پر آمادہ کرے گا، اور توفیق دہندہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی ذات ہے[۲]۔

---

① مختلف قسم کے گناہ جن پر رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، الجواب الکافی، ا (ص ۱۱۵-۱۱۹) میں ملاحظہ فرمائیں۔

② گناہوں کے اقسام وافراد پر عذاب کی وعید کے ذریعہ ترہیب کے سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں: الترغیب والترہیب، از امام منذری، وکتاب الکبائر، از امام ذہبی، وکتاب تنبیہ الغافلین عن اعمال الھالکین وتحذیر السالکین من افعال الھالکین، از امام محی الدین ابوزکریا، احمد بن ابراہیم بن النحاس الدمشقی (وفات: ۸۱۴ھ)۔

تیسرا مبحث: حکیمانہ تصویری گفتگو

دعوت الی اللہ سے متعلق حکیمانہ گفتگو میں تصویری اسالیب کا استعمال بھی ہے جو براہ راست دلوں میں اترتا اور اس میں اثر انداز ہوتا ہے، مخاطبین کے ذہنوں کو باندھتا ہے اور انہیں سننے اور استفادہ کرنے پر شوق دلاتا اور آمادہ کرتا ہے، اس سلسلہ میں بطور مثال حسب ذیل امور ہیں:

پہلا مسلک: حکیمانہ قصے:

قصہ ایک بہتر چیز ہے جس سے ایک حکیم داعی اپنے دعوت کو دلوں کی گہرائیوں میں اتار سکتا ہے، کیونکہ طبیعت اس کی طرف مائل ہوتی اور رغبت کرتی ہے، سید قطب لکھتے ہیں:

”اس میں کوئی شک نہیں کہ حقائق کو پیش کرنے اور ان حقائق کو انسانی زندگی میں جاری واقعی شکل میں مجسم بنا کر نہایت موثر اور زندہ صورت میں دلوں میں اتارنے کی بابت قصوں کا اپنا ایک خاص طریقہ ہے، اور یہ چیز حقائق کو محض نظری طور پر پیش کرنے کی بہ نسبت انسانی نفس میں زیادہ موثر ہے“ ①۔

اور سب سے بہتر اور افضل قصے قرآن کریم اور سنت صحیحہ کے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں گزری امتوں کے قصوں کو بڑی عمدگی سے بیان فرمایا ہے، اور اس میں انبیاء اور ان کی قوموں کے واقعات ہیں، اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروکار مومنوں کی تعریف فرمائی ہے، اور ان کی نصرت و تائید میں اپنی سنت بیان کیا ہے، اور اپنے رسولوں کو جھٹلانے والی قوموں کی مذمت فرمائی ہے اور ان میں اپنی سنت اور ان پر بھیجے ہوئے عذاب و تباہی کو بیان کیا ہے، اور ان

① فی ظلال القرآن، ۱/ ۳۹۰۔

کے علاوہ دیگر عظیم اور عمدہ ترین قصے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ ﴾ [یوسف:۳]۔

ہم آپ کے سامنے بہترین بیان پیش کرتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ ﴾

[یوسف:۱۱۱]۔

ان کے بیان میں عقل والوں کے لئے یقیناً نصیحت اور عبرت ہے، یہ قرآن جھوٹ بنائی ہوئی بات نہیں۔

رہا مسئلہ سنت رسول ﷺ کے قصوں کا تو اس سلسلہ میں داعی کے آئیڈیل رسول اللہ ﷺ ہیں، چنانچہ آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو وہ قصے بیان کیا کرتے تھے جو ان کے لئے نفع بخش ہوں، خیر و بھلائی پر آمادہ کریں، خیر کی ضد یعنی شر و برائی سے انہیں ڈرائیں، اور اس ضمن میں: برص کے مریض، اندھے اور گنجے کا قصہ ہے [۱]، اس قصہ میں نعمتوں کی ناشکری اور بخیلی پر تنبیہ اور نعمتوں پر شکریہ، اللہ کے لئے اس کے اعتراف اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی تشویق و ترغیب ہے [۲]۔

اسی طرح بادشاہ، جادوگر اور راہب کے ساتھ بچے کا قصہ کا ہے [۳]، اس میں لوگوں کو اللہ کے دین پر ثابت قدم رہنے اور اللہ کے دین کی نصرت و غلبہ کی راہ میں ہر سستے مہنگے کی قربانی دینے کی ترغیب ہے۔

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب احادیث الأنبیاء، باب حدیث أبرص وأعمی وأقرع من بنی إسرائیل، ۶/ ۵۰۰، حدیث (۳۴۶۴)، وصحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، حدیث (۲۹۶۴، ۲۲۷۵)۔

② دیکھئے: فتح الباری، ۶/ ۵۰۳۔

③ دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب قصة أصحاب الأخدود والساحر والغلام، ۴/ ۲۲۹۹، حدیث (۳۰۰۵)۔

اسی طرح اس شخص کا قصہ ہے جس نے سو لوگوں کو قتل کر دیا پھر اللہ سے توبہ کیا تو اللہ نے اس کی توبہ قبول فرمائی①، اس قصہ میں لوگوں کے لئے اس بات کی وضاحت ہے کہ جو اللہ سے توبہ کرتا ہے اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے، نیز یہ کہ انسان پر ماحول و معاشرہ کا بڑا اثر ہوتا ہے، لہٰذا توبہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ نیک ہم نشیں تلاش کرے، اس کے علاوہ سنت رسول ﷺ میں بہت سے قصے اور واقعات ہیں۔

دوسرا مسلک: تشبیہ اور مثالیں:

قرآن کریم میں بکثرت مثالیں بیان کی گئی ہیں، داعی کے لئے اپنی دعوت میں ان کا استعمال ناگزیر ہے، ان میں سے ایک مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں خرچ کرنے والے کو اس شخص سے تشبیہ دی ہے جو بیج بوئے اور ہر دانے سے سات سات بالیاں اگیں، اور ہر بالی سو دانوں پر مشتمل ہو، اور اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والے کی حالت اور اس کے اخلاص مطابق چاہے تو اس سے کئی گنا بڑھا سکتا ہے②۔

اور ریا و نمود کے لئے خرچ کرنے والے کی نیکی ضائع ہونے کی مثال چکنے پتھر سے دی ہے جس پر غبار ہو، اور اس پر تیز بارش ہو جائے، جو اسے چکنا کر کے چھوڑ دے اس پر کچھ بھی باقی نہ رہ جائے③۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کی رنگینی اور سرعت زوال کی مثال اس پانی سے دی ہے جو آسمان سے اترے، اور اس سے ہری سوکھی گھاسیں اگیں، پھر اس ہریالی اور رونق و تر و تازگی کے بعد وہ

---

① دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب قبول توبۃ القاتل وإن کثر قتلہ، ۴ / ۲۱۱۸، حدیث (۲۷۶۶)۔

② دیکھئے: سورۃ البقرۃ: ۲۶۱۔

③ دیکھئے: سورۃ البقرۃ: ۲۶۴۔

خشک ہو کر چورا چورا ہو جائے (١)، اس کے علاوہ قرآن کریم میں بکثرت مثالیں ہیں (٢)۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی دعوت میں مثالیں بیان کی ہیں، ایک مثال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیک ہم نشیں کی مثال مشک فروش سے اور برے ساتھی کی مثال بھٹی دھونکنے والے سے دی ہے (٣)، اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کی ہم نشینی دنیا و آخرت میں مفید ہو اس کی ہم نشینی اختیار کرنے کی ترغیب اور جس کی ہم نشینی دنیا و آخرت میں باعث ضرر و اذیت ہو اس سے تنبیہ و اجتناب کو یکجا بیان فرمایا ہے (٤)، اور سنت میں ایسی مثالیں بہت ہیں (٥)۔

تیسرا مسلک: دل و نگاہ کو معنوی صورتوں اور اس کے اثرات کی طرف متوجہ کرنا:

حکیمانہ تصویری گفتگو کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ لوگوں کی نگاہوں کو معنوی قابل تعریف خوبیوں کی طرف

---

(١) دیکھئے: سورۃ الکھف: ٤٥۔

(٢) دیکھئے: امثال القرآن، از امام ابن القیم ص ٥٠-٥٢۔

(٣) دیکھئے: صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الذبائح والصید، باب المسک، ٩/ ٦٦٠، حدیث (٥٥٣٣)، وصحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب مجالسۃ الصالحین، ٤/ ٢٠٢٦، حدیث (٢٦٢٨)۔

(٤) دیکھئے: فتح الباری، ٤/ ٣٢٤، وشرح مسلم، از نووی، ١٦/ ١٧٨۔

(٥) سنت کی بہت سی مثالوں کے لئے ملاحظہ فرمائیں: صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضیلۃ حافظ القرآن، ١/ ٥٤٩، حدیث (٧٩٧)، وکتاب الزکاۃ، باب مثل البخیل، ٢/ ٧٠٨، حدیث (١٠٢١)، وکتاب الامارۃ، باب فضل الشھادۃ فی سبیل اللہ، ٣/ ١٤٩٨، حدیث (١٨٧٨)، وکتاب الفضائل، ٤/ ١٧٨٧-١٧٩١، حدیث (٢٢٨٢-٢٢٨٧)، وکتاب البر والصلۃ، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم، ٤/ ١٩٩٩-٢٠٠٠، حدیث (٢٥٨٥-٢٥٨٦)، وکتاب صفات المنافقین، ٤/ ٢١٤٦، حدیث (٢٧٨٤)، و ٤/ ٢١٦٣-٢١٦٦، حدیث (٢٨٠٩-٢٨١٢)، وکتاب الأمثال، از امام رامھرمزی، وسنن ترمذی، کتاب الأمثال، ٥/ ١٤٤-١٤٨، ومسند احمد، ١/ ٤٣٥، ٤٦٥، ٤/ ١٨٢، ١٨٣، ٢٠٢۔

متوجہ کیا جائے، اوران کے عملی اثرات بیان کئے جائیں جوان کی تطبیق اوران پر عمل کے سبب حاصل ہوتے ہیں، اوران معنوی صورتوں کا ایک حصہ یہ ہے کہ داعی مومنوں کے اوصاف، اوران اوصاف کے اثرات کا ذکر کرے، اور یہ چیز اللہ کی کتاب میں بکثرت ہے، اس سلسلہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ ٱلْمُؤْمِنُونَ ۝١ ٱلَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَٰشِعُونَ ۝٢ وَٱلَّذِينَ هُمْ عَنِ ٱللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝٣ وَٱلَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَوٰةِ فَٰعِلُونَ ۝٤ وَٱلَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَٰفِظُونَ ۝٥ إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَٰجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝٦ فَمَنِ ٱبْتَغَىٰ وَرَآءَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْعَادُونَ ۝٧ وَٱلَّذِينَ هُمْ لِأَمَٰنَٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَٰعُونَ ۝٨ وَٱلَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَٰتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝٩ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْوَٰرِثُونَ ۝١٠ ٱلَّذِينَ يَرِثُونَ ٱلْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ۝١١﴾ [المومنون:۱-۱۱]۔

یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔ جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کرجانے والے ہیں۔ جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔ یہی وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

یہ ایسی خوبیاں ہیں جو زندہ دلوں کو جذب کرتی ہیں اور نگاہوں کو ان عالی صفات اوران کے نیک اثرات کی طرف متوجہ کرتی ہیں، اوران صفات کے عظیم ترین اثرات میں جنت میں فردوس اعلیٰ سے سرفرازی ہے۔ اور اللہ کے مومن بندوں کے اوصاف حمیدہ اور دنیا وآخرت میں ان اوصاف کے

اثرات سے اللہ کی کتاب بھری پڑی ہے[①]۔

لہٰذا داعی کو چاہئے کہ اس پہلو کو نظر انداز نہ کرے؛ کیونکہ اللہ کی توفیق سے اس کا بڑا اچھا اثر ہے۔

چوتھا مسلک: دل ونگاہ کو محسوس اثرات کی طرف متوجہ کرنا:

حکیمانہ تصویری گفتگو کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ لوگوں کی نگاہوں کو سابقہ امتوں، ظالم افراد اور ٹولیوں اور جھٹلانے والے مجرم شہروں اور بستیوں کی اثرات ونشانات کی طرف متوجہ کیا جائے، یہ اثرات قریبی زمانوں کے یا ہم عصر زمان ومکان کے بھی ہو سکتے ہیں؛ ایسی صورت میں اُن پر آئی ہوئی ہلاکت وتباہی، زلزلے، مصائب اور بیماریوں وغیرہ کا مشاہد کرنے اسی طرح ان کی رہائش گاہوں اور در ودیوار کا مشاہدہ کرنے نیز یہ کہ اللہ بادشاہ جبار نے انہیں کیسے ہلاک وبرباد اور ذلیل وخوار کیا اور ان کی داستانوں کو عقلمندوں کے لئے سامان عبرت بنا دیا؟ میں غور وفکر کرنے والوں اور اس سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے بڑی عبرت ہے[②]۔

اللہ تعالیٰ نے بہت ساری آیتوں میں اپنے بندوں کو دنیا کی سیر اور ان آثار میں غور وفکر کرنے کا حکم دیا ہے، اس سلسلہ میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ سِيرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ ثُمَّ ٱنظُرُوا۟ كَيْفَ كَانَ عَـٰقِبَةُ ٱلْمُكَذِّبِينَ ﴿١١﴾﴾ [الانعام:۱۱]۔

آپ فرما دیجئے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو پھر دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔

---

① ان میں سے بیشتر اوصاف اور ان کے اثرات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: سورۃ البقرۃ: ۱۷۷، وسورۃ آل عمران: ۱۵-۱۷، ۱۳۲-۱۳۶، وسورۃ التوبۃ: ۷۱، وسورۃ الفرقان: ۶۳-۷۴، وسورۃ الاحزاب: ۳۵، وسورۃ الذاریات: ۱۵، ۱۶، وسورۃ المعارج: ۲۲-۳۵۔

② دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۱۲۵، ۳/ ۵۶۳، ۴۲۸، وتفسیر السعدی، ۲/ ۳۷۷، ۶/ ۱۱۴، ۱۳۵، ۳۳۰، ۵۱۹، ۵۵۴، ۷/ ۶۸۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أَوَلَمْ يَسِيرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ فَيَنظُرُوا۟ كَيْفَ كَانَ عَـٰقِبَةُ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوٓا۟ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا۟ ٱلْأَرْضَ وَعَمَرُوهَآ أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَـٰتِ ۖ فَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَـٰكِن كَانُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾﴾ [الروم:۹]۔

کیا انہوں نے زمین پر چل پھر کر یہ نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا (برا) ہوا؟ وہ ان سے بہت زیادہ توانا (اور طاقتور) تھے اور انہوں نے (بھی) زمین بوئی جوتی تھی اور ان سے زیادہ آباد کی تھی اور ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تھے۔ یہ تو ناممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرتا لیکن (دراصل) وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اور سیر کا حکم جسمانی سیر، جھٹلانے والوں اور مجرموں کے انجام میں غور وفکر کے لئے دلوں کے تفکر، اوندھے گھروں اور ویران بستیوں وغیرہ کی شکل میں نگاہ وبصیرت سے ان کے انجام کے مشاہدہ اور ان کی ہولناک داستانوں کو کانوں سے سننے، سب کو شامل ہے، ورنہ محض جامد نگاہ کے مشاہدہ، بنکانوں کی سماعت، فکر وعبرت والے دل سے خالی جسم کی سیر کا کوئی فائدہ نہیں، اور نہ ہی وہ مطلوبہ مقصد تک پہنچا سکتا ہے (۱)۔

(۱) دیکھئے: تفسیر السعدی، ۶/ ۱۳۵، ۳۳۰۔

چوتھا مبحث: گنہگار مسلمانوں کو عملی قوت کے ذریعہ دعوت

پہلا مطلب: گنہگار مسلمانوں کے ساتھ طاقت استعمال کرنے کے اسباب

جس طرح ضرورت کے وقت کافروں کے ساتھ طاقت کا استعمال دعوت الی اللہ میں حکمت کا تقاضہ ہے اسی طرح مسلمانوں میں سے بھی جن کے ساتھ اس کی ضرورت محسوس ہو اس کا استعمال کیا جائے گا، جو ترغیبی وترہیبی نصیحتوں سے فائدہ نہ اٹھائیں، نہ ہی حکیمانہ تصویری گفتگو سے کوئی استفادہ کریں، جیسے: مثالیں، نگاہوں کو معنوی صورت کی طرف متوجہ کرنا، جیسے مومنوں کے صفات اور ان کے آثار، اسی طرح دلوں اور نگاہوں کو محسوس اثرات کی طرف متوجہ کرنا، جیسے زمین میں سیر کا حکم اور جھٹلانے والوں پر آنے والی ہلاکت وتباہی کا مشاہدہ وغیرہ۔

چنانچہ جب گنہگار مسلمانوں میں سابقہ باتیں اثر انداز نہ ہوں تو ایسی صورت میں قوت کا استعمال حکمت کا تقاضہ ہے، کیونکہ قوت کی حیثیت مریض کے آپریشن جیسی ہے کہ جب اس کی بیماری کے علاج میں آپریشن کے علاوہ کوئی چیز نفع بخش نہ ہو تو ایسی ضرورت کے وقت قوت کا استعمال کیا جائے گا بشرطیکہ شرعی شرائط وضوابط کی پابندی کی جائے۔

اور اس مرحلہ میں قوت کے استعمال کی کئی نوعیتیں ہیں جو داعی، مدعو، زمان ومکان، حالات وظروف اور مفاسد میں پڑنے سے تحفظ کے ساتھ قوت استعمال کرنے کے امکانات کے اعتبار سے

مختلف ہوتی ہیں۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت پر دعوت مشروع فرمایا ہے، اور انکار منکر اس لئے واجب ہے تا کہ انکار سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبوب و پسندیدہ بھلائی حاصل ہو، اب اگر انکار منکر کے سبب اس سے بڑا منکر اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک مبغوض امر لازم آئے تو انکار منکر جائز نہ ہوگا، گرچہ اللہ تعالیٰ اس منکر اور اہل منکر سے بغض ونفرت رکھتا ہے، جیسے بادشاہوں اور حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرکے ان پر انکار کرنا؛ کیونکہ ایسا کرنا آخری دم تک ہر شر وفتنہ کی جڑ ہے، چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے نمازوں کو اپنے وقت سے دیر کرنے والے امراء سے قتال کی اجازت چاہی اور کہا:

"أَفَلَا نَقْتُلُهُمْ؟ قَالَ ﷺ: لَا مَا أَقَامُوا الصَّلَاةَ"[1]۔

کیا ہم انہیں قتل نہ کردیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

"مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ، [وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ]"[2]۔

جو اپنے امیر سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اسے چاہئے کہ صبر کرے، [اور اطاعت سے اپنا ہاتھ نہ کھینچے]۔

جو شخص اسلام میں رونما ہونے والے چھوٹے بڑے فتنوں پر غور کرے گا وہ محسوس کرے گا کہ اسی اصل کے ضائع کرنے کے سبب رونما ہوئے، منکر پر صبر نہ کیا بلکہ شدت سے اس کا مطالبہ کیا جس کے نتیجہ میں اس سے کہیں زیادہ بڑی اور منکر چیزیں پیدا ہوئیں؛ اسی لئے رسول اللہ ﷺ بعض

---

① صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب خیار الأئمۃ وشرارھم، ۳/ ۱۴۸۲، حدیث (۱۸۵۵)، ومسند احمد باللفظ، ۳/ ۲۸-۲۹۔

② صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظھور الفتن، ۳/ ۱۴۷۷، حدیث (۱۸۴۹)، وباب خیار الأئمۃ وشرارھم، ۳/ ۱۴۸۲، حدیث (۱۸۵۵)، اور الفاظ دونوں جگہوں سے ماخوذ ہیں۔

پسندیدہ چیزوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے اور بڑے مفاسد کے اندیشے سے بعض چھوٹے مفاسد کو برداشت کرلیا کرتے تھے؛ اسی لئے جب اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کر دیا اور وہ دارالاسلام ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کی عمارت کو ڈھا کر دوبارہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرنے کا عزم کیا، لیکن قدرت کے باوجود اس کام سے محض اس اندیشے نے آپ کو روک دیا کہ کہیں کوئی اس سے بڑی مصیبت نہ آن پڑے، مثلاً ابھی جلد ہی کفر سے تائب ہو کر نئے نئے اسلام لانے کے سبب قریش کے لوگ اسے برداشت نہ کرسکیں! اور اسی لئے آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی بن سلول کو قتل کرنے کی اجازت نہ دی، نیز اسی لئے امراء وحکام پر ہاتھ سے انکار منکر کی اجازت نہ دی، کیونکہ ان تمام چیزوں سے بڑے مفاسد کا اندیشہ تھا[1]۔

دوسرا مطلب: ٹھوس گفتگو اور حکیمانہ تصرف

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فِي يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهُ فَطَرَحَهُ وَقَالَ: ''**يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلَى جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهِ**''. فَقِيلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: خُذْ خَاتَمَكَ انْتَفِعْ بِهِ. قَالَ: لاَ وَاللَّهِ لاَ آخُذُهُ أَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ [2]۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، تو اسے نکال کر پھینک دیا اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جہنم کا انگارہ لے کر اپنے ہاتھ میں پہن لیتا ہے! رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا کہ: اپنی انگوٹھی لے لو، اس سے فائدہ اٹھاؤ! تو اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم میں اسے

---

① دیکھئے: اعلام الموقعین، از امام ابن القیم، ۳/ ۱۵-۱۶، وشرح نووی، ۱۶/ ۱۳۹۔

② صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم خاتم الذهب علی الرجال، ۳/ ۱۶۵۵، حدیث (۲۰۹۰)۔

کبھی نہ لوں گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اُسے پھینک دیا ہے۔

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلاً، فَقَالَ: ''**مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ**''؟ قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ. قَالَ: ''**أَفَلاَ جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ؟ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي**''[۱]۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اناج کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے، اور آپ نے اُس میں اپنا دست مبارک ڈالا تو آپ کی انگلیوں میں تری لگی، آپ نے فرمایا: اے غلہ فروش! یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! بارش میں بھیگ گیا تھا! آپ ﷺ نے فرمایا: تو تم نے اسے اناج کے اوپر کیوں نہ رکھا، تاکہ لوگ دیکھتے؟ جس نے دھوکہ دیا وہ مجھ سے نہیں۔

۳۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً [۲] فِيهَا تَصَاوِيرُ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ، فَقُلْتُ: أَتُوبُ إِلَى اللهِ مِمَّا أَذْنَبْتُ، قَالَ: ''**مَا هٰذِهِ النُّمْرُقَةُ**؟ قُلْتُ: لِتَجْلِسَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، قَالَ: ''**إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ! وَإِنَّ الْمَلاَئِكَةَ لاَ تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ الصُّورَةُ**''[۳]۔

---

۱ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قولہ ﷺ: من غشنا فلیس منا، ۱/ ۹۹، حدیث (۱۰۲)۔

۲ نمرقہ: کہا گیا ہے کہ یہ وہ تکیے ہیں جنھیں ایک دوسرے سے ملایا جاتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وہ بستر (گدے) ہیں جن پر بیٹھا جاتا ہے، دیکھئے: فتح الباری، ۱۰/ ۳۳۹، وشرح مسلم، از نووی، ۱۴/ ۹۰۔

۳ صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب اللباس، باب من کرہ القعود علی الصورۃ، ۱۰/ ۳۸۹، حدیث (۵۹۵۷)، وصحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان، حدیث (۲۱۰۶)، (۸۵)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک گدا یا تکیہ خریدا جس پر تصویریں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اسے دیکھ کر) دروازے پر کھڑے ہو گئے اندر تشریف نہ لائے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی غلطی سے اللہ سے توبہ کرتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ گدا کس لئے ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ کے بیٹھنے اور اس پر ٹیک لگانے کے لئے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان تصویر والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے پیدا کیا ہے اسے زندہ بھی کر کے دکھاؤ، اور فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں تصویر ہو۔

۴۔ وَعَنْهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرْتُ بِقِرَامٍ لِي[١] عَلَى سَهْوَةٍ[٢] لِي فِيهَا تَمَاثِيلُ[٣] فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ هَتَكَهُ وَقَالَ: ''**أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللهِ**'' قَالَتْ: فَجَعَلْنَاهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ''[٤]۔

عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر سے تشریف لائے تو میں نے اپنے گھر کے سائبان پر ایک پردہ لٹکا دیا تھا جس پر تصویریں تھیں، جب آپ نے دیکھا تو اسے کھینچ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں وہ لوگ

---

① قرام: اس پردہ کو کہتے ہیں جس میں دھاری اور نقش ونگار ہو، دیکھئے: شرح نووی، ۱۴/ ۸۸، وفتح الباری، ۱۰/ ۳۸۷۔

② کہا گیا ہے کہ یہ چھوٹا سا گھر تھا جس کے دروازہ پر اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردہ لٹکایا تھا، اور کہا گیا ہے کہ وہ جھروکا تھا، اور ایک رائے یہ ہے کہ وہ الماری تھی، پہلے قول کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے راجح قرار دیا ہے، فتح الباری، ۱۰/ ۳۸۷، نیز دیکھئے: شرح نووی، ۱۴/ ۸۸۔

③ تماثیل یعنی تصویریں۔ دیکھئے: فتح الباری، ۱۰/ ۳۸۷، وشرح نووی، ۱۴/ ۸۸۔

④ صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب اللباس، باب ماوطئ من التصاویر، ۱۰/ ۳۸۷، حدیث (۵۹۴۹)، وصحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم صور الحیوان ومافیہ صور غیر ممتھنۃ، ۳/ ۱۶۶۷، حدیث (۲۱۰۶، ۹۲)۔

ہوں گے جو اللہ کی تخلیق میں اس کی مشابہت اور برابری کرتے ہیں۔عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر ہم نے اس پردہ کو پھاڑ کر اس کا ایک یا دو تکیہ بنالیا۔

۵۔عَنْ عَبْدِ اللهِ بن عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُما قَالَ: بَيْنَما النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي رَأَى فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ نُخَامَةً فَحَكَّهَا بِيَدِهِ، فَتَغَيَّظَ ثُمَّ قَالَ: ''**إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلاَةِ فَإِنَّ اللَّهَ حِيَالَ وَجْهِهِ، فَلاَ يَتَنَخَّمَنَّ حِيَالَ وَجْهِهِ فِي الصَّلاَةِ**''[۱]۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ نے مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک (رینٹ) دیکھا، تو آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے صاف کردیا اور غصہ ہوئے پھر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے۔اس لئے کوئی شخص نماز میں اپنے سامنے نہ تھوکے۔

یہ چند حکیمانہ ٹھوس اور موثر باتیں ہیں جن میں عملی حکمتیں ہیں، اور یہ محض اس لئے ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے داعیان کا اسوہ ہیں، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

''**مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ**''[۲]۔

اگر تم میں سے کوئی شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے، اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔

۶۔عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: ''مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الادب، باب مایجوز من الغضب والشدۃ لأمر اللہ، ۱۰/ ۵۱۷، حدیث (۶۱۱۱)۔

② صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون النھی عن المنکر من الایمان، ۱/ ۶۹، حدیث (۴۹)۔

بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلاَّ أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا؛ فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ، وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِنَفْسِهِ إِلاَّ أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ فَيَنْتَقِمَ لِلَّهِ بِهَا''①۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں: ''کہ رسول ﷺ سے جب بھی دو چیزوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کے لیے کہا گیا، آپ نے ہمیشہ اسی کو اختیار فرمایا جو دونوں میں آسان تر تھا، بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو۔ ہاں اگر اس میں گناہ کا کوئی شائبہ بھی ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور رہتے، اور آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ لیکن اگر اللہ کی حرمت کو کوئی توڑتا تو آپ اللہ کے لئے اس سے ضرور بدلہ لیتے تھے۔

تیسرا مطلب: حکیمانہ دھمکی اور سزا کی وعید

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّ أَثْقَلَ صَلاَةٍ عَلَى الْمُنَافِقِينَ صَلاَةُ الْعِشَاءِ وَصَلاَةُ الْفَجْرِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا، وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلاَةِ فَتُقَامَ، ثُمَّ آمُرَ رَجُلاً فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، ثُمَّ أَنْطَلِقَ مَعِي بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزَمٌ مِنْ حَطَبٍ إِلَى قَوْمٍ لاَ يَشْهَدُونَ الصَّلاَةَ؛ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ بِالنَّارِ''②۔

یقیناً! منافقین پر سب سے بھاری نماز عشا اور فجر کی ہے، اگر یہ جانتے کہ ان دونوں میں کتنا

---

① صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، ۶/ ۵۶۶، ۱۲/ ۸۶، ۱۸۶، حدیث (۳۵۶۰)۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الاذان، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، ۲/ ۱۲۵، حدیث (۶۴۴)، وصحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنھا، ۱/ ۴۵۱، حدیث (۲۵۲، ۶۵۱)۔

اجر ہے تو ضرور حاضر ہوتے خواہ گھسٹ کر آنا پڑتا، اور میں تو یہ سوچتا ہوں کہ نماز کی اقامت کا اور کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دیدوں پھر اپنے ساتھ کچھ لکڑیوں کے گٹھر والوں کو لے کر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے، اور اُن کے سمیت ان کے گھروں کو آگ لگا دوں!

اس حدیث میں سزا کی وعید اور دھمکی دے کر ڈرایا گیا ہے، اور اس میں راز - واللہ اعلم - یہ ہے کہ اگر فساد و برائی معمولی ڈانٹ اور تنبیہ سے ختم ہو جائے تو بڑی سزا کے بجائے اسی پر اکتفا کیا جائے گا[۱]، اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت ہے، کیونکہ آپ نے اس دھمکی اور سزا کے ارادہ کے ذریعہ نماز باجماعت سے پیچھے رہ جانے سے ڈرایا ہے اور اس پر ڈانٹ پلائی ہے، لہٰذا ایک حکیم داعی کو چاہئے کہ شرعاً جائز سزا کے ذریعہ لوگوں کو ڈرائے اور تنبیہ کرے، البتہ آگ کی سزا منسوخ ہو چکی ہے[۲]۔

دھمکی اور سزا کی وعید میں شرعی شرائط وضوابط اور کتاب وسنت سے ثابت اصولوں کی رعایت اور پاسداری ضروری ہے۔

یہ شرائط وضوابط اور اصول داعی کو چوک اور لغزش سے محفوظ رکھیں گے، چنانچہ وہ کسی ایسی چیز پر نکیر نہ کرے گا جس سے اور بڑا منکر پیدا ہو، نہ کسی ایسی بھلائی کے حصول کی کوشش کرے گا، جس سے اور بڑی مصلحت فوت ہو، کیونکہ اللہ کے دین کی دعوت میں مفاسد کا دفعیہ اور مصالح کا حصول ہی سب سے بڑی حکمت ہے، اس لئے اگر مفاسد ومصالح کا تعارض ہو جائے تو دو مفاسد یا نقصان میں سے معمولی نقصان کو لے کر بڑے نقصان کو چھوڑ دیا گا، اسی طرح بڑی مصلحت کو لے کر چھوٹی مصلحت کو چھوڑ دیا جائے گا[۳]۔

---

① دیکھئے: فتح الباری، ۲/ ۱۳۰۔

② دیکھئے: حوالہ سابق، ۲/ ۱۳۰، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”آگ سے اللہ ہی عذاب دیتا ہے“ بخاری مع فتح الباری، ۶/ ۱۴۹۔

③ دیکھئے: فتح الباری، ۱/ ۳۲۵، وشرح نووی، ۳/ ۱۹۱، واعلام الموقعین، از امام ابن القیم، ۳/ ۱۵-۱۷۔

چوتھا مطلب: شرعی سزاؤں کی قوت کی حکمت

تمہید:

اسلام نے جرائم کے ارتکاب پر شرعی سزائیں مقرر کی ہیں تا کہ مجرم کو اپنے جرم کی پوری سزا ملے اور وہ اِس جرم سے پاک کر دیا جائے اور دوسری طرف اس جیسے دیگر مجرمین کو بھی تنبیہ ہو، یہ انتہائی درجہ کی حکمت، اعلی منصفانہ فیصلہ اور امن وسلامتی کی حفاظت کا عظیم ترین ذریعہ ہے، اور اسلام نے اسی سے مسلمانوں کے دین، جان، نسب، آبرو، عقل اور مال کی حفاظت فرمائی ہے [۱]۔

اور دعوت الی اللہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ شرعی سزاؤں کی تطبیق وتنفیذ کے بغیر انجام نہیں پا سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ سلطان سے وہ تنبیہ کرتا ہے جو قرآن سے نہیں کرتا، اور یہ چیز مسلمانوں کے معاملات کے ذمہ داروں (امراء وحکام) پر واجب ہے، جو فرائض و واجبات کے ترک اور حرام امور کے ارتکاب پر شرعی سزاؤں کے ذریعہ ہو سکتا ہے، اُن کے لئے ان سزاؤں کی تنفیذ میں سستی وکوتاہی جائز نہیں؛ کیونکہ وہ اللہ کی شریعت کا حصہ ہیں اور اسے ناپید اور ختم کرنا اللہ کی ناراضگی اور سماجی فساد و بگاڑ کا سبب ہے، چنانچہ جب اللہ کے حدود قائم کئے جائیں گے تو اللہ کی اطاعت غالب اور نافرمانی کم ہوگی، اور ساتھ ہی خیر وبھلائی اور نصرت وتمکنت کا دور دورہ ہوگا [۲]، اور اللہ کے حکم کے مطابق ان سزاؤں کی تطبیق اللہ کی دعوت اور اس کے دین کی نصرت میں حکیمانہ قوت ہے۔

میں ان شاء اللہ ان میں سے بیشتر حکیمانہ شرعی سزاؤں کا ذکر حسب ذیل دس مسالک میں مختصراً کروں گا:

---

① یہ چیز اصولیوں کے یہاں ضروریات کے نام سے، معروف ہے، دیکھئے: اضواء البیان، ۳/ ۴۴۸۔

② دیکھئے: الحسبۃ فی الاسلام، از امام ابن تیمیہ، ص ۵۰، وأصول الدعوۃ، از عبد الکریم زیدان، ص ۲۷۲، وعناصر القوۃ فی الاسلام، ص ۵۱۔

پہلا مسلک: حکیمانہ بائیکاٹ کی سزا:

دعوت الی اللہ میں حکیمانہ قوت کا ایک پہلو یہ ہے کہ تادیب کے طور پر علانیہ منکر کا ارتکاب کرنے والوں کا بائیکاٹ کیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم کا بائیکاٹ کیا تھا جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا' یہاں تک کہ اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔

لیکن اس بائیکاٹ کا حکم، بائیکاٹ کرنے والوں کی قوت وضعف اور قلت وکثرت کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتا ہے؛ کیونکہ بائیکاٹ کا مقصد متعلقہ شخص کی توبیخ وتادیب اور عوام کو اس جیسے کام سے روکنا ہے، لہٰذا اگر اس بائیکاٹ سے شر میں کمی آئے تب تو وہ مشروع ہو گا لیکن اگر بائیکاٹ سے اُس شخص کو کوئی زجر وتوبیخ نہ ہو، نہ ہی اس کے علاوہ دیگر لوگوں کو کوئی تنبیہ ہو' بلکہ شر و برائی مزید بڑھ جائے اور بائیکاٹ کرنے والا کمزور رہو' اور بائیکاٹ کا فساد اس کی مصلحت پر غالب ہو' تو ایسی صورت میں بائیکاٹ مشروع نہ ہو گا، بلکہ بعض لوگوں کی دلجوئی بائیکاٹ کی بہ نسبت زیادہ مفید ہو گی' اسی طرح بعض لوگوں کا بائیکاٹ دلجوئی کی بہ نسبت زیادہ نفع بخش ہو گا، اسی لئے نبی کریم ﷺ بعض لوگوں کا بائیکاٹ کرتے تھے اور بعض لوگوں کا نہیں کرتے تھے [1]۔

اور اللہ کے حق کے لئے بائیکاٹ اور ذاتی حق کے لئے بائیکاٹ میں فرق کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ اللہ کے حق کے لئے تو بائیکاٹ کا حکم ہے جبکہ ذاتی حق کے لئے بائیکاٹ منع ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے حق کے لئے بائیکاٹ کرنا شرعی سزاؤں کا حصہ ہے' لہٰذا وہ اللہ کی راہ میں جہاد کے قبیل سے ہے [2]، اور یہ اس لئے کیا جاتا ہے تا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو' اور دین پورا کا پورا اللہ کا ہو جائے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حکیمانہ قوت کا استعمال بجا کیا جائے تو اس کی بڑی تاثیر ہوتی ہے۔

---

① دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸/ ۲۰۶-۲۰۷۔

② دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸/ ۲۰۸۔

لہٰذا مسلمانوں کے حاکم - جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دعوت کی مدد کرنی چاہئے - کو لازمی طور پر معلوم ہونا چاہئے کہ شرعی حدود اور سزاؤں کا قیام بندوں پر اللہ کی رحمت ہے، اور ساتھ ہی اسے حد قائم کرنے میں ٹھوس ہونا چاہئے بایں طور کہ اللہ کے حکم کے سلسلہ میں کسی ملامت گر کی ملامت آڑے نہ آئے، اور لوگوں کو گناہ و منکرات سے روکنے سے اس کا مقصد مخلوق پر رحمت ہو، اور اس کی حیثیت ایک ڈاکٹر کی سی ہونی چاہئے جو مریض کو کڑوی دوا پلاتا ہے، جس کے سبب مریض کو پریشانی تو ہوتی ہے لیکن وہ محض راحت و شفایابی کی چاہت میں کڑوی دوا نوش کر لیتا ہے [1]۔

دوسرا مسلک: تعزیری سزا:

تعزیر: اس مشروع سزا کو کہا جاتا ہے جو کسی ایسے جرم پر دی جائے جس پر کوئی شرعی حد متعین نہ ہو [2]، علماء رحمہم اللہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تعزیر ہر اس گناہ پر مشروع ہے جس میں حد نہ ہو۔ اور گناہ کی دو قسمیں ہیں: واجب کا ترک یا حرام کا ارتکاب [3]۔ جیسا کہ مرتد سے توبہ کروائی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئے، اب اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، اسی طرح زکاۃ اور انسانی حقوق نہ دینے والوں کو سزائیں دی جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ حقوق ادا کر دیں [4]۔

اور تعزیر کئی طرح کی ہوتی ہے: کوئی تعزیر زبانی ڈانٹ ڈپٹ کے ذریعہ ہوتی ہے، کوئی قید کے ذریعہ ہوتی ہے، کوئی جلاوطنی کے ذریعہ ہوتی ہے، اور کوئی مار پیٹ کے ذریعہ ہوتی ہے؛ اب اگر کوئی واجب چھوڑنے کی وجہ سے ہو، جیسے نماز چھوڑنے پر مارنا، یا واجب حقوق کی ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے ہو جیسے: طاقت کے باوجود قرض ادا نہ کرنا، یا چھینا ہوا مال یا صاحب امانت کو امانت نہ

---

① دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸/ ۳۲۹۔

② دیکھئے: المغنی، از ابن قدامہ، ۱۲/ ۵۲۳۔

③ دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۳۵/ ۴۰۲۔

④ دیکھئے: حوالہ سابق، ۲۸/ ۳۴۷، والحسبۃ فی الاسلام، از علامہ ابن تیمیہ، ص ۵۰۔

لوٹانا وغیرہ تو اسے کئی بار مارا جائے گا اور ایک دن کے فاصلہ سے مارا جائے گا، یہاں تک کہ واجب ادا کر دے، اور اگر کسی سابق جرم پر سزا کے طور پر مارنا ہو تو یہ چیز اس کے ساتھ صرف حسب ضرورت کی جائے گی۔ اور کم سے کم کی کوئی حد نہیں، البتہ زیادہ سے زیادہ تعزیر کے سلسلہ میں تین اقوال ہیں، جن میں سب سے مناسب قول یہ ہے کہ اس کی کوئی حد متعین نہیں ہے، لیکن اگر تعزیر کسی ایسے جرم پر ہو جس میں شرعاً کوئی حد متعین ہو، تو تعزیر اس حد تک نہیں پہنچنی چاہئے، مثلاً نصاب سے کم چوری پر تعزیر ہاتھ کاٹنے تک نہیں پہنچنی چاہئے، اور شراب سے کلی کرنے کی تعزیر شراب نوشی کی حد تک نہیں پہنچنی چاہئے، اسی طرح زنا و لواطت کے علاوہ کی تہمت پر تعزیر حد قذف تک نہیں پہنچنی چاہئے[1]۔

رہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث:

"لاَ يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ"[2]۔

اللہ کے حدود میں سے کسی حد کے علاوہ جرم میں دس کوڑوں سے زیادہ نہیں مارا جائے گا۔

تو اہل علم کی ایک جماعت نے اس کی تفسیر یہ بتائی ہے کہ اللہ کے حدود سے مراد اللہ کے حق کے لئے حرام کردہ امور ہیں، اور حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جو اپنے ذاتی حق کے لئے مارے، جیسے: نافرمانی کے سبب مرد اپنی بیوی کو مارے، یا تادیب کے لئے باپ اپنے بچے کو مارے، لہٰذا تادیبی چیزوں میں دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے[3]، پھر روئے زمین پر جس کا شر و فساد قتل کے بغیر ختم نہ ہو اسے قتل کر دیا جائے گا، جیسے مسلمانوں کی جماعت کو ٹکڑے کرنے والا اور دین میں بدعات کی دعوت اور فروغ دینے والا[4]۔

---

(1) دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸ / ۱۰۸، والحسبة فی الاسلام، از ابن تیمیہ ص ۵۲۔

(2) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الحدود، باب التعزیر والأدب، ۱۲ / ۱۷۵، حدیث (۶۸۴۸)، وصحیح مسلم، کتاب الحدود، باب قدر أسواط التعزیر، ۳ / ۱۳۳۲، حدیث (۱۷۰۸)۔

(3) دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸ / ۳۴۸، وفتح الباری، ۱۲ / ۱۷۸۔

(4) دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸ / ۱۰۸، ۱۱۲، ۱۱۳، ۳۴۸، والحسبة فی الاسلام، از امام ابن تیمیہ ص ۵۲۔

تیسرا مسلک: قصاص:

اللہ تعالیٰ نے قتل عمد اور اعضاء جسمانی پر زیادتی کے جرم میں قصاص واجب کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلۡقِصَاصُ فِي ٱلۡقَتۡلَىۖ ٱلۡحُرُّ بِٱلۡحُرِّ وَٱلۡعَبۡدُ بِٱلۡعَبۡدِ وَٱلۡأُنثَىٰ بِٱلۡأُنثَىٰۚ فَمَنۡ عُفِيَ لَهُۥ مِنۡ أَخِيهِ شَيۡءٞ فَٱتِّبَاعُۢ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَأَدَآءٌ إِلَيۡهِ بِإِحۡسَٰنٖۗ ذَٰلِكَ تَخۡفِيفٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَرَحۡمَةٞۗ فَمَنِ ٱعۡتَدَىٰ بَعۡدَ ذَٰلِكَ فَلَهُۥ عَذَابٌ أَلِيمٞ ﴿١٧٨﴾ ﴾ [البقرة:١٧٨]۔

اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے، عورت عورت کے بدلے۔ ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہئے اور آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہئے۔ تمہارے رب کی طرف سے یہ تخفیف اور رحمت ہے اس کے بعد بھی جو سرکشی کرے اسے دردناک عذاب ہوگا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَكَتَبۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيهَآ أَنَّ ٱلنَّفۡسَ بِٱلنَّفۡسِ وَٱلۡعَيۡنَ بِٱلۡعَيۡنِ وَٱلۡأَنفَ بِٱلۡأَنفِ وَٱلۡأُذُنَ بِٱلۡأُذُنِ وَٱلسِّنَّ بِٱلسِّنِّ وَٱلۡجُرُوحَ قِصَاصٞۚ ﴾ [المائدة: ٤٥]۔

اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوٰةٌ يَٰٓأُوْلِي الْأَلْبَٰبِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٧٩﴾﴾ [البقرة:١٧٩]۔
عقلمندو! قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے اس باعث تم (قتل ناحق سے) رکو گے۔

چوتھا مسلک: زنا اور لواطت کی حد:

(الف) زنا کار اگر شادی شدہ ہو تو اسے سنگسار کیا جائے گا یہاں تک کہ مر جائے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو، غامدیہ کو، دونوں یہودیوں کو اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو رجم کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں نے رجم کیا[١]۔

(ب) اور اگر زنا کار غیر شادی شدہ ہو؛ تو اسے کتاب اللہ کی روشنی میں سو کوڑے مارے جائیں گے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِي فَٱجْلِدُواْ كُلَّ وَٰحِدٍ مِّنْهُمَا مِاْئَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٢﴾﴾ [النور:٢]۔

زنا کار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیئے، اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو۔ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیئے۔

اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے گا[٢]۔

(ج) رہا مسئلہ لواطت اور اغلام بازی کا تو اس سلسلہ میں صحیح بات جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے، یہ ہے کہ اعلیٰ و اسفل دونوں کو قتل کر دیا جائے گا، چنانچہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

---

① دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸/ ۳۳۳۔

② دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸/ ۳۳۳۔

"مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ، فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ، وَالْمَفْعُولَ بِهِ"[1]۔

جسے قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ، فاعل ومفعول دونوں کو قتل کردو۔

قتل کے سلسلہ میں صحابہ کرام کا اختلاف نہیں ہے؛ البتہ قتل کی نوعیت الگ الگ ہے[2]۔

پانچواں مسلک: تہمت کی حد:

اللہ تعالیٰ نے ظلم وزیادتی سے عزت وناموس کی حفاظت فرمائی ہے اور تہمت لگانے والے کی سزا اسّی کوڑے قرار دی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ يَرْمُونَ ٱلْمُحْصَنَٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا۟ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَٱجْلِدُوهُمْ ثَمَٰنِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا۟ لَهُمْ شَهَٰدَةً أَبَدًا ۚ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ۝٤ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝٥﴾ [النور: ۴، ۵]۔

جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کرسکیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ یہ فاسق لوگ ہیں۔ ہاں جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کرلیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔

یہ حد کتاب وسنت میں ثابت ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے؛ لہٰذا جب محصن پر زنا یا لواطت کی تہمت لگائی جائے تو تہمت لگانے والے پر حد واجب ہے، اور یہاں محصن سے مراد "آزاد وباعفت" ہے، اور زنا کی حد کے باب میں محصن سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس نے مکمل نکاح کے

---

① اسے اہل سنن نے روایت کیا ہے: ابوداود، کتاب الحدود، باب فیمن عمل عمل قوم لوط، ۴/ ۱۵۸، حدیث (۴۴۶۲)، وترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی حد اللواط، ۴/ ۵۷، حدیث (۱۴۵۶)، وابن ماجہ، کتاب الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط، ۲/ ۸۵۶، حدیث (۲۵۶۴)، دیکھئے: صحیح ابوداود، ۳/ ۸۴۴، وصحیح ترمذی، ۲/ ۷۶، وصحیح ابن ماجہ، ۲/ ۸۳۔

② دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸/ ۳۳۵۔

ذریعہ مکمل مباشرت کیا ہو[1]۔

چھٹا مسلک: شراب نوشی کی حد:

شراب نوشی کی حد سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے شراب نوشی کے مرتکب کو ٹہنیوں اور جوتوں سے چالیس ضرب لگائی، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں چالیس کوڑے لگائے، جبکہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اسّی کوڑے لگائے، اور علی رضی اللہ عنہ کبھی چالیس کوڑے اور کبھی اسّی کوڑے لگاتے تھے۔ اسی لئے بعض علماء کہتے ہیں کہ اسّی کوڑے مارنا واجب ہے، جبکہ بعض کہتے ہیں کہ: چالیس کوڑے مارنا واجب ہے، البتہ مزید کوڑے امام حسب ضرورت لگوائے گا، جب لوگ شراب کے عادی ہو جائیں یا شراب خور ایسا ہو کہ اسّی کوڑوں سے کم سے باز نہ آئے، اور اسی کو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے راجح قرار دیا ہے[2]۔

ساتواں مسلک: چوری کی حد:

چوری: معصوم مال پر زیادتی کا نام ہے جس میں چور کے پاس کوئی شبہہ نہ ہو اسے وہ متعینہ شرائط کے ساتھ خفیہ طور پر لے لے، جیسے: مال محفوظ ہو، اور اس کی قیمت ایک چوتھائی دینار سے کم نہ ہو، مذکورہ صورت میں چوری کرنے والے پر کتاب وسنت اور اجماع کی روشنی میں چوری کی حد واجب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقْطَعُوٓا۟ أَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَٰلًا مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَن تَابَ مِنۢ بَعْدِ ظُلْمِهِۦ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٩﴾﴾ [المائدۃ: ۳۸، ۳۹]۔

---

① دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸/ ۳۴۲۔

② دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸/ ۳۳۶۔

چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔ یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا۔ عذاب، اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ قوت وحکمت والا ہے۔ جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح کرلے تو اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ اس کی طرف لوٹتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

کاٹنے کے شرائط کی تکمیل اور گواہی یا اقرار وغیرہ کے ذریعہ حد ثابت ہوجانے کے بعد کاٹنے میں تاخیر جائز نہیں، نہ قید وبند کے ذریعہ، نہ مالی تاوان کے عوض اور نہ کسی اور وجہ سے، بلکہ قابل تعظیم اور دیگر (دونوں) اوقات میں، اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا[1]۔

آٹھواں مسلک: ڈاکوؤں اور رہزنوں (دہشت گردوں) کی حد:

رہزن وہ لڑاکو لوگ ہیں جو صحراؤں اور راستوں میں ہتھیاروں کے ساتھ لوگوں کے آڑے آتے ہیں، تاکہ طاقت وقوت اور زور وزبردستی سے اُن کا مال لوٹ لیں، یہ جرم کوئی فرد کرے یا گروہ، دونوں میں کوئی فرق نہیں، اسے رہزن اور ڈاکو ہی کہا جائے گا[2]۔

ان کی سزا کے سلسلہ میں اصل اللہ کا یہ فرمان ہے:

﴿ إِنَّمَا جَزَٰٓؤُاْ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِي ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓاْ أَوْ يُصَلَّبُوٓاْ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْاْ مِنَ ٱلْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُواْ مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُواْ عَلَيْهِمْ ۖ فَٱعْلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٤﴾ ﴾ [المائدة: ۳۳، ۳۴]۔

جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا

---

[1] دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸ / ۳۲۹۔

[2] دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸ / ۳۰۹، والمغنی، از ابن قدامہ، ۱۲ / ۴۷۴۔

یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں، یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے، یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت اور خواری، اور آخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے۔ ہاں جو لوگ اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر قابو پالو تو یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش اور رحم و کرم والا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رہزنوں کے بارے میں فرمایا:

”إِذَا قَتَلُوا وَأَخَذُوا الْمَالَ قُتِلُوا وَصُلِبُوا، وَإِذَا قَتَلُوا وَلَمْ يَأْخُذُوا الْمَالَ قُتِلُوا وَلَمْ يُصْلَبُوا، وَإِذَا أَخَذُوا الْمَالَ وَلَمْ يَقْتُلُوا قُطِعَتْ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ، وَإِذَا أَخَافُوا السَّبِيلَ وَلَمْ يَأْخُذُوا مَالًا نُفُوا مِنَ الْأَرْضِ“[1]۔

اگر وہ قتل کریں اور مال لوٹیں تو انہیں قتل کیا جائے گا اور سولی دی جائے گی، اور اگر قتل کریں اور مال نہ لیں تو انہیں قتل کیا جائے گا سولی نہیں دی جائے گی، اور اگر مال لوٹ لیں اور قتل نہ کریں تو ان کے ہاتھ پاؤں الٹے کاٹے جائیں گے، اور اگر وہ راستے میں دہشت پھیلائیں اور مال نہ لوٹیں تو انہیں جلاوطن کر دیا جائے گا۔

اہل علم کی اکثریت کا قول یہی ہے، جیسے امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ، البتہ دہشت گردوں میں سے جسے قتل کیا جائے گا، بطور حد قتل کیا جائے گا، علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی بھی صورت میں اسے معاف کرنا جائز نہیں، نہ ہی اس کا معاملہ مقتول کے وارثین کے سپرد کی جائے گا، برخلاف، اگر کوئی شخص کسی کو باہمی عداوت کی بنا پر قتل کر دے۔

رہا غیر قاتل کا مسئلہ تو بعض علماء نے کہا ہے کہ: امام وقت کو اس کے بارے میں اجتہاد کا اختیار ہے جسے قتل کرنے میں مصلحت سمجھے قتل کر دے، البتہ پہلا قول اکثر لوگوں کا ہے[2]۔

---

① السنن الکبریٰ، از امام بیہقی، کتاب السرقہ، باب قطاع الطریق، ۸ / ۲۸۳، نیز دیکھئے: المغنی، ۱۲ / ۴۷۵، وفتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸ / ۳۱۰۔

② دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸ / ۳۱۰۔

نواں مسلک: مرتد کی سزا:

مرتد: وہ ہے جو کسی فعل یا قول یا اعتقاد یا شک کے ذریعہ دین اسلام سے کفر کی طرف پلٹ جائے، ارشاد باری ہے:

﴿ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُوْلَٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَٰلُهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ ۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٢١٧﴾ ﴾ [البقرة:٢١٧]۔

اورتم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مریں، ان کے اعمال دنیوی اور اخروی سب غارت ہو جائیں گے۔ یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ"(١)۔

جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کردو۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: الثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ"(٢)۔

---

(١) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الجهاد، باب لا یعذب بعذاب الله، ٦/ ١٤٩، حدیث (٣٠١٧)، وکتاب حکم المرتد، ١٢/ ٢٦٤، حدیث (٦٩٢٢)۔

(٢) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الدیات، باب قوله تعالیٰ: أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ، ١٢/ ٢٠١، حدیث (٦٨٧٨)، وصحیح مسلم، کتاب القسامة، باب ما یباح به دم المسلم، ٣/ ١٣٠٢، حدیث (١٦٧٦)۔

کسی مسلمان کا خون جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، حلال نہیں، مگر تین میں سے کسی ایک جرم کے سبب: شادی شدہ زنا کار، جان کے بدلے جان، اور اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے جدا ہو جانے والا۔

لہٰذا جو بھی مرد یا عورت اسلام سے مرتد ہو جائے اور وہ بالغ و عاقل ہو، اس سے تین دن تک توبہ کرائی جائے گی، اگر وہ اسلام کی طرف لوٹ آئے تو ٹھیک ورنہ اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے گا[۱]۔

دسواں مسلک: باغیوں سے جہاد:

جرم بغاوت: یعنی طاقت وشوکت والی کسی ٹولی کا مسلمانوں کے امام کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا، جس کا مقصد طاقت وزبردستی کے ذریعہ اسے معزول و بے دخل کرنا ہو، ایسی صورت میں امام وقت کو چاہئے کہ ان سے خط وکتابت کر کے پوچھے کہ وہ اُس میں کیا عیوب اور خامیاں محسوس کرتے ہیں، اگر کوئی زیادتی بتائیں تو اس کا ازالہ کرے، اور اگر کسی شبہہ کا دعویٰ کریں تو اس کی بھی تحقیق کرلے اس کے بعد اگر وہ رجوع کرلیں تو ٹھیک ورنہ ان سے جہاد کرے، اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے امام کے ساتھ وہ بھی لڑیں۔ اس جرم[۲] اور اس کی سزا کے سلسلہ میں اصل اللہ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَإِن طَآئِفَتَانِ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ٱقْتَتَلُوا۟ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَهُمَا ۖ فَإِنۢ بَغَتْ إِحْدَىٰهُمَا عَلَى ٱلْأُخْرَىٰ فَقَٰتِلُوا۟ ٱلَّتِى تَبْغِى حَتَّىٰ تَفِىٓءَ إِلَىٰٓ أَمْرِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن فَآءَتْ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَهُمَا بِٱلْعَدْلِ وَأَقْسِطُوٓا۟ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ ﴿٩﴾ إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٠﴾ ﴾ [الحجرات:۹،۱۰]۔

اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو۔ پھر اگر

---

(۱) دیکھئے: المغنی، از ابن قدامہ، ۱۲/ ۲۶۴، وفتاویٰ ابن تیمیہ، ۳۵/ ۹۹-۲۰۶۔

(۲) دیکھئے: المغنی، از ابن قدامہ، ۱۲/ ۲۳۷، وفتاویٰ ابن تیمیہ، ۳۵/ ۵، واصول الدعوۃ، از عبد الکریم زیدان، ص ۲۷۹۔

ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور عدل کرو بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(یادرکھو) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرادیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''سَتَكُونُ هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ①، فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُفَرِّقَ أَمْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَهِيَ جَمِيعٌ، فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ''②۔

بڑے بڑے فتنے اور حوادث رونما ہوں گے، لہٰذا جو اس امت کے متحد معاملہ کو ٹکڑے کرنا چاہے اسے تلوار سے قتل کر دینا خواہ کوئی بھی ہو۔

نیز ارشاد ہے:

''مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ، يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ، أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ، فَاقْتُلُوهُ''③۔

جو تمہارے پاس آئے درانحالیکہ تمہارا معاملہ ایک شخص کے ہاتھ پر متحد ہو وہ تمہاری لاٹھی چاک کرنا چاہے یا تمہاری جماعت کو ٹکڑے کرنا چاہے اسے قتل کردو۔

① یعنی فتنے اور نئے نئے مسائل، دیکھئے: شرح نووی، ۱۲/ ۲۴۱۔
② صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب حکم من فرق أمر المسلمین وھو مجتمع، ۳/ ۱۴۷۹، حدیث (۱۸۵۲)۔
③ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب حکم من فرق أمر المسلمین وھو مجتمع، ۳/ ۱۴۸۰، حدیث (۱۸۵۲)، (۶۰)۔

خاتمہ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس شکل میں اس رسالہ کی تکمیل میں میری مدد فرمائی، لہٰذا اول تا آخر سارا فضل و احسان اُسی کا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿لَهُ ٱلۡحَمۡدُ فِي ٱلۡأُولَىٰ وَٱلۡأٓخِرَةِۖ وَلَهُ ٱلۡحُكۡمُ وَإِلَيۡهِ تُرۡجَعُونَ ٧٠﴾ [القصص:۷۰]۔

دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔ اسی کے لیے فرمانروائی ہے اور اسی کی طرف تم سب پھیرے جاؤ گے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِي لَهُۥ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَهُ ٱلۡحَمۡدُ فِي ٱلۡأٓخِرَةِۚ وَهُوَ ٱلۡحَكِيمُ ٱلۡخَبِيرُ ١﴾ [سبا:۱]۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے آخرت میں بھی تعریف اسی کے لئے ہے، وہ (بڑی) حکمتوں والا اور (پورا) خبردار ہے۔

ان شاء اللہ اس مبارک سفر جس کے دوران میں نے دعوت الی اللہ میں حکمت کے صحیح مفہوم، اس کے اقسام، درجات، اس کی بنیادوں جن پر وہ قائم ہے، اسے تہ و بالا کرنے کے اسباب، اس حاصل کرنے کے اسباب و طرق، دعوت الی اللہ میں حکیمانہ مواقف جن کے ذریعہ اللہ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت بخشی، اور کفر، نافرمانی، نفاق اور ان کے حامیان کو ذلیل و رسوا کیا، اسی طرح مختلف عقائد، سوجھ بوجھ، اور درجات رکھنے والے مخاطبین کے مختلف طبقوں کے ساتھ حکیمانہ گفتگو، نیز کفار اور پھر گنہگار مسلمان مخاطبین کے ساتھ حکیمانہ عملی قوت' وغیرہ کی سیر کی ہے، میں عرض کرتا ہوں:

یہ جو کچھ اللہ نے توفیق دی، جو کوشش ہو سکی، اور جو وقت نے اجازت دی، اور ناقص سمجھ جہاں تک پہنچ سکی، پیش خدمت ہے، اگر درست ہے تو اللہ کی جانب سے ہے اور اگر اس میں کوئی غلطی یا کمی ہے تو بنی نوع انسان میں وہ اللہ کی سنت ہے، کیونکہ کمال صرف اللہ واحد کے لئے ہے، نقص، کمی، نقطۂ نظر کا اختلاف بشریت کا خاصہ ہے، میں کمال کا دعویٰ نہیں کرتا، مجھے بس اتنا کافی ہے کہ میں نے قربت اور درستی کی کوشش کی، اللہ کی توفیق سے اپنی طاقت بھر کوشش صرف کیا، اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے اس سے نفع پہنچائے، اور تمام مسلمانوں کے لئے مفید بنائے؛ کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر اور قبولیت کے لائق ہے۔

رہے اس بحث کے وہ اہم نتائج جہاں تک رسائی میں اللہ نے میری مدد اور آسانی فرمائی، تو ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

① دعوت الی اللہ میں حکمت صرف نرم گفتگو، ترغیب، نرمی، حلم و بردباری، عفو و درگزر پر منحصر نہیں ہے، بلکہ ان تمام امور کو شامل ہے جو پختگی اور دقت سے عمل میں لائے جائیں، بایں طور کہ تمام امور کو ان کے لائق اور مناسب جگہوں پر رکھا جائے، چنانچہ حکیمانہ گفتگو، اور تعلیم و تربیت کو اپنی جگہ، وعظ و نصیحت کو اپنی جگہ، عمدہ بحث و مناظرہ کو اپنی جگہ، ظالم، ہٹ دھرم اور متکبر سے جدال اپنی جگہ، ڈانٹ ڈپٹ، سختی اور قوت کو اپنی جگہ استعمال کیا جائے، اور یہ تمام چیزیں مخاطبین کے حالات، مختلف زمانوں اور علاقوں میں واقع اور زمان و مکان کو مد نظر رکھتے ہوئے، بڑے ٹھوس اور پختہ انداز میں عمل میں لائی جائیں، ساتھ ہی احسان و کرم والے اللہ کی نعمتوں کی چاہت اور نیک نیتی بھی رہے۔

② حکیم داعی وہ ہے جو مدعوین و مخاطبین کے اعتقادی، نفسیاتی، اقتصادی، سماجی و معاشرتی اور علمی حالات سے واقف کار اور اسی طرح گمراہی اور انحرافات کے مقامات اور جگہوں، عادات و اطوار، زبان و لب لہجہ، جملہ مشکلات، بحث و تکرار کا معیار، اخلاقی جڑوں اور ذہنوں سے وابستہ شبہات وغیرہ سے آگاہ ہو، پھر لوگوں کو ان کا مناسب مقام دے اور انہیں ان کی عقل اور سوجھ بوجھ کے مطابق

دعوت دے، اور مرض کے مطابق دوا تجویز کرے۔

③ نبی کریم ﷺ حکیم داعیان کے قدوہ اور آئیڈیل ہیں، چنانچہ آپ ﷺ اپنے تمام امور میں حکمت کا التزام کیا کرتے تھے' خاص طور پر اپنی دعوت میں، یہ آپ ﷺ اور آپ کے متبعین پر اللہ کا فضل ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے آپ کا سینہ کھولا پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا، پھر حکمت وایمان سے لبریز سونے کا ایک طشت آپ کے سینۂ مبارک میں انڈیل دیا[1] ،لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے، اور اللہ کے فضل اور پھر اس نبی کی حکمت کے سبب اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوئے، ہر اخلاق کریمانہ اور تصرف حکیمانہ سے آپ کو بھرپور حصہ عطا ہوا تھا۔

④ لوگوں کو دعوت، مخاطبت اور بحث ومباحثہ میں سب سے عمدہ طریقہ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کا ہے، اور نص قرآنی اور حدیث نبوی کو ان سے مباشر ترین امور میں ذکر کرنا عظیم ترین حکمتوں میں سے ہے' کہ جسے وہ حکمت مل گئی وہ بہت بڑے خیر سے سرفراز ہوگیا۔

⑤ حکمت داعی کو ایسا بنا دیتی ہے کہ وہ چیزوں کا اندازہ لگاتا ہے اور اسے مناسب حق دیتا ہے' چنانچہ جب لوگوں کو نشاط، محنت اور عمل کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ دنیا سے بے رغبتی نہیں ہوتا، اور نہ ہی جب مسلمانوں کو اپنے عقیدہ، ملک اور عزت وناموس کے دفاع کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ لوگوں سے انقطاع وعلٰحدگی کی دعوت دیتا ہے، اور نہ ہی جب لوگوں کو وضو اور نماز سیکھنے کی سخت ضرورت ہوتی ہے تو انہیں خرید وفروخت کی تعلیم دیتا ہے، الغرض حکمت داعی کو مومن کی بصیرت سے دیکھنے والا بنا دیتی ہے، چنانچہ وہ لوگوں کی ضرورت کو دیکھتا ہے اور حالت وظروف کے مطابق اسے حل کرتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں وہ بڑے وسیع دروازوں سے لوگوں کے دلوں میں اتر جاتا ہے' اُس کے لئے اُن کے سینے کھل جاتے ہیں اور وہ اسے اپنی سعادت' خوشحالی اور امن وسلامتی کا

---

① دیکھئے: صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱/ ۴۵۸، وصحیح مسلم، ۱/ ۱۴۸، اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

فکرمند اور خیر خواہ سمجھتے ہیں۔

⑥ دعوت الی اللہ میں بصیرت علم وحکمت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، اور یہ سب سے پہلے اللہ کے نبی ﷺ، پھر آپ کے صحابہ اور مخلص متبعین کی خصوصیت رہی ہے، اور یہ علماء کا بھی سب سے اعلیٰ درجہ ہے، اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ علم ویقین اور شرعی وعقلی دلیل و برہان کی روشنی میں اللہ کی دعوت دی جائے، اور دعوت الی اللہ میں بصیرت تین امور پر مرکوز ہے:

(الف) داعی صاحب بصیرت ہو، یعنی جس بات کی وہ دعوت دے رہا ہے اسے اس کا شرعی حکم معلوم ہو۔

(ب) اسے مدعو (مخاطب) کی حالت کے بارے میں بصیرت ہو' تاکہ اسے اس کے مناسب دعوت پیش کر سکے۔

(ج) اسے دعوت کی کیفیت اور طریقہ کے بارے میں علم وبصیرت ہو۔

⑦ عمل صالح سے وابستہ علم نافع اور حلم و بردباری اور سنجیدگی ان عظیم بنیادوں میں سے ہیں جن پر دعوت الی اللہ میں حکمت کا دارومدار ہے، اسی لئے بسا اوقات آدمی عالم یا بردبار تو ہوتا ہے لیکن حکیم نہیں ہوتا' یہاں تک کہ یہ تینوں بنیادیں یکجا ہو جائیں۔

⑧ علم، بردباری اور سنجیدگی کے کچھ اسباب ہیں جن سے ان خوبیوں تک رسائی ہوسکتی ہے اور کچھ ایسے اسباب ہیں جن سے ان کی پابندی اور التزام ہوسکتا ہے۔

⑨ علم' حکمت کی بنیادوں میں سے نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے ساتھ عمل صالح نہ ہو، صحابہ رضی اللہ عنہم کا علم عمل صالح اور اخلاص واتباع سنت سے وابستہ ہوا کرتا تھا، اسی لئے دعوت الی اللہ اور دیگر امور میں ان کے اقوال وافعال اور تمام تر تصرفات حکمت سے لبریز ہوا کرتے تھے۔

⑩ جلد بازی، عدم تثبت، بے اطمینانی اور بے بصیرتی یا سستی، کاہلی اور لاپروائی یہ تمام چیزیں بڑے مفاسد اور نقصانات کا سبب ہیں، ایک داعی کو ان تمام چیزوں سے سب سے زیادہ دور

رہنا چاہئے، لہٰذا حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کا حق دے، وقت سے پہلے جلد بازی یا تاخیر نہ کرے، کیونکہ چیزوں کے اپنے مراتب اور حقوق ہوتے ہیں جن کا وہ تقاضہ کرتی ہیں، اور انتہاء وانجام ہوتے ہیں جہاں تک وہ پہنچتی ہیں اس سے تجاوز نہیں کرتیں، اور کچھ اوقات ہوتے ہیں جن سے آگے یا پیچھے نہیں ہوتیں۔

(۱۱) حلم و بردباری کا وصف حکمت کا ایک نہایت عظیم، اہم اور بنیادی محور ہے، یہ نبوت و رسالت کے اخلاق کریمانہ میں سے ایک اہم خصلت رہی ہے، کیونکہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام انسانیت کا عظیم حصہ اور اپنے تمام تر اخلاق میں داعیان دین اور صالح متبعین کے قدوہ اور آئیڈیل ہیں، اور ان میں سب سے بلند محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے متبعین ہیں۔

(۱۲) داعی میں سنجیدگی کی خوبی اُسے اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ اپنے تمام امور کو نہایت پختگی سے انجام دے، چنانچہ وہ اس وقت تک کوئی عملی اقدام نہ کرے جب تک کہ غور وفکر نہ کرلے اور وہ نیک مقصد واضح نہ ہو جائے جو اسے حاصل ہونا ہے، اور کسی بات میں جلدی نہ کرے جب تک اپنی عقل سے اس کے مالہ وماعلیہ پر غور نہ کرلے، اور کسی فتویٰ میں عجلت نہ کرے جب تک اس کی دلیل و برہان کی معرفت نہ ہو جائے جس پر اعتماد کی بنا پر اس نے فتویٰ دینا ہے۔

لہٰذا داعی کو سنجیدگی کی سخت ضرورت ہے، کیونکہ اس سے بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں اور بڑی بڑی برائیوں سے تحفظ ملتا ہے، اور یہ چیز ان شاء اللہ ایک داعی کو لغزش سے محفوظ رکھے گی۔

(۱۳) داعی اللہ کی توفیق اور پھر حکیمانہ راہوں کو اپنائے بغیر نہ تو اپنے اقوال وافعال اور دیگر افکار و تصرفات میں حکیم ہوسکتا ہے نہ اپنے تمام امور میں صواب و درستی پا سکتا ہے، اور وہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب داعی درستی وقربت اور حکیمانہ اسالیب نیز ارکان دعوت کی فقہ کی رعایت کے ساتھ حکیمانہ راستہ اور حکیمانہ سیاست کا التزام کرے، اور اللہ کے لئے مخلص ہو کر اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا امام اور قدوہ سمجھ کر جس بات کی دعوت دے رہا ہے اس پر عمل کرنے والا ہو۔

⑭ تجربات اور عملی مشق وغیرہ ایک داعی کو اپنے اندر حکمت پیدا کرنے اور اس کی پابندی کرنے کے سلسلہ میں بڑی معاون چیزیں ہیں، چنانچہ اس کی دعوت کی کامیابی اور کسی منہجی و دعوتی غلطی میں پڑنے سے تحفظ میں، سفر اور حاضرین کے ساتھ رہن سہن وغیرہ کے نتیجہ میں ہونے والے تجربات کا بڑا گہرا اثر ہوتا ہے، کیونکہ اگر ایک بار وہ کسی غلطی میں پڑ جائے گا تو دوسری بار نہیں پڑے گا، بلکہ اپنے عملی تجربات سے فائدہ اٹھائے گا۔

⑮ مخاطبین کی فارغ البالی، چستی اور ضرورت کے اوقات کی تلاش اور حالات وظروف کے مطابق انہیں بستہ بستہ تعلیم ونصیحت کرنا ایک داعی کے لئے لوگوں کے میلان اور ان کے دلوں کو اپنی دعوت کی جانب کھینچنے میں بڑی معاون چیزیں ہیں۔

⑯ جب مصلحتیں باہم متعارض ہوجائیں اور یا مصلحت وفساد کا ٹکراؤ ہوجائے اور مصلحت اپنانے اور فساد ترک کرنے میں تطبیق دشوار ہوجائے تو اہم ترین چیز شروع کی جائے گی، چنانچہ دو مفاسد یا نقصانات میں سے معمولی نقصان کو اپنا کر دوسرا چھوڑ دیا جائے گا، اسی طرح معمولی مصلحت کو چھوڑ کر بڑی مصلحت کو لے لیا جائے گا۔

⑰ بلاشبہہ مال، عفو و درگذر، نرمی، ملائمت اور قول وفعل کے ذریعہ احسان کا مخاطبین کے دلوں میں بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔

⑱ حد درجہ حکمت پر مبنی ایک عظیم ترین اسلوب یہ ہے کہ داعی اگر کسی کی تادیب، سرزنش یا ڈانٹ ڈپٹ کرنا چاہتا ہو تو جب تک عام نصیحت کافی ہو براہ راست اُسے مخاطب نہ کرے، بایں طور کہ مطلوب شخص عام مخاطبین وحاضرین کے درمیان موجود ہو یا (کسی اور ذریعہ سے) وہ بات اُس تک پہنچ جائے، مثلاً داعی کہے: کچھ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے، یا کچھ انسانوں کو کیا ہوگیا ہے، یا کچھ افراد کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایسا ایسا کرتے ہیں یا ایسا ایسا نہیں کرتے!!

⑲ داعی اپنی دعوت میں حکیم نہیں ہوسکتا جب تک کہ دعوت کے رکائز اور بنیادی امور کو خوب

اچھی طرح سمجھ نہ لے، یعنی اسے ان باتوں کا بخوبی علم ہو کہ وہ کس بات کی دعوت دے رہا ہے، داعی کو کن صفات اور اخلاق و آداب کی پابندی کرنی چاہئے، اسی طرح مدعوین اور ان کے اصناف وطبقات اور دعوت کی نشر واشاعت میں استعمال کئے جانے والے اسالیب و وسائل کا اسے اچھی طرح علم ہو جائے۔

(۲۰) نیک حکیمانہ مواقف کے ذریعہ دعوت کا مخاطبین کے دلوں پر بڑا گہرا اثر ہوتا ہے؛ کیونکہ وہ چیزیں انہیں غور وفکر کرنے اور سوچنے پر آمادہ کرتی ہیں اور پھر اللہ کی مشیت سے ان کے نظام زندگی میں انقلاب وتبدیلی کا نقطہ آتا ہے۔

(۲۱) ایک داعی کا عفو ودرگذر، رفق ونرمی، سنجیدگی و بردباری، شجاعت و بہادری، سخاوت وفیاضی اور اصلاح وغیرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکیمانہ مواقف سے آگاہ رہنا اس کی عام زندگی میں اور بالخصوص اس کی دعوتی میں نہایت مفید اور نفع بخش ہے۔

(۲۲) دعوت الی اللہ کی بابت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے منہج پر گامزن ان کے پیروکاروں کے حکیمانہ مواقف ہیں جن سے اُن کی سچائی اور اللہ کی رضا ونعمت کی رغبت و چاہت کا پتہ چلتا ہے نیز ان کی کوششیں اور قربانیاں آشکارا ہوتی ہیں اور جو داعیان حق ان سے واقف کار رہتے ہیں اس سے انہیں غذا اور تربیت ملتی ہے۔

(۲۳) ملحدین کو دعوت دینے میں عظیم ترین حکمت یہ ہے کہ ان کے سامنے اللہ کے وجود اور اس کی ربوبیت پر فطری دلائل، تفصیلی طریقوں کی روشنی میں قطعی عقلی براہین، اور محسوس ومشاہد دلائل پیش کئے جائیں، پھر اخیر میں شرعی دلائل ذکر کئے جائیں۔

(۲۴) بت پرستوں کو حکیمانہ گفتگو کے ذریعہ دعوت دینے میں حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ داعی ان کے سامنے اللہ کی الوہیت کے اثبات پر عقلی دلائل و براہین پیش کرے، اور یہ کہ تمام وجوہ سے کمال مطلق اللہ ہی کے لئے ہے اور اُس کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے وہ ہر طرح سے کمزور ہیں،

اور یہ کہ توحید خالص تمام رسولوں کی دعوت رہی ہے اور صالحین کی شانوں میں مبالغہ آمیزی بنی آدم کے کفر کا سبب ہے، اسی طرح یہ کہ سفارشی کو اللہ کی اجازت اور سفارشی اور سفارش کنندہ دونوں سے اللہ کی رضامندی کے بغیر سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی، اور یہ کہ ٹھوس قطعی عقلی ونقلی (شرعی) دلائل سے بعث (مرنے کے بعد دوبارہ زندگی) ثابت ہے، اور یہ کہ اس وسیع کائنات کی تمام چیزوں کو اللہ ہی نے اپنے بندوں کے تابع کیا ہے، لہٰذا درحقیقت تنہا عبادت کا مستحق بھی وہی ہے۔

(۲۵) یہودیوں کو حکیمانہ گفتگو کے ذریعہ دعوت اس بات پر مرکوز ہے کہ اسلام کے سبب تمام سابقہ شریعتوں کی منسوخی، تورات میں تحریف کا وقوع، انصاف پسند علماء یہود کا اعتراف اور عیسیٰ ومحمد علیہما الصلاۃ والسلام کی رسالت کا اثبات کیا جائے۔

(۲۶) نصاریٰ کو حکیمانہ گفتگو کے ذریعہ اسلام کی دعوت کی بنیاد اس بات پر قائم ہے کہ عقیدۂ تثلیث کا ابطال کیا جائے اور اللہ کی وحدانیت ثابت کی جائے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت اور اُن کے اللہ کے بندہ ورسول ہونے پر قطعی عقلی دلائل وبراہین پیش کئے جائیں، پھر سولی دیئے جانے اور قتل کئے جانے کے مسئلہ کے باطل ہونے پر دلائل پیش کئے جائیں، اور انجیلوں میں تحریف وتبدیلی واقع ہونے کا اثبات کیا جائے، پھر ان تمام باتوں کو انصاف پسند علماء نصاریٰ کے سچے اعترافات کے ذریعہ دوچند کردیا جائے۔

(۲۷) اہل کتاب اور دیگر کفار کے ساتھ حکیمانہ گفتگو یہ ہے کہ ان کے سامنے نبی کریم محمد ﷺ کی رسالت کی صداقت پر قطعی دلائل وبراہین پیش کئے جائیں، اور وہ اس طرح کہ ان کے سامنے قرآنی معجزات جن سے تمام جن وانس عاجز ودرماندہ رہ گئے اور نبی کریم ﷺ کے محسوس ومشاہد معجزات کی وضاحت کی جائے، پھر قیامت تک ہر زمان ومکان کے لئے اسلامی پیغام کے عام ہونے پر قطعی دلائل کے ذریعہ ان باتوں کو دوبالا کردیا جائے۔

(۲۸) عقل سلیم اور درست حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ توجیہ وارشاد اور دین کی پابندی کی ترغیب

کے سلسلہ میں ایک مسلمان کو ملحد، یا بت پرست، یا کتابی (یہود ونصاریٰ) یا دیگر کفار کی طرح مخاطب نہ کیا جائے۔

(۲۹) دعوت الی اللہ میں حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ داعی پہلے اہم بات کا ذکر کرے پھر اس کے بعد اس سے کمتر، اور یہ کہ داعی مدعو کو ایسے دروس دے جس کا سمجھنا، یاد کرنا اور اس میں پوری طرح غور وفکر کرنا اس کے لئے آسان ہو، نیز عوام کو ان کی ضرورت کی چیزیں ان کی سمجھ بوجھ اور معیار کے مطابق ہلکی اور مناسب تعبیر میں سکھائے، ساتھ ہی اسلوب و انداز اور شوق و رغبت دلانے میں تنوع ملحوظ خاطر رکھے۔

(۳۰) دعوت کے مراتب انسانی مراتب کے اعتبار سے ہیں، لہٰذا حق قبول کرنے والے کو حکمت کے ذریعہ دعوت دی جائے گی، اس کے سامنے علمی، عملی اور اعتقادی طور پر دلیل کے ساتھ حق کی وضاحت کر دی جائے گی، چنانچہ وہ حق قبول کرلے گا اور اس پر عمل پیرا ہوگا۔ یہ مسلمانوں کی پہلی قسم ہے، اور حق قبول کرنے والا وہ شخص جس کے یہاں حق سے روکنے والی کچھ شہوتیں اور خواہشات ہوں، تو اسے حق کی ترغیب اور باطل سے ترہیب پر مشتمل عمدہ نصیحت کے ذریعہ دعوت دی جائے گی، اور پھر حکیمانہ قصص، مثالوں، دلوں اور نگاہوں کو معنوی صورتوں اور ان کے آثار اور محسوس آثار کی طرف متوجہ کرانے وغیرہ پر مشتمل تصویری حکمت کے ذریعہ غذا اور تقویت پہنچائی جائے گی۔ اور یہ مسلمانوں کی دوسری قسم ہے، جنہیں گنہگار کہا جاتا ہے۔

اور سرکش ہٹ دھرم شخص سے بطریق احسن بحث ومناظرہ کیا جائے گا۔

اور ظالم جو عناد و ہٹ دھرمی کرے، حق قبول نہ کرے بلکہ اس کی راہ میں رکاوٹ بن جائے، اُسے ممکن ہو تو قوت وطاقت کے ذریعہ دعوت دی جائے گی۔

یہ بشری مراتب کے مطابق دعوت کے مراتب ہیں، اور ملحوظ رکھیں کہ حکمت کا مرتبہ دیگر تمام مراتب میں بھی لازم ہے، اور وہ اس لئے کہ حکمت درحقیقت چیز کو اپنی مناسب جگہ رکھنے اور اقوال،

افعال اور اعتقادات میں پورے استحکام کے ساتھ درستی پالینے کا نام ہے۔

(۳۱) دعوت الی اللہ میں قوت وطاقت کا استعمال ضرورت کے وقت عظیم حکمت ہے، اور یہ چیز گفتگو کی قوت، تادیب، مار اور اللہ کی راہ میں جہاد کے ذریعہ ہوسکتی ہے۔

اور دعوت الی اللہ میں حکیمانہ طاقت کے مفہوم کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ملحدین، بت پرستان، اہل کتاب وغیرہ تمام کفار کے ساتھ حکیمانہ قوت: چنانچہ اگر ان لوگوں پر عمدہ بحث ومناظرہ کا کوئی اثر نہ ہو، نہ ہی وہ عقلی، نقلی، حسی اور دلائل ومعجزات پر مشتمل حکیمانہ گفتگو سے کچھ فائدہ اٹھائیں، بلکہ اعراض کریں اور جھٹلائیں تو ایسی صورت میں آخری علاج داغنا: یعنی اللہ کی راہ میں سیف وسنان، حجت وبیان اور مسلمانوں کی بساط بھر تمام تر قوت کے ذریعہ جہاد کی قوت کا استعمال کرنا ہے، بشرطیکہ شرعی شروط وضوابط کا پاس ولحاظ رکھا جائے، ساتھ ہی جہاد کی معنوی وحسی تیاری اور دشمنوں کے خلاف اللہ کی نصرت کے اسباب بروئے کار لائے جائیں۔

دوسری قسم: گنہگار مسلمانوں کے ساتھ طاقت کی حکمت: چنانچہ اگر ان پر وعظ ونصیحت، ترغیب وترہیب، حکیمانہ قصص اور مثالیں کارگر نہ ہوں، نہ ہی تصویری حکمتیں پیش کرنے اور معنوی صورتوں اور محسوس آثار کی طرف ان کی نگاہیں پھیرنے کا ان پر کوئی اثر ہو، تو ایسی صورت میں انہیں اللہ کی طرف دعوت دینے میں قوت کا استعمال حکمت کا حصہ ہوگا؛ یعنی کتاب وسنت سے ثابت شروط وضوابط کی روشنی میں حکیمانہ عمل کے ساتھ ٹھوس گفتگو، حکیمانہ دھمکی، سزا کی وعید، تعزیر، اللہ واسطے بائیکاٹ اور شرعی حدود کا قیام وغیرہ۔

توصیات اور مشورے:

(1) میں اپنے آپ کو اور اپنے باحثین اور دعاۃ بھائیوں کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ تقویٰ تمام اولین وآخرین کو اللہ کی وصیت ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ﴾

[النساء:۱۳۱]۔

اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

2 تمام معاملات بالخصوص دعوت الی اللہ میں صدق واخلاص اور اللہ کی رضا ونعمت کے حصول کے لئے قولی، عملی، فکری، منہجی اور سلوکی طور پر حکمت کا التزام کیا جائے، یہ اللہ کا نہایت عظیم تحفہ اور عطیہ ہے، اور یہ چیز قرآن کریم اور سنت مطہرہ کے احکام کی پابندی اور حفظ، فہم، عمل اور لوگوں کو ان کی تعلیم و دعوت کے اہتمام کے بغیر ممکن نہیں، کیونکہ کتاب وسنت حکمت و ہدایت کے شفاف سرچشمے ہیں، جو انہیں اپنائے گا دنیا وآخرت میں سعادتمند وکامیاب ہوگا اور جو ان سے اور ان کی ہدایت سے منہ موڑے گا ناکام ونامراد ہوگا، اس کی کوشش اکارت ہو جائے گی اور اس کی چادر تار تار ہو جائے گی۔

3 میں دعوت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مراکز میں مصروف عمل لوگوں کا علمی معیار بلند کرنے اور انہیں لوگوں کو حکمت کے ساتھ دعوت کا طریقہ کار پڑھانے کے لئے علمی ومیدانی تربیتی دورات (ریفریش کورسیز) کے انعقاد کا مشورہ دیتا ہوں۔

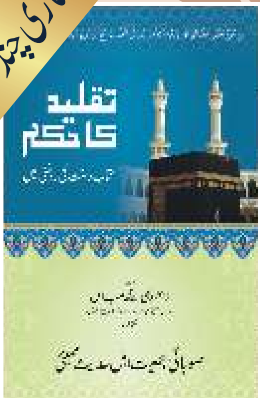
میں اللہ سے اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات عالیہ کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے، انہیں اور تمام مسلمانوں کو حق بولنے اور اس پر عمل کرنے والوں میں سے بنائے، اور ہم سب کی نیت، قصد وارادہ اور انجام نیک بنائے، وہ ہمارے لئے کافی اور خوب کارساز ہے، اور اللہ عظیم وبلند کے بغیر کوئی قوت وتصرف نہیں۔

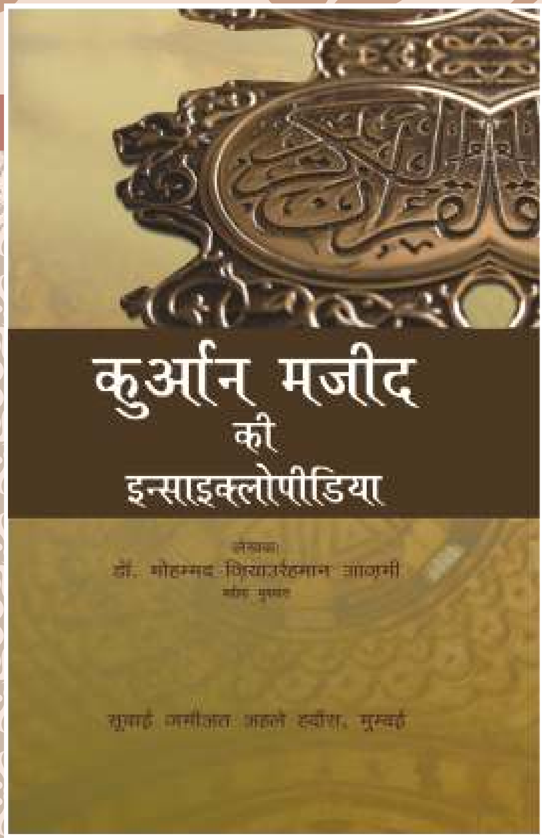
وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد وآله وصحبه أجمعين.

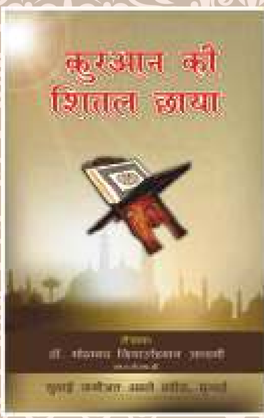
ترجمہ مع کتابت بتاریخ ۲۴/مئی ۲۰۱۵ء شام ۷:۰۰ بجے مکمل ہوا۔

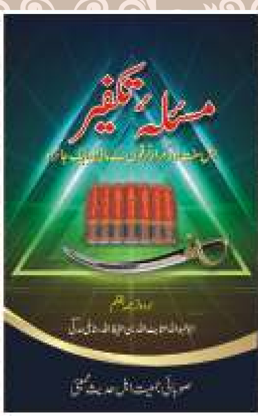
فالحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات، والحمد لله أولاً وآخراً۔

ہماری چند مطبوعات

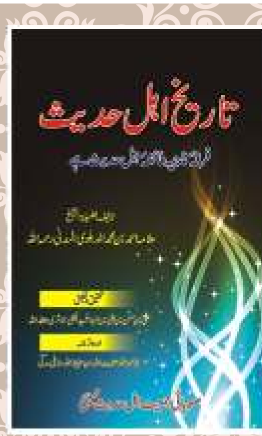












SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chunawala Compound, Opp. BEST Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W)., Mumbai - 70.
Tel.: 2652 0077 Fax : 2652 0066 email : ahlehadeesmumbai@hotmail.com
www.ahlehadeesmumbai.org